خوں ریز تصادم
ابن صفی

68

لولا ایر نصاد

ابنِ صفی

ادب کی ان سرتاج تحریروں کی کشید جو تھکے تھکے
بوجھل لمحوں کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتی ہیں
کے لیے کرداروں کے مسیحا اور سری ادب
کے شہنشاہ ابن صفی کے قلم سے عمران کا دلچسپ کارنامہ

بھورے رنگ کی ننگی چٹانیں چمکیلی دھوپ میں تپ رہی تھیں اور گرم ہوا کے جھونکے ہیلی کاپٹر کو جہنم بنائے دے رہے تھے۔

ہیلی کاپٹر شمال مغربی سرحد پار کرکے پڑوسی ملک کی حدود میں داخل ہوچکا تھا۔ اس میں پائلٹ اور اس خوفناک چہرے والے کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا جس کی پلکیں گویا جھپکنا ہی نہیں جانتی تھیں۔ اس کی ناک بھدی اور موٹی تھی اور مونچھیں بل کھاکر اس طرح ٹھوڑی پر جھک آئی تھیں کہ دہانہ غائب ہی ہوکر رہ گیا تھا۔

پائلٹ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے تو بس اس کو ایک معینہ جگہ پر اس طرح اُتارنا تھا کہ ہیلی کاپٹر کو لینڈ بھی نہ کرنا پڑے۔

"آپ تیار ہوجائیے جناب!" پائلٹ نے چیخ کر کہا اور خوفناک چہرے والے نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ اس کے جسم پر خاکی پتلون اور خاکی بشرٹ تھی اور شانوں سے دو تھیلے کراس کیے ہوئے لٹک رہے تھے۔ اس نے تھیلوں کو ٹھیک کیا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"وہ سامنے والی پہاڑی جس پہ ایک سفید چٹان نظر آرہی ہے" پائلٹ پھر چیخا۔ "میں سیڑھی لٹکانے جارہا ہوں!"

خوفناک چہرے والا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ہیلی کاپٹر سفید چٹان کے اوپر معلق ہوگیا تھا اور سیڑھی اسے چھوتی ہوئی لٹکنے لگی تھی۔

وہ سیڑھی سے اس چٹان پہ اُتر گیا۔ ہیلی کاپٹر پھر حرکت میں آیا تھا اور لمبا چکر لے کر اپنے مستقر کی طرف پرواز کر گیا۔

خوفناک چہرے والا چٹان سے اُتر کر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں دھوپ سے بچ سکتا لیکن اُسے مایوسی ہوئی۔

اس نے گھڑی دیکھی۔ ڈیڑھ بجا تھا اور وہ دو بجے سے پہلے متعلقہ آدمی سے رابطہ قائم نہیں کرسکتا تھا۔

وہ دھوپ میں جھلستا رہا اور جیسے تیسے آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ اس نے تھیلے سے زیرو نائین کا ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا سوئچ آن کرکے آہستہ آہستہ کہنے لگا "ہیلو... آقائے شمس... آقائے شمس!"

"شمس" دفعتہً ٹرانسمیٹر سے آواز آئی "ہیلو! کون ہے؟"

"وائی تھری" جواب دیا گیا "میں بتائی ہوئی جگہ پر موجود ہوں!"

"اوکے... وہیں ٹھہرو" آواز آئی۔

اس نے سوئچ آف کرکے ٹرانسمیٹر تھیلے میں ڈال لیا اور دوسرے تھیلے سے پانی کی بوتل نکال کر ہونٹوں سے لگالی۔ دو تین لمبے لمبے گھونٹ لیے۔ ڈھکن بند کرکے بوتل پھر تھیلے میں ڈال لی۔

آسمان پر کہیں کوئی ہلکا سا بھی بادل کا ٹکڑا نہیں تھا اور نیچے پتھر تپ رہے تھے۔ اس نے ایک جگہ بیٹھنے کی کوشش کی اور پھر اُچھل کر کھڑا ہوگیا۔

"کھڑے ہی رہنا بہتر ہوگا!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑایا۔

تھوڑی دیر بعد بائیں جانب سے کسی وزنی گاڑی کے انجن کی آواز آئی تھی اور وہ چونک کر ادھر دیکھنے لگا تھا۔ آواز بتدریج قریب آتی جارہی تھی پھر ایسا معلوم ہُوا جیسے انجن بند کردیا گیا ہو۔

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ سفید چٹان کے پس منظر میں بالکل تصویر معلوم ہورہا تھا۔

کچھ دیر بعد بھاری قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ اس نے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کے دستے کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

قدموں کی چاپ قریب ہوتی جارہی تھی پھر جیسے ہی نشیب سے آنے والے کا سر اُبھرا۔ بدصورت آدمی کی پتلون کی جیب سے فائر ہُوا۔ گولی ٹھیک پیشانی پر بیٹھی تھی۔ شکار آواز نکالے بغیر نیچے لُڑھکتا چلا گیا۔

خوفناک چہرے والا چٹان کے سرے پر پہنچ کر اپنے اس کارنامے کے انجام کو توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا اور اس کی اُنگلی اس سُوراخ کو ٹٹولے جارہی تھی جو پتلون میں ہوگیا تھا۔ لاش کے سطح زمین پر پہنچتے ہی وہ بھی نشیب میں اُترنے لگا۔ لاش کے قریب ایک جیپ کھڑی نظر آئی۔

وہ لاش کی جامہ تلاشی لینے لگا اور پھر اُسے وہ چیز مل گئی جس کے ملنے کی توقع پہلے ہی سے تھی۔ یہ کسی چمک دار دھات کا ایک چھوٹا سا مثلث تھا جس کی دونوں اطراف میں بیشمار چھوٹے چھوٹے دائرے بنے ہوئے تھے اور وسط میں انگریزی کا حرف 'ٹ' سا کندہ تھا۔

اس نے وہ مثلث جیب میں ڈالا اور جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ کنجی اگنیشن میں موجود تھی۔ اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھ کر اس نے پھر ٹرانسمیٹر نکالا اور سوئچ آن کرکے بولا "ہیلو... آقائے شمس... ہیلو... وائی تھری کالنگ!"

ہیلو... وائی تھری... کیا رہا...؟

"کام بن گیا۔ اب میں اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھا ہُوا ہوں!"

"خوب! مشرق کی طرف چل پڑو۔ سڑک ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر ہے۔ سڑک پر تمہارا رُخ شمال کی طرف ہونا چاہیئے... اوور اینڈ آل!"

بدہیئت آدمی نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کرکے انجن اسٹارٹ کیا اور جیپ حرکت میں آگئی۔ سڑک پر پہنچ کر اس نے گاڑی شمال میں موڑ دی تھی۔

سڑک بڑی دشوار گزار تھی۔ ڈرائیونگ کی ذرا سی غلطی سینکڑوں فٹ کی گہرائی میں پہنچا سکتی تھی لیکن وہ کسی ماہر ڈرائیور کی طرح بڑی بے پروائی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ ٹھیک تیسرے میل پر ایک آدمی بیچ سڑک پر ہاتھ اُٹھائے کھڑا نظر آیا۔ جیپ کی رفتار کم ہوگئی اور پھر اس کے قریب پہنچ کر وہ رُک ہی گئی تھی۔

"آقائے شمس" وہ گاڑی کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔

بدصورت آدمی نے دوسری طرف کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا۔ اس نے گاڑی میں بیٹھتے وقت بدصورت آدمی کا تنقیدی جائزہ لیا تھا۔

وہ خود ادھیڑ عمر کا ایک بھاری بھر کم آدمی تھا۔ سر کے وسطی حصے پر بال نہیں تھے اور دونوں کنپٹیاں بالکل سفید تھیں۔

گاڑی دوبارہ حرکت میں آگئی۔

آقائے شمس کی نظر اس کی پتلون کے سُوراخ پر جمی ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے کھنکار کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ تو مناسب نہیں معلوم ہوتا!"

"اور اس کی کھوپڑی کے سُوراخ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ آقائے شمس!" بدصورت آدمی نے بھدا سا قہقہہ لگایا۔

"میرا نام شمس نہیں ہے۔ وقتی طور پر یہ نام استعمال کیا گیا تھا۔ تم مجھے علی نقی کہہ سکتے ہو!"

"شکریہ۔ میں وائی تھری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوں!"

علی نقی کچھ نہ بولا۔ گاڑی آہستہ آہستہ چلتی رہی۔ غالباً وہ متوقع تھا کہ علی نقی اس سلسلے میں اُسے کچھ ہدایات دے گا لیکن وہ خاموش ہی رہا۔

مزید کچھ فاصلہ طے ہوجانے کے بعد بولا تھا "اب داہنی جانب موڑ لو۔ سڑک نہیں ہے لیکن راستہ ناقابلِ گزر بھی نہیں ہے!"

جیپ بائیں جانب مڑ کر ناہموار راستے پر چلنے لگی۔ قریباً دس منٹ بعد اس سفر کا اختتام ایک چھوٹی سی عمارت کے قریب ہوا تھا۔

وہ دونوں جیپ سے اُتر کر اندر داخل ہوئے۔

"کیا تم غسل کرنا پسند کرو گے!" علی نقی نے اس سے پوچھا تھا۔

"یقیناً... اور پھر اب میں اس لباس سے بھی پیچھا چھڑانا... چاہتا ہوں!"

علی نقی ایک بار پھر اس کا جائزہ لیتا ہُوا پُرتفکر لہجے میں بولا۔ "ہوسکتا ہے تمہاری ناپ کا بھی کوئی سوٹ نکل آئے۔ میں دیکھتا ہوں۔ بہرحال۔ چلو میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھادوں!"

پھر آدھے گھنٹے بعد وہ کھانے کی میز پر ملے تھے۔ وائی تھری کے لیے جو لباس مہیا کیا گیا تھا' اس کی جسامت کے لیے قطعی موزوں نہیں تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تمہیں کل تک اسی لباس میں رہنا پڑے گا!" علی نقی نے کہا۔

وائی تھری نے بے پروائی ظاہر کرنے کے لیے شانوں کو جنبش دی اور بڑے انہماک سے کھاتا رہا۔

"کیا تم اس آدمی کو مار کر مطمئن ہو؟" علی نقی نے کچھ دیر بعد سر اُٹھائے بغیر سوال کیا۔

"اور جنرل کو بھی مطمئن کردوں گا!"

"جنرل سے رات کو یہیں مُلاقات ہوسکے گی۔ وہ آدمی جنرل ہی کا بھیجا ہُوا تھا لیکن مجھے علم تھا کہ اسے تمہارے ہاتھوں سے مارا جانا ہے!"

"علی نقی! میرا خیال ہے کہ تم غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرو۔ کیا کبھی تم نے عشق بھی کیا ہے؟"

"عشق!" علی نقی چونک کر اسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے اس بے تکلفانہ سوال نے اسے گہرا صدمہ پہنچایا ہو۔

"ہاں... ہاں..." وائی تھری، پلیٹ سے نظر ہٹائے بغیر سر ہلا کر بولا "بہتیرے ایسے بھی ہیں جنہیں مرتے دم تک عشق کرنے کا اتفاق نہیں ہوتا!"

"میرا خیال ہے کہ تمہیں بھی ذاتیات سے کوئی سروکار نہ رکھنا چاہیئے!"

"یہی ایک ایسا ذاتی مسئلہ ہے جسے کھُل کر اُچھالا جاسکتا ہے۔ حافظ، خیام حتیٰ کہ سعدی تک اس سے باز نہیں رہے۔ چیخ چیخ کر اپنے عشق کی داستانیں سناتے ہیں!"

"بہت خوب! تم ادبی ذوق بھی رکھتے ہو" علی نقی کے لہجے میں حیرت تھی۔

کچھ دیر کے بعد گاڑی شاہراہ جمشید پر مڑ گئی۔ یہاں زیادہ تر بڑی عمارتیں نظر آ رہی تھیں لیکن گھنی آبادی نہیں تھی اور عمارتیں ایک دوسری سے فاصلے فاصلے پر بنائی گئی تھیں۔

یہاں بھی اس نے ڈرائیور کو کچھ ہدایت دی تھی۔ دفعتہً گاڑی بائیں جانب والی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔

پورچ میں پہنچ کر ڈرائیور نے گاڑی روکی اور نیچے اُتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ گاڑی سے اُترا اور اِدھر اُدھر دیکھے بغیر آگے بڑھا۔ صدر دروازے کا ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنا چاہا لیکن وہ مقفل تھا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور پھر آن کی آن میں غائب بھی ہو گئے۔

ہاتھ اوپر اُٹھا کر اُس نے کال بیل کے بٹن پر اُنگلی رکھ دی پھر دروازہ اتنی جلدی کھلا تھا جیسے اس کے قفل کا تعلق پُش بٹن ہی سے رہا ہو۔

وہ اندر داخل ہُوا لیکن راہداری میں کوئی موجود نہیں تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ راہداری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

پھر ایک جگہ رُک کر بائیں جانب مڑا اور سامنے والے دروازے کا ہینڈل گھما کر اسے کھولتا ہُوا اندر داخل ہو گیا۔

اس کمرے میں ایک بہت بڑے ایکیوریم کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا جس میں قریباً چار فٹ لمبی ایک بام مچھلی تیرتی پھر رہی تھی وہ اس ایکیوریم کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ بام مچھلی اس کے لیے کسی تبرک کی سی حیثیت رکھتی ہو۔ اچانک ایکیوریم سے آواز آئی "میں بہت تھکا ہُوا ہوں۔ فی الحال مجھے آرام کی ضرورت ہے۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"کرنل بہرام کل سے غائب ہے۔ اس کے سلسلے میں تشویش ہو گئی ہے۔"

"کون کرنل بہرام؟"

"میرا آدمی... جو انٹر سروسز انٹیلی جنس میں تھا۔"

"اوہ! اچھا میں سمجھ گیا تو پھر کیا چاہتے ہو؟" آواز آئی۔

"مجھے اس کے بارے میں معلوم ہونا چاہیے۔ فی الحال وہاں صرف وہی ایک آدمی میرا تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں آپ کو وہاں کے حالات سے باخبر نہ رکھ سکوں گا۔"

"اسے میں دیکھ لوں گا۔" آواز آئی۔ "لیکن تمہیں یہاں غیر ملکیوں کے داخلے پر نظر رکھنی ہے۔ اسلحے والی اسکیم کی ناکامی کے بعد اس کا امکان ہے۔ تم غالباً سمجھ گئے ہو گے۔"

"میری پریشانی کا باعث یہی ہے۔"

"فکر نہ کرو... یہ میری ذمے داری ہے۔ میں تمہیں وزیر اعظم دیکھنا چاہتا ہوں۔" آواز آئی۔

"شکریہ جناب۔"

"بس اب جاؤ... مجھے نیند آ رہی ہے۔"

اُس نے بام مچھلی کو فوجی انداز میں سیلوٹ کیا تھا اور عمارت سے نکلا چلا آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی پھر اسی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی جہاں سے روانہ ہو کر بام مچھلی والی عمارت میں پہنچی تھی۔

تین باوردی خادم گاڑی کی طرف لپکے۔ کسی نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور کسی نے اس سے ہیٹ اور چھڑی لے لی پھر وہ برآمدے کے زینوں پر چڑھ ہی رہا تھا کہ بائیں جانب سے چوتھا خادم نمودار ہُوا۔ اس کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک ٹرے تھی جس پر کسی کا وزیٹنگ کارڈ رکھا ہُوا تھا۔

اس نے وزیٹنگ کارڈ اٹھا کر دیکھا اور پھر نشست کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس طرح کارڈ پیش کیے جانے کا یہی مطلب تھا کہ جو کوئی بھی ہے فوری طور پر اس سے ملنا چاہتا ہے۔ یا کوئی بہت ہی اہم خبر لایا ہے۔

وہ نشست کے کمرے میں داخل ہُوا اور وہاں اس کے منتظر شخص نے آگے بڑھ کر اسے اس طرح تعظیم دی جیسے اس کا زرخرید ہو۔

"کیا بات ہے؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"بُری خبر ہے آقائی... ہمت نہیں پڑتی۔"

"کہو تکلف کی ضرورت نہیں۔"

"کسی نے کرنل بہرام کو گولی مار دی۔"

"کیا؟" وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"ہاں... آقائی... اس کی لاش ڈائریکٹوریٹ جنرل میں پہنچ گئی ہے۔"

"لاش کہاں سے ملی تھی؟"

"سرحد کے قریب ایک سفید چٹان والی پہاڑی ہے۔ اسی کے دامن میں کسی چرواہے نے دیکھی تھی۔"

"اچھا... اچھا..." اس نے وحشت زدگی کے ساتھ کہا۔ "یہ بتاؤ کہ اس کے پاس سے کیا کیا چیزیں برآمد ہوئی ہیں؟"

"ایک پرس جس میں کچھ رقم تھی اور شناخت نامہ۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔"

"پرس سے رقم کے علاوہ اور کیا برآمد ہُوا تھا؟"

"اور تو کچھ بھی نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ داہنے ہاتھ کی مٹھی بھینچ کر بولا۔ "جواد حیدر دیکھے گا کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔"

"آقائی! میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"اپنی آنکھیں کھلی رکھو... اور بس۔"

دوسرا آدمی احتراماً جھکا تھا اور کمرے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آقائے جواد حیدر کی گاڑی دوبارہ کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے نکلی تھی لیکن اب وہ خود ہی اسے ڈرائیو کر رہا تھا۔

چمکیلی دُھوپ دُور تک پہاڑیوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ وائی تھری صبح سے سڑک کے قریب والی چٹانوں میں چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے ادھر سے ملٹری کی گاڑیاں گزرتی دیکھی تھیں پھر سفید چٹان والی پہاڑی کی طرف سے ان کی واپسی کا بھی نظارہ کیا تھا۔ جب وہ کرنل بہرام کی لاش مُلیا آباد لے جائی جا رہی تھی۔ ان کی واپسی کے بعد ان کی کمین گاہ سے نکلا تھا اور دو اسٹروک انجن والی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر سفید چٹان والی پہاڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔

سڑک سُنسان پڑی تھی۔ منزلِ مقصود تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی کیونکہ موٹر سائیکل کو خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھاتا رہا تھا۔

موٹر سائیکل کو ایک جگہ چھپا کر سفید چٹان والی پہاڑی کے آس پاس ہی اپنے لیے بھی کوئی مناسب جگہ تلاش کرتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ لاش کے مُلیا آباد پہنچتے ہی وہ لوگ حرکت میں آ جائیں گے جن کے لیے کرنل بہرام اپنے مُلک سے غداری کا مرتکب ہوتا رہا تھا۔ کرنل بہرام کے پاس سے برآمد ہونے والا زیرولینڈ والوں کا شناختی نشان "مثلث" اس نے جنرل سے واپس لے لیا تھا اور اس وقت بھی وہ اس کی جیب میں پڑا ہُوا تھا۔

تقریباً چار گھنٹے تک وہ پہاڑی کے قریب کی چٹانوں میں چھپا رہا تھا۔ اپنے اندازے کی غلطی پر افسوس کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ کسی وزنی گاڑی کی آواز سُنائی دی۔ ایک بڑا سا ٹرک ٹھیک اُسی جگہ آ کر رُک گیا جہاں پچھلے دن کرنل بہرام نے اپنی جیپ روکی تھی۔ اس پر سے دو آدمی اُترے اور جھک جھک کر زمین پر کوئی چیز تلاش کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُنہیں کسی بہت چھوٹی سی چیز کی تلاش ہو۔

وائی تھری آہستہ آہستہ ان دونوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ چٹانیں ایسی ہی تھیں کہ وہ صرف بلندی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ نشیب میں کھڑے ہوئے کسی آدمی کی نظر اس پر نہیں پڑ سکتی تھی۔

پھر اس نے وہ مثلث نکالا جو کرنل بہرام کے پاس سے برآمد ہُوا تھا۔ جُوتے میں تلوے کے نیچے رکھ لیا۔ اس کے اپنے تجربے کے مطابق ایسا کرنے سے شناخت کرنے والا آپریٹس اسے ڈیٹکٹ نہیں کر سکتا تھا اور یہی ہُوا بھی۔ آپریٹس کی جھنجھناہٹ معدوم ہو گئی تھی لیکن جیسے ہی وائی تھری ان دونوں سے کچھ اور قریب ہُوا... جھنجھناہٹ پھر شروع ہو گئی۔ اس نے پُرمعنی انداز میں اپنے سر کو جنبش دی اور وہ مثلث دوبارہ جُوتے سے نکال کر جیب میں ڈال لیا۔ ادھر اس نے مثلث جُوتے سے نکالا تھا اور ادھر ان میں سے ایک آدمی یک بیک چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تھا۔

وائی تھری سمجھ گیا کہ اس کے پاس بھی مثلث کا ڈیٹکٹنگ آپریٹس موجود ہے۔ اس نے مثلث کو پھر نکالا اور چٹکی میں دبائے کھڑا رہا۔

دوسری طرف وہ آدمی جس نے چونک کر چاروں طرف دیکھا تھا دوسرے سے کچھ کہنے لگا تھا۔ دفعتہً وائی تھری ایسی جگہ جا کھڑا ہُوا جہاں سے وہ اُنہیں پوری طرح دکھائی دیتا۔ اُنہوں نے اُسے دیکھا اور ان کے ریوالور نکل آئے۔

"تم جو کچھ تلاش کر رہے ہو، میرے پاس ہے۔" اُس نے اُنہیں مخاطب کر کے اُونچی آواز میں کہا۔

"نیچے آؤ۔" ایک نے ریوالور کی نال کو جنبش دی۔

وائی تھری پُروقار انداز میں چلتا ہُوا اُن کے قریب پہنچا اور دو سو گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔

"گریڈون؟" اس نے اس آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ جو مثلث کے باہر نکلنے پر چونکا تھا۔

اس نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔ اور وائی تھری سے سوال کیا۔

"تم...؟"

"گریڈون۔" وائی تھری کا جواب تھا۔

"ثبوت۔"

وائی تھری نے شناخت کرنے والا آپریٹس نکال کر اُسے دکھایا۔ دونوں کے ریوالور جیبوں میں چلے گئے۔

اب وائی تھری نے وہ مثلث نکالا جو کرنل بہرام کے پاس سے برآمد ہُوا تھا۔

"آئی ایس آئی والوں سے پہلے ہی میں یہاں پہنچا تھا اور

تصویر کو ہاتھ میں لیے آہستہ آہستہ چلتا ہُوا کمرے سے نکلا اور راہداری میں پہنچ کر دائیں جانب مڑ گیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد ایک دروازے پر رُک کر دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

"دروازہ کھولو" لمبے آدمی نے اُونچی آواز میں کہا۔

"بب... باس" اندر سے آواز آئی اور جلد ہی دروازہ کھُل گیا۔ سامنے ایک سفید فام غیر مُلکی کھڑا سلیپنگ گاؤن پہن رہا تھا۔

"یس... بب... باس"

"ابھی اور اسی وقت اس تصویر کا ٹسٹ کرا کے بتاؤ کہ یہ میک اپ ہے یا اصل چہرہ"

"او کے... باس" اس نے ہاتھ بڑھا کر تصویر لے لی۔

"اور شالوٹ سے کہو یہاں ایک لاش ہے اسے فوراً ٹھکانے لگا دے"

"کک... کہاں باس؟"

"پچھلی والے کمرے میں"

اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

*

ہوٹل میں داخل ہونے سے قبل ہی وائی تھری کا پہلا میک اپ اُتر گیا تھا اور اب وہ ایک کھلنڈرے نوجوان کے رُوپ میں نظر آ رہا تھا۔ اب اسے دیکھ کر کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کبھی اس کا چہرہ ڈراؤنا بھی رہا ہوگا۔ ہوٹل میں اس نے اپنا نام لیمی رولاں درج کرایا تھا اور جب خاتون کاؤنٹر کلرک نے ٹوٹی پھُوٹی فرانسیسی میں اسے یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ وہ اس ہوٹل میں بہترین شامیں گزار سکے گا تو وہ ہنس کر بولا "میں تمہاری زبان میں تمہاری ہی طرح گفتگو کر سکتا ہوں"

"یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ آپ کو قطعاً کوئی تکلیف... نہ ہوگی"

"جانتی ہو ایسا کیوں ہے؟"

"نہیں... مجھے ضرور بتایئے" کاؤنٹر کلرک چہک رہی تھی۔

"مجھے تمہارے مُلک اور زبان سے بڑی محبت ہے۔ میں نے بچپن میں تمہارے شعرائے کے کلام کا فرانسیسی ترجمہ پڑھا تھا اور یہ تہیہ کر لیا تھا کہ تمہاری زبان ضرور سیکھوں گا تاکہ تمہاری خوبصورت شاعری کا صحیح لُطف اُٹھا سکوں"

"میں آپ کو جدید شعرائے کے مجموعے پیش کروں گی"

"بہت بہت... شکریہ"

اسی شام کو جب وہ ڈائننگ ہال میں پہنچا تو کاؤنٹر پر اس وقت بھی وہی لڑکی نظر آئی تھی۔ وہ اُسے دیکھ کر مُسکرائی۔ اور وائی تھری کاؤنٹر ہی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"تمہاری ڈیوٹی بہت لمبی ہے"

"ڈیوٹی؟ نہیں تو... میں خود ہی یہاں بیٹھی رہتی ہوں۔ مجھے اس سے دلچسپی ہے۔ دراصل یہ میرے چچا کا ہوٹل ہے"

"اوہو... تو تمہارا چچا بہت مالدار آدمی معلوم ہوتا ہے۔ یہ یہاں کے بہت بڑے ہوٹلوں میں سے ہے"

"یہاں کے سارے بڑے ہوٹل میرے چچا ہی کے ہیں اور وہ بھی عُلیا آباد کا سب سے بڑا آدمی ہے"

"اوہو... تب تو تم بہت خوش قسمت ہو۔ کیا نام ہے تمہارے چچا کا؟"

"آقائے جواد حیدر"

"میرے لیے اپنے چچا کا آٹوگراف ضرور لے لینا۔ میری آٹوگراف بُک میں ملکہ الزبتھ کے دستخط تک موجود ہیں"

"ضرور... ضرور... موسیو رولاں"

"کیا میں مادموزیل کا نام معلوم کر سکتا ہوں؟"

"یاسمین فرخ زاد" وہ مسکرا کر بولی "تم میرا پہلا نام لے سکتے ہو"

"تو پھر تم بھی مجھے لیمی ہی کہو گی"

"بڑی خوشی سے۔ کیا پیو گے؟"

"کافی"

"میں منگوائے دیتی ہوں۔ میں آج تک فرانس نہیں گئی۔ مجھے پیرس دیکھنے کا بڑا شوق ہے"

"آؤ... اور میری مہمان رہو۔ میرا باپ بھی ایک چھوٹا موٹا سرمایہ دار ہے لیکن مجھے سرمایہ داری سے نفرت ہے۔ میں تو حافظ یا عمر خیام بننا چاہتا ہوں"

"تمہارے خیالات بھی تمہاری ہی طرح خوبصورت ہیں"

"ہا... آ... اب میں تمہارے بارے میں کیا کہوں"

"کہو... کہو! میں سُن رہی ہوں" وہ دلآویز انداز میں مسکرائی اور کاؤنٹر سے لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے ایک پُش بٹن پر اُنگلی رکھ دی۔

"عمر خیام کی رُباعیات کی کچھ پینٹنگز میرے مکان میں لگی ہوئی ہیں۔ اس کی ایک ساقی کی شکل ہو بہو تم سے ملتی ہے۔ میں اب تک تمہارے ہی بارے میں سوچتا رہا ہوں"

"شکریہ! میرا بھی خیال ہے کہ میرے خدوخال کلاسیکی ہیں۔ لیکن یقین کرو کہ آج تک تمہارے علاوہ اور کسی نے بھی مجھ سے یہ بات نہیں کہی"

"تمہاری ان نیم خوابیدہ سی آنکھوں میں مجھے ہزاروں سال پُرانی کہانیاں دکھائی دیتی ہیں"

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ویٹر قریب آ کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔

"کافی" یاسمین نے اس سے کہا "یہیں لاؤ"

ویٹر واپس چلا گیا اور یاسمین وائی تھری سے بولی "تم کھڑے کیوں ہو۔ بیٹھ جاؤ"

وائی تھری عین اس کے سامنے والے اسٹول پر بیٹھ گیا۔

وہ چند لمحے خاموش رہ کر بولی "میں تمہیں علیا آباد کے میوزیم میں اپنے یہاں کے مصوروں کے کارنامے دکھاؤں گی۔ تم دیکھنا کہ اُنہوں نے کس انداز میں خیام کی رُباعیات اور حافظ کے اشعار کو نیا رُوپ دیا ہے"

"ضرور... ضرور... میری خوش قسمتی ہے کہ یہاں پہنچتے ہی تم جیسی مہربان خاتون سے مُلاقات ہو گئی"

"میں تمہیں یہاں کا چپہ چپہ دکھاؤں گی۔ یقین کرو تمہیں اپنی زبان اتنی روانی سے بولتے سُن کر مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ میں تمہیں اپنے معزز چچا سے بھی ملواؤں گی۔ تم خود ہی ان سے آٹوگراف لے لینا"

"مزید خوش قسمتی" وائی تھری نے طویل سانس لی۔

شاید اسے توقع نہیں تھی کہ بات اتنی جلدی بن جائے گی۔ اس ہوٹل میں اس نے قیام ہی اسی لیے کیا تھا کہ یہ جواد حیدر کی ملکیت تھا اور یہاں اس کی بھتیجی کاؤنٹر پر بیٹھتی تھی۔

کافی آئی اور دونوں کافی پیتے رہے۔ تصویروں سے وہ پھولوں کی طرف آئے اور یاسمین اسے اپنی پسند سے آگاہ کرتی رہی۔

پھر اچانک وائی تھری بولا "اگر مجھ سے کوئی بے وقوفی سرزد ہو جائے تو مجھے معاف کر دینا"

"میں نہیں سمجھی" یاسمین نے حیرت سے کہا۔

"میرے گھر والوں کا خیال ہے کہ میں اوّل درجے... کا بے وقوف ہوں"

"لیکن میں تو ایسا محسوس نہیں کرتی"

"شکریہ! میرے احباب بھی مجھے احمق ہی کہہ کر مخاطب کرتے ہیں"

"یقیناً وہ بڑے ہی لوگ ہوں۔ خیر! ہٹاؤ... میں سوچ رہی ہوں کیوں نہ اسی وقت سے تمہیں یہاں کی سیر کرانے کی شروعات کر دی جائے"

"یاسمین! میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں گا۔ صبح سے تنہائی نے مجھے تھکا دیا ہے"

"اچھا تو ہم گلبار چلیں گے اور وہیں رات کا کھانا کھائیں گے وہ بھی اپنا ہی ہے۔ وہاں پھولوں کی بہار دیکھنا"

"پھولوں سے مجھے والہانہ عشق ہے" وائی تھری بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

جنرل کی گاڑی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور وہ گاڑی سے اُتر کر صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے سے تھکن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور آنکھوں میں شدید ترین اُلجھن کے آثار تھے۔

سٹنگ رُوم میں پہنچ کر اس طرح صوفے پر گر پڑا جیسے ایک لمبی مسافت طے کر کے یہاں تک پہنچا ہو۔

پھر اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی اور دوسرے ہی لمحے میں ایک ملازم کمرے میں داخل ہو کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔

"علی نقی کو بھیج دو" جنرل نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

کچھ دیر بعد علی نقی کمرے میں داخل ہُوا۔

"تم نے دیکھا؟" جنرل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

علی نقی نے بوکھلا کر سر کو منفی جنبش دی۔

"بیٹھ جاؤ"

"شکریہ جناب" وہ سہمے ہوئے انداز میں ایک طرف بیٹھتا ہُوا بولا۔

"اس سے بڑی حماقت اور کیا ہو گی؟"

"جج... جی... ہاں... مگر..."

"شام کا کوئی اخبار دیکھا ہے؟"

"ابھی تک نہیں آقائی!"

"وائی تھری کی بات کر رہا ہوں۔ اُس نے پھر کسی کو مار ڈالا"

"یقیناً وہ دشمن کا کوئی ایجنٹ ہوگا"

"پوری بات سنو! لاش پولیس اسٹیشن کے قریب پائی گئی ہے"

"اوہ..."

"پھر دوسری حماقت یہ کہ اپنی تصویر مقتول کے کوٹ کے

کالر سے پن کرکے اس کی پُشت پر لکھ دیا ہے "مقامی پولیس کو چیلنج۔ اس کا قاتل میں ہوں"۔

"خدا کی پناہ جناب! اس سے بڑی حماقت تو ہو ہی نہیں سکتی جناب"۔

"اوہ... وہ... جوّاد حیدر کے شبستان ہوٹل میں ٹھہرا ہے"۔

"وہ تو آقائی آپ ہی نے اُسے مشورہ دیا تھا"۔

"لیکن میں نے یہ مشورہ تو نہیں دیا تھا کہ وہ پولیس کو چیلنج کرتا پھرے۔ حد ہوگئی"۔

"واقعی بڑی عجیب بات ہے جناب"۔

"معلوم کرو کہ وہ ان حالات میں بھی وہیں مقیم ہے یا نہیں"۔

"بہت بہتر جناب"۔

علی نقی کمرے سے چلا گیا اور جنرل پاؤچ سے تمباکو نکال کر پائپ بھرنے لگا۔ پائپ سُلگا کر وہ صوفے کی پشت سے ٹک گیا۔ پھر پندرہ منٹ بعد علی نقی کی آمد ہی پر چونکا تھا۔

علی نقی بے حد خوش نظر آرہا تھا۔ جنرل نے اُسے گھُور کر دیکھا اور وہ جلدی سے بول پڑا۔

"وہ وہاں سرے سے گیا ہی نہیں"۔

"یہ اور بھی بُرا ہے۔ میں نے چاہا تھا کہ وہ میری ہی نظر میں رہے"۔

علی نقی کچھ نہ بولا۔ جنرل پُرتشویش نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی اور جنرل نے ریسیور اُٹھا لیا۔

"ہاں... کیا ہے؟"

"لاش پر پائی جانے والی تصویر سے متعلق ایک نئی خبر جناب! کسی پروفیسر تلگادا نے پولیس کو مطلع کیا ہے کہ لاش کے ساتھ پائی جانے والی تصویر میں صاحبِ تصویر کا اصل چہرہ نہیں معلوم ہوتا اگر پولیس... اوریجنل فوٹو گراف اس تک پہنچا سکے تو وہ اپنی تجربہ گاہ میں اپنے دعوے کا ثبوت پیش کر سکے گا"۔

"پروفیسر تلگادا کیا بلا ہے؟" جنرل نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ایک فرانسیسی ہے جو دس سال سے یہاں آباد ہے۔ سائنٹسٹ ہے۔ اپنی ذاتی تجربہ گاہ بھی رکھتا ہے"۔

"کیا پولیس نے تصویر اس کے حوالے کر دی؟"

"جی ہاں! اور پروفیسر نے ثابت کر دیا ہے کہ ناک اور گھنی مونچھیں مصنوعی ہیں"۔

"اوہ... اچھا... اور کچھ"۔

"بس اتنا ہی... جناب"۔

"ٹھیک ہے" کرنل نے کہہ کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ علی نقی اس دوران میں اسے بہت غور سے دیکھتا رہا تھا۔ جنرل اس کی طرف مڑ کر مسکرایا۔

"کوئی اچھی خبر ہے جناب؟"

"بہت اچھی علی نقی۔ کیا وائی تھری کی ناک اور مونچھیں مصنوعی لگتی تھیں"۔

"نہیں، جناب! میں نے اُسے بہت قریب سے دیکھا تھا"۔

"میرا بھی یہی خیال تھا کہ اس کا میک اپ حیرت انگیز تھا"۔

"میک اپ؟" علی نقی چونک پڑا۔

"ہاں، میک اپ۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی دوسرے میک اپ میں اسی ہوٹل میں مقیم ہوگا۔ اب ہم اس پر نظر رکھ سکیں گے"۔

"جب وہ اتنا کامیاب میک اپ کر سکتا ہے تو ہم اُسے کس طرح پہچانیں گے جناب؟"

"تم ایک بات بھُول رہے ہو۔ شبستان میں ٹھہرنے کا مشورہ میں نے ہی دیا تھا اور اُسے یہ بھی بتایا تھا کہ جوّاد حیدر کی ایک بھتیجی زیادہ تر کاؤنٹر ہی پر بیٹھی رہتی ہے۔ اس سے ربط بڑھانے کی کوشش کرنا"۔

"اوہ... جناب! واقعی میں تو بھُول گیا تھا"۔

"لہٰذا ہوٹل میں قیام کرنے والا جو شخص بھی لڑکی کے قریب زیادہ دیکھا جائے وہ وائی تھری ہوگا"۔

"آقائی سُورج ہیں اور ہم سب حقیر ذرّے۔ ہمیں آپ ہی سے تو روشنی ملتی ہے"۔

"اب میری پریشانی رفع ہوگئی" جنرل نے طویل سانس لی۔

❁ دوسری صبح لیمی رولاں (وائی تھری) نے اخبار کے پہلے ہی صفحے پر پروفیسر تلگادا کا انکشاف پڑھ کر ہلکا سا قہقہہ لگایا اور کچھ دیر خاموش رہ کر بڑبڑایا "پروفیسر تلگادا... میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ تمہیں قریب سے دیکھنے کی کوشش کروں گا۔ اور پھر ایسی حالت میں جب کہ میرے شکار کی لاش پولیس اسٹیشن کے قریب پڑی پائی گئی ہو۔ کہاں شاہراہِ جمشید کی گیارہویں عمارت اور کہاں پولیس اسٹیشن... ہونہہ... ڈ... ر..."۔

ناشتا اس نے کمرے ہی میں طلب کیا۔ کافی کی پیالی میں شکر گھول ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھایا۔

"صبح بخیر" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

"صبح بخیر یاسمین! میں تمہاری مہک فون پر بھی محسوس کر رہا ہوں"۔

"رات کیسی گزری؟"

"بہت خوبصورت۔ خواب میں پھُول ہی پھُول دیکھتا رہا جن میں یاسمین سب سے نمایاں تھا"۔

"تم بڑی اچھی باتیں کرتے ہو۔ میں اس وقت گھر سے بول رہی ہوں۔ دس بجے تک پہنچوں گی۔ تم تیار رہنا۔ میں تمہیں یہاں کی آرٹ گیلری دکھاؤں گی"۔

"میں بے چینی سے منتظر رہوں گا۔ اے بے داغ سفید پھول"۔ اس کے کان میں ایک پُرشور قسم کا بوسہ گونجا اور پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

ریسیور رکھ کر وہ کافی پینے لگا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر مسکرانے لگا اور پھر بائیں آنکھ دبا کر بولا "دیکھو بیٹے عمران! ذرا احتیاط سے۔ نادانستگی میں تم سے جو حماقتیں خواہ مخواہ سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ اُن سے بچنے کی کوشش کرنا۔ تنہا ہو پرائے دیس میں... اچھا تو میں دن بھر کی ممکنہ حماقتیں یہیں تنہائی میں کیوں نہ کر بیٹھوں... اوہ مشت... دیکھا جائے گا"۔

دس بجے یاسمین آ پہنچی تھی۔ وہ بھی باہر جانے کی تیاری کر چکا تھا۔

"تم بے حد عجیب آدمی ہو" وہ کمرے میں داخل ہوتی ہوئی بولی "کل ہی تو ہماری ملاقات ہوئی تھی لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں برسوں سے تمہیں جانتی ہوں۔ ہے نا عجیب بات"۔

"پھیلاتی رہو اپنی خوشبو۔ جب بھی تمہیں یاد کرتا ہوں۔ تمہاری باتوں کی خوشبو میرے پورے وجود پر طاری ہو جاتی ہے۔ باتیں کرنے کا اتنا خوبصورت انداز میں نے آج تک کسی لڑکی میں نہیں پایا۔ بیٹھ جاؤ۔ کیا پیوگی؟"

"بس باہر ہی کھائیں گے"۔

"اچھا تو چلو"۔

دونوں کمرے سے نکلے۔ زینے طے کرکے ڈائننگ ہال سے گزرتے ہوئے پورچ میں آئے۔ یہاں یاسمین کی اسپورٹ کار کھڑی تھی۔

"تمہاری ڈرائیونگ بھی بہت عمدہ ہے" عمران نے اس سے کہا۔ "کل شام اس کا اندازہ ہُوا تھا۔ سہانے گلبار کی شام یاسمین کے ساتھ کبھی نہ بھُلا سکوں گا"۔

"تم ان پھُولوں کے درمیان ڈریم لینڈ کے شہزادے معلوم ہو رہے تھے۔ جب تم یہاں سے جانے لگو گے تو میں تم سے نہیں ملوں گی"۔

"کیوں؟"

"میں بہت جلد رو پڑتی ہوں اور دوسرے میرا مضحکہ اُڑاتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دوں"۔

"میرا بھی یہی دل چاہتا ہے"۔

"اچھا تو پھر ہم دونوں یہی کریں گے"۔

"ضرور۔ ضرور" عمران سر ہلا کر بولا۔

اسپورٹ کار تیزی سے راستہ طے کر رہی تھی۔ یاسمین ہی ڈرائیو کر رہی تھی اور عمران اس کے قریب بیٹھا ہونقوں کی طرح چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" یاسمین بولی۔

"مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سب کچھ پہلے بھی دیکھ چکا ہوں حالانکہ یہاں پہلی بار آیا ہوں"۔

"ایسا ہوتا ہے۔ تم ایسی فضاؤں کے بارے میں سوچتے رہے ہو گے۔ اسی لیے اجنبیت نہیں محسوس کرتے"۔

"تم ذہین بھی ہو خوبصورت پھُول اور ذہانت کی خوشبو مجھے بہت متاثر کرتی ہے کیونکہ خود اوّل درجے کا بے وقوف ہوں"۔

"بے وقوف نہیں بلکہ سادہ لوح کہو۔ مجھے ایسے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں جو چالاک بننے کی کوشش نہ کرتے ہوں"۔

"تم خود بھی تو ایسی ہی ہو"۔

"چالاک بن کر کیا کروں گی۔ ضرورت ہی کیا ہے۔ سیدھے سادے آدمیوں کی طرح زندہ رہو اور خوشیاں سمیٹتے رہو۔ دوسروں کی چالاکی ہمیں اسی لیے دل گرفتہ کر دیتی ہے کہ ہماری چالاکی مات کھا گئی"۔

"واقعی بہت ذہین ہو"۔

آرٹ گیلری میں پہنچ کر وہ بچوں کی طرح متحیّرانہ انداز میں چاروں طرف نظریں دوڑاتے پھر رہے تھے۔ قدیم اور جدید مصوّروں کے بے شمار کارنامے یہاں بکھرے ہوئے تھے۔

عمران تصاویر کے قریب رُک کر ان سے متعلق اظہارِ خیال کرتا۔

"مصوّری کے بارے میں تمہارا تنقیدی شعور بھی حیرت انگیز ہے" یاسمین بولی۔

دفعتہً عمران، عمر خیام کی ایک رُباعی کے قریب رُک کر اس کی طرف مُڑا "یہ دیکھو! ذرا اس ساقی کو دیکھو۔ کیا تم سے مشابہ

نہیں ہے۔"

"میرے خدا!" یاسمین چونک پڑی۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔"

"میری خواب گاہ میں اسی کی نقل آویزاں ہے۔ میں نے تم سے جھوٹ تو نہیں کہا تھا۔"

"تو آج تم نے مجھے دریافت کیا ہے۔" یاسمین اس کی سنجیدگی پر ہنس پڑی۔

"کاش! میں تمہیں ایسے ہی لبادے میں دیکھ سکتا اور تم میری طرف ٹھنڈے پانی کا گلاس بڑھا رہی ہوتیں۔"

"ٹھنڈا پانی کیوں؟" وہ ہنس پڑی۔

"ایسے مواقع پر ٹھنڈا پانی ہی پینا پڑتا ہے۔"

"میں نے ابھی تک تمہیں شراب طلب کرتے نہیں دیکھا۔"

"میں نہیں پیتا۔"

"یہ بھی میرے لیے حیرت انگیز ہے۔"

"یسوع مسیح نے منع کیا ہے اس لیے نہیں پیتا۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ تم اتنے مذہبی ہو گے۔" یاسمین نے مایوسی سے کہا۔

"کیا مذہبی ہونا بُری بات ہے۔"

"نہیں، یہ بھی نہیں کہتی۔"

"کیا تم پیتی ہو؟"

"کبھی پورٹ یا شیری پی لیتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تمہارے پیغمبر نے بھی شراب پینے کو منع کیا ہے۔ میں نے کہیں پڑھا تھا۔"

"بس اب زیادہ بور مت کرو۔"

"دیکھو نا۔ میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ کبھی کبھی بیوقوفی کی باتیں بھی کرنے لگتا ہوں۔"

"ویسے میرا خیال ہے کہ آج سے میں شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی کیونکہ ایک عیسائی نے میرے پیغمبر کا حوالہ دیا ہے۔"

"کیا بُرا مان گئیں؟" وہ بوکھلا کر بولا۔

"بالکل نہیں۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں۔ اللہ اس کا رسول اور شیرِ خدا مجھے معاف کرے۔"

"واقعی میں نے تمہیں بور کر دیا۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ چلو اب میں تمہیں ایک اور ایسے ہوٹل میں لے چلوں گی جو یہاں کی بہترین تفریح گاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔"

"وہ بھی تمہارے چچا ہی کا ہے؟"

"ہاں۔"

باہر نکل کر وہ پھر اسپورٹ کار میں بیٹھے اور عمران نے اس کے عقب نما آئینے کو اس طرح ایڈجسٹ کیا کہ وہ خود بھی اس پر نظر رکھ سکے۔ کیونکہ شبستان سے نکلتے ہی اس نے محسوس کیا تھا کہ اُس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ نیلے رنگ کی ایک ووکس ویگن مسلسل پیچھے لگی رہی تھی اور اب بھی وہ اسے بخوبی دیکھ سکتا تھا۔

نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتے ہوئے اس نے کنکھیوں سے یاسمین کو دیکھا۔ وہ کچھ کھوئی کھوئی سی نظر آ رہی تھی۔

"میں نے واقعی تمہارا موڈ چوپٹ کر دیا۔ معافی چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"چھوڑو... ختم کرو۔ پُرانی بات ہوئی۔"

"ویسے میں ایک بڑی عمدہ بات سوچ رہا تھا۔"

"کیا بات؟"

"تم خود اپنا ایک اسنیک بار کیوں نہیں کھول لیتیں۔ اُسے مشرقی طرز پر سجاؤ اور خود وہاں وہی قدیم لباس پہن کر بیٹھو جس میں تم عمر خیام کو شراب دے رہی تھیں۔ یقین کرو وہاں مغرب کے سیاحوں کی بھیڑ رہا کرے گی کیونکہ وہ مشرق میں مشرقیت دیکھنے آتے ہیں۔"

"خیال اچھا ہے لیکن میرے باپ اتنے مالدار نہیں ہیں۔ تمہیں سُن کر حیرت ہوگی کہ ہم گیارہ بھائی بہن ہیں۔ اتنے بڑے کنبے میں ایسی بچت کیسے ہو سکتی ہے۔ جسے کسی بڑے کاروبار میں لگایا جا سکے۔"

"ہاں، یہ بات تو ہے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ تم گیارہ ہو۔ میرا باپ تو مجھ ایک کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ نہ جانے کیوں اس کے چہرے پر دوبارہ اضمحلال طاری ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بولی۔ "میرا چچا ان گیارہ میں سے صرف مجھے پسند کرتا ہے۔ باپ سے بھی اس کی لڑائی ہے۔ دونوں بھائی ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے۔"

"یہ تو بُری بات ہے۔ ہاں تو تم مجھے اپنے چچا سے کب ملاؤ گی؟"

"میں ان سے ذکر کروں گی۔ بے حد مصروف آدمی ہیں۔ مجھ سے اس لیے خوش ہیں کہ میں ان کے کاروبار میں دلچسپی لیتی ہوں۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔"

گاڑی پھر ایک ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ یہاں سوئمنگ پول کے چاروں کناروں پر میزیں لگی ہوئی تھیں جن کے اوپر بڑے بڑے سائبان تھے۔

عمران نے ووکس ویگن کو بھی کمپاؤنڈ میں پارک ہوتے دیکھا۔ اس میں سے ایک طویل قامت نوجوان برآمد ہوا تھا۔

"میں ایک کال کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے یاسمین سے کہا۔

"یہاں کسے کال کرو گے۔ میرے علاوہ اور کسے جانتے ہو؟"

"ائیر پورٹ، میرا ایک سوٹ کیس رہ گیا تھا۔ معلوم کرنا ہے ملا یا نہیں۔ مل گیا ہوگا تو شبستان کے لیے کہہ دوں گا۔"

"وہ سامنے بوتھ ہے۔ تم کال کرو۔ میں اندر منیجر کو کچھ ہدایات دوں گی۔" یاسمین نے کہا اور عمران کو وہیں چھوڑ کر چلی گئی۔

بوتھ میں پہنچ کر عمران نے دروازہ بند کیا اور جنرل کے نمبر ڈائل کیے۔

"وائی تھری۔" جواب ملنے پر اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اوہ... تم کہاں ہو؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"تھوڑی دیر بعد آپ کو اطلاع مل جائے گی۔" عمران نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "نیلی ووکس ویگن پیچھا نہیں چھوڑ رہی۔"

"کیا مطلب؟"

"دیکھیے جنرل صاحب! اگر نادانستگی میں آپ کا کوئی آدمی میرے ہاتھوں مارا گیا تو ذمے داری مجھ پر نہ ہوگی۔"

"آخر تم نے وہ احمقانہ حرکت کیوں کی تھی؟"

"فون پر اس کے متعلق گفتگو نہیں کر سکتا لیکن آپ کو یہ طریقہ ترک کرنا پڑے گا۔ نیلی ووکس ویگن واپس منگوا لیجیے۔"

"خیر... اچھا... اچھا۔ مجھ سے جلد ملنے کی کوشش کرو۔"

"شکریہ! جلد ہی ملوں گا۔"

سلسلہ منقطع کر کے وہ بوتھ سے باہر نکل آیا۔ نیلی ووکس ویگن والا بوتھ کے قریب ہی کھڑا نظر آیا تھا۔

عمران اس کی طرف توجہ دیے بغیر باہر بائیں جانب والے سائبان کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سوئمنگ پول میں نوجوان لوگ ڈائیو کر رہے تھے۔ ان میں خوش رنگ اور متناسب جسموں والی لڑکیاں بھی تھیں۔

وہ سائبان کے نیچے پہنچا ہی تھا کہ یاسمین واپس آتی دکھائی دی۔ اس کے پیچھے ایک آدمی مؤدبانہ چلا آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے عمران سے پوچھا۔

"کس طرف بیٹھنا چاہتے ہو؟"

"جہاں دل چاہے بیٹھ جاؤ۔ میرے پاس سوئمنگ ڈریس ہوتا تو میں بھی غسل کا لُطف اُٹھا سکتا تھا۔"

"وہ بھی مہیا کر دیا جائے گا۔ تو پھر پہلے غسل ہی کر لو پھر کھائیں گے۔ میں بھی تھوڑی سی ڈائیونگ کرنا چاہتی ہوں۔"

وہ پھر چلی گئی تھی۔ شاید غسل کا لباس فراہم کرنے کے لیے۔

عمران سائبان کے نیچے ہی بیٹھا رہا۔ نیلی گاڑی والا پھر دکھائی دیا۔ وہ بھی اسی سائبان میں چلا آیا تھا۔ عمران کے قریب ہی کی ایک میز کے سامنے بیٹھ گیا۔

یاسمین واپس آئی تو عمران آہستہ سے بولا۔ "پہلے میری ایک بات سُن لو۔"

"ہاں! کیا ہے؟" وہ رازدارانہ انداز میں اپنا کان اس کے مُنہ کے قریب لے گئی۔

"اگر میں نے تمہیں غسل کے لباس میں دیکھ لیا تو پھر میرا فرانس واپس جانے کو دل نہ چاہے گا۔"

وہ سیدھی کھڑی ہو کر ہنس پڑی اور پھر بولی۔ "میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ کہیں تمہیں غسل کے لباس میں دیکھ کر مجھے قے نہ ہو جائے۔ مرد اسی وقت تک اچھے لگتے ہیں جب تک وہ پورے کپڑے پہنے ہوں۔ بھلا ان کے جسموں میں خوبصورتی کی کون سی چیز ہوتی ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ بڑی عمدہ بات کہی تم نے مردوں سے زیادہ بے ہنگم جانور خدا نے پیدا نہیں کیے۔ میں نے ایک بار پیرس میں ایک ایسا لمبا اور دُبلا پتلا آدمی دیکھا تھا جو پانی میں تیرتے وقت بالکل بام مچھلی معلوم ہوتا تھا۔"

"اگر تم کہو تو یہاں بھی تمہیں ایک ایسا آدمی دکھا سکتی ہوں۔ وہ ایک بہت بڑا پامسٹ اور نجومی ہے جو حکم لگا دیتا ہے وہی ہوتا ہے اور بڑی عجیب بات ہے کہ اس نے ایک بام مچھلی بھی پال رکھی ہے۔"

"تم نے اپنے مستقبل کے بارے میں بھی اس سے کچھ پوچھا؟"

"نہیں۔ مجھے تو وہ بہت سوّر معلوم ہوتا ہے۔ ویسے میرے چچا اس کا بہت احترام کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کوئی مافوق الفطرت ہستی ہو۔"

"بام مچھلی کی کیا بات کہی تھی؟"

"میں نے چچا سے سُنا تھا کہ اس نے یہاں ایک بہت بڑے ایکویریم میں ایک چار فٹ لمبی بام مچھلی تیرتی رہتی ہے اور اس کا جسم بھی بام مچھلی ہی کی طرح لچکیلا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے جسم میں ہڈیاں ہی نہ ہوں... خود چچا کا خیال ہے کہ وہ اس بام مچھلی سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔"

"اب تو اسے دیکھنے کو دل چاہنے لگا ہے۔ واقعی عجیب ہوگا۔ وہ کہاں رہتا ہے؟"

"یہ تو نہیں بتایا چچا نے۔"

"خیر ہوگا... اب کیا پروگرام ہے؟"

"کھانا کھا کر یہیں آرام کریں گے"

"جہاں آرام کرنا ہے۔ وہیں کھانا کیوں نہ کھائیں"۔ عمران نے کنکھیوں سے نیلی کار والے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اسے مایوس کر دینا چاہتا تھا۔

"چلو یہی سہی" وہ اُٹھتی ہوئی بولی۔

❖

پروفیسر تلگادا کی تجربہ گاہ شہر سے باہر تھی۔ دس گیارہ سال سے وہ یہاں مقیم تھا اور یہاں کی حکومت نے اس کے تحقیقی کاموں کے سلسلے میں آسانیاں فراہم کی تھیں۔

تلگادا پُرتگالی تھا لیکن عام طور پر لوگ اُسے فرانسیسی سمجھتے تھے کیونکہ وہ فرانسیسی بھی بڑی روانی سے بول سکتا تھا۔

اس کے ساتھ اس کی جوان العمر بیوی ماریانا بھی تھی۔ بچے نہیں تھے۔ خود پروفیسر پچاس سال سے کم کا نہ رہا ہوگا۔

پروفیسر اس وقت اپنی تجربہ گاہ میں وائٹ تھری کی تصویر پر کچھ مزید تجربات کر رہا تھا۔

مقامی پولیس نے اس سے استدعا کی تھی کہ وہ کسی طرح اس تصویر کے صحیح خد و خال کی بھی نشاندہی کرنے کی کوشش کرے۔

دفعتہً تجربہ گاہ کا دروازہ کھلا اور ایک دُبلا پتلا اور لمبا آدمی اندر داخل ہُوا۔

پروفیسر چونک پڑا۔ نہ صرف چونک پڑا تھا بلکہ اس کے چہرے پر خوفزدگی کے آثار بھی نظر آئے تھے۔

"تت... تم... اندر کس طرح آئے"

"مسز تلگادا کو ڈھونڈتا پھر رہا ہوں"

"مجھے بے ہودہ مذاق پسند نہیں ہے۔ بتاؤ اندر کیسے آئے۔ سارے دروازے مقفل تھے"

"میں ہوا بن کر دروازوں کے رخنوں سے بھی گزر سکتا ہوں مگر ماریانا کہاں ہے؟"

"بکواس مت کرو۔ نکل جاؤ یہاں سے"! پروفیسر نے اُسے للکارنے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز میں خوف کی لرزش بدستور موجود تھی۔

"میں تمہارا باس ہوں تلگادا۔ میرا احترام کرو"

"میں ٹی تھری بی کے علاوہ اور کسی کو جوابدہ نہیں"

"تم سنگ ہی کے غلام ہو تلگادا۔ مجھے درمیان میں لائے بغیر تم ٹی تھری بی سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے"

"میں کہتا ہوں چلے جاؤ یہاں سے گندے پیلے سور"

"میں تمہاری بدکلامی کا بُرا نہیں مانوں گا کیونکہ تم ایک بہت خوبصورت بیوی کے شوہر ہو" سنگ نے سفاک سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

تلگادا ایک بڑا سا ہتھوڑا اُٹھا کر سنگ کی طرف جھپٹا لیکن دوسرے ہی لمحے میں ہتھوڑا تو اُچھل کر دُور جا گرا اور سنگ کسی آکٹوپس کی طرح اس سے چمٹتا ہُوا بولا "گرفت بتدریج سخت ہوتی جائے گی اور بالآخر تمہاری پسلی کی ہڈیاں چٹاچٹ ٹوٹنے لگیں گی۔ میری گرفت میں بتدریج دباؤ محسوس کرنے کی کوشش کرو تلگادا"

ذرا ہی سی دیر میں تلگادا اس طرح چیخنے لگا تھا جیسے سچ مچ موت کے شکنجے سے بچ نکلنے کے لیے دیوانہ وار جدوجہد شروع کر دی ہو۔

"بتاؤ... ماریانا کہاں ہے؟"

"بڈ روم... بڈ روم کے... نیچے والے تہ خانے... وہ تم... سے ڈرتی ہے... اس پر رحم کرو"

سنگ اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔

تلگادا کی آنکھیں بند تھیں اور وہ کھڑا اس طرح جھوم رہا تھا جیسے بہت زیادہ پی گیا ہو۔ سانسیں چڑھی ہوئی تھیں پھر وہ دفعتہً فرش پر آ رہا۔ سنگ خاموشی سے باہر نکل گیا۔ پل بھر کے لیے مُڑ کر بھی نہیں دیکھا تھا کہ تلگادا پر کیا گزری۔

تلگادا چند لمحے آنکھیں بند کیے پڑا رہا پھر کسی زخمی جانور کی طرح گھسٹتا ہُوا ایک جانب بڑھنے لگا۔ کھڑے ہونے کی سکت شاید اب بھی نہیں تھی۔

بائیں جانب والی دیوار کے قریب پہنچ کر اس نے ایک ذیلی سوئچ بورڈ کا سُرخ پش بٹن دبایا۔ ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی اور سوئچ کے برابر ہی دیوار سے ایک خانہ برآمد ہُوا جس میں سیاہ رنگ کی چھوٹی سی مشین نصب تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا سوئچ آن کیا۔ ہلکی سی آواز جو ہواؤں کے مدھم سے شور سے مشابہ تھی کمرے میں گونجی پھر وہ آہستہ آہستہ ایک چھوٹی سی چرخی کو گردش دینے لگا ساتھ ہی کہتا جا رہا تھا "ہلو مادام... ٹی تھری بی ہلو... ہلو مادام ٹی تھری بی"

اچانک اس مشین سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے بہت سے کُتے بھونک رہے ہوں۔

پھر اُس نے پُشت پر قہقہے کی آواز سُنی اور کسی چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح پلٹ پڑا۔

سنگ دروازے میں کھڑا ہنس رہا تھا۔ تلگادا اُسے متنفر آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

"پروفیسر" سنگ مضحکانہ انداز میں بولا "میری ہر بات پر یقین

رکھو ورنہ غارت ہو جاؤ گے"

تلگادا کچھ نہ بولا۔ سنگ نے آگے بڑھ کر اس انوکھی وضع کے وائرلیس کا سوئچ آف کر دیا۔

اس کے بعد تلگادا کو سہارا دے کر اُٹھاتا ہُوا بولا "بالکل پاگل ہو۔ ماریانا جہاں تھی وہیں ہے۔ میں نے اس سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ اب کوئی بھی براہ راست مادام سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو۔ ماریانا مجھے اچھی لگتی ہے لیکن میں اسے تم سے جُدا نہیں کروں گا۔ تم دراصل وہمی ہو۔ اس ڈر سے اس کو باہر نہیں نکلنے دیتے کہ کہیں وہ کسی جوان آدمی سے متاثر نہ ہو جائے"

"یہ جھوٹ ہے"

"ہو سکتا ہے" سنگ اُسے سہارا دیتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھاتا ہُوا بولا "میرے آدمیوں میں سے ایک اور مارا گیا۔ اس کی لاش ہال میں موجود ہے اور اس لاش کے ساتھ بھی وہی تصویر پائی گئی ہے"

"آخر وہ کون ہے؟"

"تمہیں کسی نہ کسی طرح اس کے صحیح خد و خال واضح کرنے ہیں"

"کوشش کر رہا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی"

سنگ اسے ہال میں لایا جہاں پر ایک لاش پڑی ہوئی تھی۔

"یہ بھی مثلث ہی کی وجہ سے مارا گیا کیونکہ اس نامعلوم آدمی کے پاس ایک آئیڈنٹیٹی فارم موجود ہے للذا اب تم گرینڈ ٹو کے سامنے آدمیوں سے مثلث واپس لے لو"

"بب... بہت اچھا" تلگادا ہکلایا۔

"اور کبھی ماریانا کو ساتھ لے کر باہر بھی نکل جایا کرو ورنہ مقامی حکام خواہ مخواہ تم سے متعلق شبہات میں مبتلا ہو جائیں گے"

"مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔ میں درخواست کرتا ہوں"

"آخر کیوں؟"

"تم سے مطلب" پروفیسر حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ سنگ کی مسکراہٹ غصہ ہی دلانے والی تھی۔

"وہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ کتنی بار کہوں۔ اس گھٹے ہوئے ماحول میں وہ اپنی تازگی کھو بیٹھے گی"

"او... خدا" پروفیسر دانت پیس کر اپنا سر پیٹتا ہُوا بولا "میں نے اس نطفۂ ناتحقیق کو ہلاک کیوں نہیں کر دیا"

"اب کوشش کر کے دیکھو"

سنگ بالکل بچوں کے سے انداز میں اُسے چھیڑ رہا تھا۔

پروفیسر پاگلوں کی طرح چیختا اور اپنے بال نوچتا رہا۔

❋ رات کے دس بجے تھے۔ ڈائننگ ہال سے اُٹھ کر عمران اپنے کمرے میں آیا۔ یاسمین گھر جا چکی تھی۔ رات کا کھانا بھی اس نے عمران کے ساتھ کھایا تھا۔

سرِشام اُن کی واپسی ہوئی تھی اور عمران اس کے ساتھ ڈائننگ ہال ہی میں بیٹھا رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہو کر اس نے چاروں طرف متجسسانہ نظر ڈالی اور سُوٹ کیس پر نظر پڑتے ہی اندازہ کر لیا کہ اس کی عدم موجودگی میں کسی نے کمرے میں داخل ہو کر سامان کی تلاشی لی تھی۔

صبح یاسمین کے ساتھ جانے سے پہلے اس نے اپنے سامان پر کچھ ایسی نشانیاں چھوڑی تھیں جن کے ایک آدھ انچ اِدھر اُدھر ہونے کی بنا پر وہ آسانی سے اس نتیجے پر پہنچ سکتا کہ اس کی عدم موجودگی میں اُسے ہاتھ لگایا گیا ہے۔

دروازہ بولٹ کر کے وہ سوٹ کیس کے قریب آیا اور اس کا ڈھکنا اُٹھاتے ہی وہ چیز بھی نظر آ گئی جو نہ تو اس کی ملکیت تھی اور نہ پہلے سے سُوٹ کیس میں موجود تھی۔

یہ ایک چھوٹا سا وائر ریکارڈر تھا۔

"ہوں" وہ آہستہ سے بڑبڑایا "تو یہ بات ہے۔ کیوں حماقتیں کر رہے ہو پیارے۔ تم باز نہیں آؤ گے"

وائر ریکارڈر اُٹھا کر اس نے اس کا ڈسپلے بٹن دبایا اور پھر اُسے کان کے قریب لے جا کر سننے لگا۔

آواز آ رہی تھی "ہیلو وائٹ تھری۔ تم اس پروفیسر تلگادا کے متعلق ضرور کچھ جاننا چاہو گے لہٰذا سُنو! یہ دس سال قبل پُرتگال کی ایک یونیورسٹی سے یہاں آیا تھا۔ ماہر برقیات ہے۔ ہماری حکومت سے بھی وظیفہ لے رہا ہے لیکن اس کا اس طرح اچانک سامنے آنا مجھے شبہے میں ڈال رہا ہے تمہیں آگاہ کیا جا رہا ہے اگر مناسب سمجھو تو اسے چیک کرو۔ کوئی پیغام مجھے دینا چاہو تو اسے ریکارڈ کر کے اس ریکارڈر کو کسی ردی کاغذ میں لپیٹ کر کل صبح ٹھیک آٹھ بجے ہوٹل کے پورچ والے ڈسٹ بن میں ڈال دینا۔ اوور"

عمران نے جنرل کی آواز پہچان لی تھی۔ اس نے وائر کو ریوائنڈ کیا اور ریکارڈر کو مُنہ کے قریب لا کر آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔

"توجہ کا شکریہ! پروفیسر نے جس لاش کے ساتھ پائی جانے والی تصویر کے بارے میں اظہارِ خیال کیا تھا وہ پولیس اسٹیشن کے ڈیپ نہیں پھینکی تھی۔ وہاں کس طرح پہنچی؟ اخبار میں چھپی ہوئی تصویر

سے میرے میک اپ کا سُراغ پالینا نا ممکن ہے البتہ کیمرا فوٹو کا الیکٹرونک ٹسٹ میک اپ کی نشان دہی کر سکتا ہے لہٰذا وہ الاٹش تصویر ٹسٹ کر لینے کے بعد ہی پولیس اسٹیشن کے قریب پھنکوا دی گئی ہوگی، جہاں میں نے اُسے پھینکا تھا وہ جگہ پولیس اسٹیشن سے صرف دو میل کے فاصلے پر ہے۔ دراصل یہ حرکت اسی کے لیے کی گئی ہے کہ میں پروفیسر پروھا والوں کر اُن لوگوں کے جال میں پھنس جاؤں۔ اس لیے فی الحال آپ لوگ بھی اس سے دُور رہیئے۔ میں مناسب وقت پر اُسے بھی دیکھ لوں گا۔"

وائر ریکارڈر کو اس نے پھر سوٹ کیس میں ڈال دیا اور کپڑے اُتارنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے ریسیور اٹھا کر بُرا سا منہ بنایا اور ماؤتھ پیس میں کراہا۔ "ہیلو۔۔"

"ہائیں۔۔۔ کیا تم بیمار ہو؟" دوسری طرف سے یاسمین کی آواز آئی۔

"اوہو۔۔۔ تم ہو۔۔۔ نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ کیا تم گھر پہنچ گئیں۔۔۔؟"

"نہیں ابھی چچا کے گھر سے بول رہی ہوں۔ وہ تم سے اسی وقت ملنا چاہتے ہیں۔"

"کیوں کیا بات ہے؟"

"بات دراصل یہ ہے کہ انہیں میری اور تمہاری دوستی پر حیرت ہے۔"

"ہائیں! کیوں۔۔۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں۔"

"نہیں! یہ بات نہیں۔ دراصل میں بہت ہی چڑچڑی اور بددماغ مشہور ہوں۔ آج تک میں نے کسی مرد کو اس حد تک منہ نہیں لگایا تھا کہ اس کے ساتھ گھومتی پھروں۔"

"اب تو مارے گئے۔" عمران ماؤتھ پیس کو ہتھیلی سے بند کر کے بڑبڑایا۔

"ہیلو۔۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہیلو۔" عمران نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

"وہ اسی وقت ملنا چاہتے ہیں۔ اس لیے تمہیں ملنا پڑے گا۔ ورنہ وہ اپنی سخت توہین محسوس کریں گے۔"

"کیا وہ قریب ہی کہیں موجود ہیں۔ تم کہاں سے فون کر رہی ہو؟"

"کافی دُور سے۔ وہ کسی دوسرے کمرے میں ہیں اور وہاں سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہوگی کہ تم اس بدہیئت آدمی کو بھی دیکھ سکو گے جو بام مچھلی سے مشابہ ہے۔ وہی نجومی۔ وہ اس وقت چچا کے ساتھ ہے۔"

"تو پھر میں کہاں آؤں۔"

"گاڑی بھیج دی گئی ہے۔ عنقریب کوئی تمہارے کمرے کے دروازے پر دستک دے گا۔"

"اچھا۔ میں منتظر رہوں گا۔" عمران نے کہا اور ریسیور رکھ کر پھر سوٹ کیس کی طرف جھپٹا اور اس میں سے وائر ریکارڈر نکال کر اُسے بڑی پھرتی سے پلاسٹک کی تھیلی میں پیک کرتا ہوا بالکونی میں آگیا۔ دروازے کی بائیں جانب کاکٹس کا گملا رکھا ہوا تھا۔ فوراً ہی وائر ریکارڈر اس کی گیلی مٹی میں دفن کر دیا گیا۔ جنرل نے اُسے ڈسٹ بن میں ڈالنے کا وقت دوسری صبح آٹھ بجے معین کیا تھا۔ اس لیے اس کی عدم موجودگی میں وہ سُوٹ کیس میں بھی نہیں چھوڑا جا سکتا تھا اور ساتھ رکھنا بھی خطرے سے خالی نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ ایک ایسی جگہ جانے والا تھا جہاں سنگ کی موجودگی کی اطلاع پہلے ہی سے مل چکی تھی۔

کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کیا اور آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنے میک اپ کا جائزہ لینے لگا۔ عمران کو یقین تھا کہ سنگ بھی اُسے پہچان نہ سکے گا کیونکہ ایک حیرت انگیز لوشن نے اس کی آنکھوں کی بناوٹ تک بدل دی تھی۔ دائی تھری کے میک اپ میں بھی آنکھیں عمران کی آنکھوں کی حیثیت سے شناخت نہیں کی جا سکتی تھیں۔ تلنگا ابھی ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

پندرہ منٹ بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"اندر آجاؤ۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

ایک آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا لیکن وہ ڈرائیور نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"موسیو۔۔۔ لیی رولاں۔۔۔؟" اس نے فرانسیسی ہی کے سے لہجے میں کہا۔ عمران نے کسی قدر خم ہو کر اس کے خیال کی تصدیق کی۔

"آپ کو ماموزئیل یاسمین کا پیغام ملا ہوگا؟"

"یقیناً۔۔۔ میں تیار ہوں۔" عمران خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا۔ "ذرا۔۔۔ ایک منٹ تم بیٹھو۔۔۔ میں باتھ رُوم تک۔۔۔"

وہ تیزی سے باتھ رُوم میں داخل ہوا تھا اور کوئی چیز واش بیسن کے نیچے سے نکال کر کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لی تھی۔

واپسی پر اس نے نووارد سے کہا کہ اسے اپنا طبی معائنہ کرانا پڑے گا۔ کیونکہ آب و ہوا کی تبدیلی نے اس کے مثانے پر بُرا اثر ڈالا ہے۔

"ضرور جناب۔" نووارد نے کہا اور اس کے لیے دروازہ ...وں رکھڑا ہوگیا۔

"شکریہ۔" عمران نے باہر نکل کر دروازے کو مقفل کرتے ہوئے کہا۔ ڈائننگ ہال میں کُنجی کاؤنٹر کلرک کے حوالے کر کے وہ ...میں آیا۔ یہاں ایک لمبی سی سیاہ گاڑی کھڑی تھی۔ نووارد نے ...چھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور عمران اندر بیٹھ گیا۔ دروازہ بند کر کے ...وارد ڈرائیور کے برابر جا بیٹھا تھا۔

گاڑی حرکت میں آگئی لیکن عمران محسوس کر رہا تھا کہ وہ ...وار حیدر کے محل کی طرف نہیں جا رہی۔ یاسمین اُسے پہلے ہی محل دُور سے ...دکھا چکی تھی۔ عمران خاموش بیٹھا رہا لیکن جب گاڑی شہری آبادی ...کو ویرانے میں نکل آئی تو اسے ہر قسم کے حالات کا مقابلہ ...کرنے کے لیے تیار ہو جانا پڑا اور اس کی خاموشی اور ماحول سے لاتعلقی کے مظاہرے میں فرق نہ آیا۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا ...جیسے وہ یاسمین پر اندھا اعتماد رکھتا ہو۔

اندھیرا اتنا گہرا تھا کہ ہیڈلائٹس کی زد میں آنے والے ...سڑک کے حصے کے علاوہ اور کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا پھر اچانک گاڑی بائیں جانب کسی کچے راستے پر مُڑ گئی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ...عمارت کی روشن کھڑکیاں اندھیرے میں عجیب سے پیٹرن بنا ...رہی تھیں۔

گاڑی کی رفتار کم ہوگئی تھی۔ عمارت کی روشنیاں آہستہ آہستہ ...قریب ہوتی رہیں۔ راستہ ناہموار تھا اس لیے گاڑی میں بیٹھنے والے ...بار بار جھکولے کھا رہے تھے۔ اسی دوران میں عمران کا بایاں ہاتھ ...اس کی گردن پر پڑا اور داہنا ہاتھ کنپٹی پر پھر جتنی دیر میں ڈرائیور ...سمجھنے کی کوشش کرتا اس کی گردن سے پستول کی نال جا لگی۔

"احتیاط۔" عمران خونخوار لہجے میں بولا۔ "گاڑی عمارت کے قریب کھڑی کر کے، انجن بند کر کے۔۔۔ کنجی میرے حوالے کر دینا ...پستول بے آواز ہے۔"

اسٹیئرنگ پر ڈرائیور کے ہاتھ کانپ گئے۔

"ہوشیار۔ ورنہ اس سے پہلے مر جاؤ گے۔" عمران نے اس کی گردن پر پستول کا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا۔

عمارت کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی روکی اور کنجی عمران کے حوالے کر دی۔ دوسرے ہی لمحے میں پستول کا دستہ اس کی کنپٹی پر پڑا اور وہ بھی بے ہوش ساتھی پر ڈھیر ہوگیا پھر عمران گاڑی سے اُترا تھا اور اندھیرے میں مدغم ہوگیا تھا۔

اس وقت تجربہ گاہ میں تلنگا کی کمسن اور خوبصورت بیوی ماریانا بھی موجود تھی اور تلنگا مضطربانہ انداز میں چاروں طرف ٹہلتا پھر رہا تھا۔

ماریانا اُسے گھورے جا رہی تھی۔ کبھی کبھی کچھ کہنے کے لیے ہونٹوں کو جنبش دیتی اور پھر رُک جاتی۔

دفعتاً چار آدمی تجربہ گاہ میں داخل ہوئے۔ یہ بھی اُسی کی طرح سفید فام غیر مُلکی تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"پروفیسر گاڑی میں دو آدمی بے ہوش پڑے ہیں اور تیسرے کا پتا نہیں۔"

"کیا مطلب؟" پروفیسر چونک پڑا۔

"مطلب یہ کہ وہ آدمی گاڑی میں موجود نہیں جس کے بارے میں چھان بین کرنی ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟" تلنگا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"مم۔۔۔ مطلب یہ کہ۔۔۔ باس۔"

"خاموش رہو۔ اس ولد الحرام کا ذکر سُننا نہیں چاہتا۔"

"پھر ہم کیا کریں؟"

"اپنے باس سے پوچھو۔"

"ہم نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گے؟"

"تو پھر جاؤ۔۔۔ تم بھی کہیں جا کر سو رہو۔"

"کوئی۔" دوسرا بولا۔ "پروفیسر ٹھیک تو کہہ رہے ہیں انہیں ان معاملات سے کیا سروکار۔"

"چلو۔ تو پھر تلاش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی بے ہوشی کا باعث وہی ہوگا اور گاڑی کے بغیر یہاں سے واپس نہیں جا سکے گا۔ لہٰذا گاڑی ہی کی نگرانی کرتے رہو۔"

وہ چاروں واپس چلے گئے اور پروفیسر قہر آلود نظروں سے دروازے کو گھورتا رہا۔

"کیا قصہ ہے؟" ماریانا نے پروفیسر کے قریب آ کر پوچھا۔

"اس کُتّے نے کسی کو بھجوایا تھا جس کے بارے میں چھان بین کرنی تھی کہ فرانسیسی ہے یا نہیں۔ میک اپ تو نہیں ہے؟"

"تو پھر کیا ہوا؟"

"جو کچھ ہوا ابھی سُن چکی ہو۔" پروفیسر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور پھر یک بیک اُچھل پڑا۔ کیونکہ پے در پے دو چیخیں سُنائی دی تھیں۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہوا؟" ماریانا خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"ہوگا کچھ جہنّم میں جائے۔ اس کُتّے کے پلّے نے مجھے بے بس کر کے رکھ دیا ہے۔ اس حد تک کہ میں اپنی آواز بھی مادام تک نہیں پہنچا سکتا۔"

دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سُن کر وہ خاموش ہو گیا۔ ان چاروں میں سے دو آدمی اندر داخل ہوئے، جو کچھ پہلے یہاں آئے تھے۔

"کیا بات ہے؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"کوئی... اور ڈیوک مارے گئے۔"

"کیا مطلب؟"

"فائر... سائیلنسر لگے ہوئے پستول کے فائر ہو... اندھیرے میں بھیڑیوں کی طرح شکار کر رہا ہے۔"

"تلاش کرو۔" پروفیسر غرّایا۔

"ہرگز نہیں۔ باہر گہرا اندھیرا ہے۔ ہم اندھے کنوئیں میں چھلانگ نہیں لگا سکتے۔"

"اچھا تو یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اپنی تجربگاہ میں اس کتے کے حلیفوں کو دیر تک برداشت نہیں کر سکتا۔"

"کیا تم چاہتے ہو کہ ہم مارے ڈالے جائیں؟"

"سُنو ڈارلنگ۔" ماریانا پروفیسر کو مخاطب کر کے بولی: "اگر وہ اس طرح مرنے مارنے پر تُل گیا ہے تو پھر ہم بھی تو خطرے میں ہیں۔"

"نہیں۔" دفعتاً دروازے کی طرف سے آواز آئی "خطرے میں صرف وہی ہیں جنہوں نے تنظیم سے غدّاری کی ہے۔ مادام کے حکم پر اپنی شخصیت کو فوقیت دیتے ہیں۔"

"نل... لیمی... رولاں۔" پروفیسر ہکلایا۔ ماریانا اس کے ہاتھ میں نظر آنے والے پستول کو گھُور رہی تھی اور چاروں کے ہاتھ اوپر اُٹھ گئے تھے۔

"تم دونوں اپنے ہاتھ نیچے گرا دو۔" عمران نے پروفیسر سے کہا۔ "مجھے علم ہے کہ تم دونوں غدّار نہیں ہو۔"

"شکریہ۔" پروفیسر نے طویل سانس لی۔

"اور تم... دونوں۔ باہر چلو۔" اس نے پستول کو جُنبش دی۔ "چلو... ورنہ سچ مچ یہیں ختم کر دُوں گا۔"

"کک... کہاں جانا ہے؟"

"اپنے باس کے پاس لے چلو۔"

"ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں رہتے ہیں یقین کرو۔"

"اچھا تو وہیں لے چلو جہاں تم رہتے ہو۔"

"یہ ہو سکتا ہے۔ چلو۔"

وہ دونوں دروازے کی طرف مُڑ گئے۔

ان کے باہر نکل جانے پر ماریانا بڑبڑائی: "مجھ پر غشی طاری ہو رہی ہے سہارا دو۔"

پھر وہ لڑکھڑائی بھی تھی۔ پروفیسر نے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا ہی تھا کہ باہر سے پے در پے دو چیخیں ایک بار پھر سُنائی دیں۔

"اوہ... خدا۔" ماریانا خود کو سنبھل گئی۔

"شش... شاید وہ بھی مارے گئے۔" پروفیسر بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

"لیمی رولاں... مادام ہی کا نمائندہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بہت اچھا ہوا۔ بہت ہی اچھا۔"

عمران پھر تجربہ گاہ میں داخل ہُوا۔

"تم اسے کس طرح مطلع کرو گے کہ لیمی رولاں چار کو قتل اور دو کو بے ہوش کر کے نکل گیا۔" عمران نے پروفیسر سے پوچھا۔

"شاید کچھ دیر بعد وہ خود ہی فون پر رابطہ قائم کرے۔ میں تو نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہو گا موسیو رولاں۔"

عمران نے ماریانا کی طرف دیکھ کر پوچھا: "مادام تلگا وا...؟"

"ہاں۔"

"اچھا تو پروفیسر انہیں خواب گاہ میں چھوڑ آؤ۔ ہم کچھ ضروری باتیں کریں گے۔" تلگا وا نے ماریانا کی طرف دیکھا۔

"نو... نہیں... میں تنہا نہیں رہوں گی۔"

"اچھی بات ہے تو یہیں کسی طرف بیٹھ جاؤ۔" تلگا وا بولا۔ اور عمران سے کہا۔

"ماریانا... رازدار ہے۔ میں نے تنظیم سے باہر شادی نہیں کی تھی۔"

"ٹھیک ہے... کوئی حرج نہیں۔ روشنی بجھا دو۔ ہم آہستہ آہستہ گفتگو کریں گے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ مادام تلگا وا اس خبیث سے خائف ہیں۔"

"تم ٹھیک سمجھے موسیو رولاں۔" تلگا وا غضب ناک ہو کر بولا "تنظیم ایسے گندے سوروں کو برداشت نہیں کر سکتی۔ پتا نہیں مادام نے اس پر کیسے اعتماد کر لیا۔"

"تمہیں... مادام پر نکتہ چینی کا حق نہیں پہنچتا۔" دفعتاً عمران غرّایا۔

"معافی چاہتا ہوں موسیو۔ دراصل حالات نے میری عقل چوپٹ کر دی ہے۔"

"ہر حال میں محتاط رہو۔ اچھا اب لائٹ آف کر دو۔ ہم سوئچ کے قریب کھڑے ہو کر گفتگو کریں گے۔"

پھر تجربہ گاہ میں اندھیرا ہو گیا۔ اس سے قبل تلگا وا نے دروازے کو اندر سے مقفل کیا تھا۔

"کک... کہیں وہ دونوں بھی ہوش میں ... آجائیں جن کا ذکر ان چاروں نے کیا تھا۔" تلگا وا آہستہ سے بولا۔

"ان کی فکر نہ کرو۔ اب وہ گاڑی میں نہیں ہیں اور کئی گھنٹے تک گہری نیند سوتے رہیں گے۔"

"اور وہ چاروں سچ مچ مر گئے۔" تلگا وا نے بھرّائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"بالکل۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا "وہ دونوں بھی مر جاتے اگر مقامی آدمی نہ ہوتے کیونکہ ان کے بارے میں مجھے یقین نہیں کہ وہ معمولی ملازم ہیں یا تنظیم ہی سے متعلق ہیں۔"

"میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اگر وہ تم سے میرے بارے میں سوال کرے تو کہہ دینا کہ تم نے بمشکل اپنی اور اپنی بیوی کی جان بچائی ہے۔"

"تو کیا وہ تصویر والی لاشیں بھی...؟"

"وہ میرے لیے بھی حیرت کا باعث ہیں۔ نہیں میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ خیر سنو... اُسے میری اصلیت نہ معلوم ہونے پائے۔ میں تم سے ملتا رہوں گا۔ تم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ کن مقامات پر قیام کرتا ہے۔ میں اسے زندہ گرفتار کر کے مادام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے یہی حکم ملا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں مادام کا خادم ہوں۔ انہی کے لیے زندہ ہوں اور انہی کے لیے مروں گا۔"

"پھر یقین کر لو۔ اسے ہرگز نہ معلوم ہونے پائے کہ میں مادام کا فرستادہ ہوں۔"

"اطمینان رکھو موسیو رولاں۔"

"اچھا بس... میں چلا۔"

تلگا وا نے سوئچ آن کر کے تجربہ گاہ میں روشنی کر دی پھر اس نے دروازے کا قفل کھولا تھا اور عمران باہر چلا گیا تھا۔

"چلو۔" اس نے ماریانا سے کہا۔ "ہم خواب گاہ والے تہہ خانے میں چلتے ہیں تاکہ اسے ہماری بات پر یقین آ سکے۔"

بمشکل تمام وہ ماریانا کو وہاں سے لے جانے میں کامیاب ہو سکا تھا۔ وہ اتنی خوفزدہ تھی کہ اپنی طاقت سے کھڑی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے مسہری کے نیچے کسی میکنزم کو حرکت دی تھی اور مسہری ایک طرف سے اُٹھی تھی اور پچھتر ڈگری کے زاویے پر رُک گئی تھی۔

تہ خانے کا راستہ ظاہر ہو گیا تھا۔ گیارہ سیڑھیاں... نیچے گئیں پھر جیسے ہی پروفیسر نے روشنی کا سوئچ آن کیا مسہری اپنی جگہ پر واپسی کے لیے آہستہ آہستہ حرکت کرنے لگی۔

*

سنگ ہی بار بار فون پر کسی کے نمبر ڈائل کیے جا رہا تھا لیکن دوسری طرف سے جواب نہیں مل رہا تھا۔ بالآخر ریسیور کریڈل پر رکھ کر وہ خالی خالی نظروں سے خلا میں گھُورنے لگا۔

کلاک نے رات کا ایک بجایا۔ ساتھ ہی فون کی گھنٹی بھی بجی۔ سنگ نے جھپٹ کر ریسیور اُٹھا لیا۔

"باس... تھرٹی سکس میں پہنچیے۔" دوسری طرف سے آواز آئی "کوئی بُری خبر ہے۔"

"تم سب گولی مار دینے کے قابل ہو۔" سنگ دہاڑا۔

"کک... کیوں؟"

"اس سے پہلے کبھی میں نے پے در پے اتنی بُری خبریں نہیں سُنیں۔" سنگ نے کہا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا پھر وہ بہت تیزی سے باہر نکلا تھا۔ گاڑی برآمدے ہی سے لگی کھڑی تھی۔ سڑک پر پہنچ کر گاڑی طوفانی رفتار سے مشرق کی طرف روانہ ہو گئی۔ سڑک سُنسان پڑی تھی۔ اندھیرا سائیں سائیں کر رہا تھا۔

دس منٹ کے اندر اندر شہری آبادی پیچھے رہ گئی۔

تھرٹی سکس۔ ویرانے میں دو کمروں کی مختصر سی عمارت ثابت ہوئی جہاں کیروسین لیمپوں کی دُھندلی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

اس کمرے میں ایک سفید فام غیر مُلکی سوگوار سی شکل بنائے کھڑا تھا۔

"کیا خبر ہے شالوٹ...؟" سنگ نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"دوسرے کمرے میں چلیے باس۔" وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

دوسرے کمرے میں چار لاشیں اور دو بے ہوش آدمی پتا نہیں کب سے اس کے منتظر تھے۔

"اوہ..." سنگ شالوٹ کی طرف مُڑا۔

"ان دو مقامی آدمیوں کو میں نہیں جانتا۔" شالوٹ بولا "یہ صرف بے ہوش ہیں اور اپنے آدمیوں کو گولیاں لگی ہیں ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔ تلگا وا اور اس کی بیوی کا کہیں پتا نہیں۔ عمارت سُنسان پڑی ہے۔"

"میں دیکھوں گا۔" سنگ نے سرد لہجے میں کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر دروازے کی طرف مُڑتا ہُوا بولا "بے ہوش آدمیوں کو اُٹھا کر گاڑی میں ڈال دو اور ان لاشوں کو اس طرح ٹھکانے لگا دو کہ ان کا

سُراغ نہ مل سکے۔"

"او۔کے باس۔" شاؤ گلوگیر آواز میں بولا۔ شاید وہ اپنے ساتھیوں کو پورے اعزاز کے ساتھ دفن کرنا چاہتا تھا۔

پانچ منٹ کے اندر ہی اندر گاڑی پھر علیا آباد کی طرف جا رہی تھی۔ سنگ کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور ایکسیلریٹر پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں دونوں بے ہوش آدمی پڑے تھے اور ان پر کمبل ڈال دیا گیا تھا۔

علیا آباد پہنچ کر گاڑی کا رُخ جوّاد حیدر کے محل کی طرف ہو گیا۔ رفتار بھی اب معمولی ہی تھی۔

کچھ دیر بعد پھاٹک پر پہنچ کر گاڑی رکی ہی تھی کہ چوکیدار جھپٹ کر اس کی طرف آیا۔

"آقائے جوّاد حیدر کو جگاؤ۔۔ میرے آنے کی اطلاع دو۔"

"بہت بہتر آقائی۔۔!"

وہ پھاٹک سے ملحقہ کیبن میں واپس چلا گیا۔ شاید فون پر سنگ کی آمد کی اطلاع دینا چاہتا تھا۔

پھاٹک کھُلنے میں دیر نہیں لگی تھی اور سنگ گاڑی اندر لیے چلا گیا تھا۔

اتنی رات گئے جوّاد حیدر کا اُٹھایا جانا آسان کام نہیں تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چوکیدار کی فون کال نے پورے محل کو جگا دیا ہو۔

سنگ نے گاڑی پورچ میں کھڑی کر دی اور قریب کھڑے ہوئے ملازم سے پورچ کی روشنی بجھا دینے کو کہتا ہُوا نیچے اُتر گیا۔ جوّاد حیدر شب خوابی کے لباس میں اس کے استقبال کو موجود تھا۔ آنکھیں نیند کے خمار سے جُھکی پڑ رہی تھیں۔

کمرے میں پہنچ کر سنگ بولا۔ "تمہارے دونوں آدمی گاڑی میں بے ہوش پڑے ہیں۔"

"کک۔۔کیا ہُوا؟"

"جہاں اسے پہنچنا تھا۔ وہیں اُس نے انہیں بے بس کر دیا۔ پتا نہیں تمہاری گاڑی کا کیا ہُوا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہُوا۔ آخر وہ ہے کون؟"

"یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ویسے تم ہوٹل میں چیک کراؤ کہ وہ واپس آیا تھا یا نہیں۔"

جوّاد حیدر نے فون پر کسی سے اس کے متعلق گفتگو کی تھی اور ریسیور رکھ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔ "ارے آپ تشریف رکھیے۔ ابھی تک کھڑے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" سنگ ایک کرسی پر بیٹھتا ہُوا خشک لہجے میں بولا۔ "ابھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی واپسی ہوئی تھی یا نہیں۔"

جوّاد حیدر نے بھی ایک صوفے کے ہتھے پر ٹکتے ہوئے کہا۔ "آپ اس وقت کیا پینا پسند کریں گے۔"

"ڈرائی جن۔۔۔ نیٹ۔"

جوّاد حیدر نے گھنٹی بجائی۔ ایک مُلازم کمرے میں داخل ہُوا اور جوّاد حیدر سے ہدایات لے کر واپس چلا گیا۔

"اپنی بھتیجی کو بھی بلاؤ۔" سنگ نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"اس وقت بے حد مشکل ہے۔ وہ یہاں اس کی منتظر رہی تھی پھر ہوٹل جانے کا ارادہ کیا تھا لیکن میں نے اسے سختی سے منع کر کے گھر بھجوا دیا تھا۔"

"خیر جانے دو۔" سنگ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہُوا بولا۔ "صرف پندرہ دن تمہارے لیے بہت کٹھن ہیں۔ اس کے بعد حالات سازگار ہو جائیں گے۔ بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

جوّاد کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ملازم سنگ کے لیے شراب اور اس کے لوازمات لے کر آ گیا۔ میز لگا دی گئی۔ ملازم کے واپس ہو جانے پر جوّاد نے کہا۔

"تو پھر یہ سمجھا جائے کہ وہ خوفناک چہرے والا اور لیمی والا ایک ہی شخص کے دو رُوپ ہیں۔"

"اوہ دیکھا جائے گا۔" سنگ نے گلاس خالی کر کے طویل سانس لی اور دوبارہ اُنڈیلنے لگا۔

فون کی گھنٹی بجی۔ جوّاد حیدر نے جھپٹ کر ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سُنتا رہا۔ اس کے چہرے پر حیرت اور جھنجلاہٹ کے آثار تھے۔ ریسیور رکھ کر وہ سنگ کی طرف مُڑا۔

"وہ نکل گیا جناب عالی۔"

"مجھے یقین تھا۔" سنگ مسکرا کر بولا۔ "اوّل درجے کا حرامی ہے۔"

"نہایت اطمینان سے رُخصت ہُوا ہے۔" جوّاد متاسفانہ لہجے میں بولا۔ "ہوٹل کا حساب بے باق کیا۔ سامان سنبھالا اور یہ کہہ کر رخصت ہو گیا کہ وہ بارہ تیس والی فلائٹ سے شہران جا رہا ہے۔"

"اور وہ کہیں نہیں گیا۔ صبح کسی دوسرے رُوپ میں دندناتا پھر رہا ہو گا۔ یقین کرو جوّاد حیدر۔۔۔ اگر وہ عورت ہوتا تو میں اس سے شادی کرنے کے لیے گردن تک کٹا دیتا اور ہمارے بچے اتنے ذہین ہوتے کہ دُنیا تہ و بالا کر کے رکھ دیتے۔"

"تو آپ اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔"

"خوب اچھی طرح۔" سنگ نے طویل سانس لی۔ "لیکن تمہاری [illegible] خطرے میں ہے۔ اوّل تو اس طرح اس کی جُدائی اسے پاگل [illegible] دے گی اور پھر وہ کسی نہ کسی رُوپ میں دوبارہ اس سے ملنے کی [illegible] میں رہے گا۔ لہٰذا بھتیجی پر کڑی نظر رکھو۔ اگر وہ پکڑا جا سکا [illegible] یاسمین ہی کے توسط سے پکڑا جا سکے گا۔"

"اب وہ گھر سے باہر قدم نہ نکال سکے گی۔"

"یہ سب سے بڑی غلطی ہو گی جوّاد۔ اسے پہلے سے بھی زیادہ آزادی دو۔ اسے باور کرانے کی کوشش کرو کہ جو کچھ بھی ہوا اس کا علم تمہیں نہیں تھا۔ تم تو سچ مچ اس سے مل کر یہ بتانا چاہتے تھے کہ تم اسے اس کے دوست کی حیثیت سے پسند کرتے ہو۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔"

"شاید تم ابھی تک نہیں سمجھ سکے۔"

"کیا نہیں سمجھ سکا۔"

"اس نے تمہاری بھتیجی سے اسی لیے دوستی بڑھائی تھی کہ اسے تمہارے اور میرے تعلق کا علم تھا۔"

"اوہو۔" جوّاد حیدر کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آئے اور سنگ ہنس پڑا۔

"ڈرو مت۔ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" اس نے کہا۔ "تم پر آنچ نہیں آنے پائے گی۔ میں اس سے نپٹ لُوں گا۔"

"آپ ایسے ہی ہیں جناب۔ مجھے یقین ہے۔" جوّاد حیدر گھگھیایا۔

❦

صبح ہوتے ہی یاسمین تیر کی طرح ہوٹل شبستان پہنچی تھی۔ لیمی کا کمرہ خالی تھا۔ ابھی تک اس کی صفائی بھی نہیں ہوئی تھی۔

پتا نہیں کیوں اس کے ذہن میں یہ خیال جم سا گیا تھا کہ لیمی نے اس کے لیے کوئی پیغام ضرور چھوڑا ہو گا لیکن اس طرح اچانک غائب کیوں ہو گیا؟ کیا کسی بڑی دُشواری میں پڑ گیا تھا؟ وہ سوچتی اور کمرے میں چکراتی رہی۔ ٹیبل لیمپ اُٹھا کر دیکھا۔ شاید اس کے نیچے کوئی تحریر چھوڑ گیا ہو لیکن اُسے مایوسی ہی ہوئی۔ بڑی دیر تک کمرے کی چیزیں اُلٹتی پلٹتی رہی پھر قالین بھی اُلٹنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ ایک پورٹر کمرے میں داخل ہُوا۔

"آپ کی فون کال ہے۔"

"اوہ۔۔۔ اچھا۔۔!" وہ چونک پڑی۔

ڈائننگ ہال میں پہنچ کر اس نے ریسیور کان سے لگایا تھا اور دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سُن کر اس کا چہرہ چمک اُٹھا۔ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دوسری طرف سے آواز آئی۔ "خاموشی

سے سُنتی رہو۔ خود کچھ نہ بولو۔ میں اس وقت وہیں ہوں جہاں ہم نے دوپہر کو کھانا کھایا تھا۔ سیدھی چلی آؤ۔ وہیں بیٹھ جانا جہاں ہم بیٹھے تھے اور پھر میں پہنچ جاؤں گا۔ بس اب ریسیور رکھ دو اور ہاں تمہاری گاڑی کی رفتار زیادہ تیز نہ ہو۔ دیٹس آل۔"

یاسمین کا دل بلّیوں اچھل رہا تھا۔ باہر نکل کر وہ اپنی اسپورٹ کار میں بیٹھ گئی اور اس کا رُخ اسی سمت کر دیا جہاں اُنہوں نے پچھلے دن دوپہر کا کھانا کھایا تھا۔

اس کے بعد ہی ایک اور اسپورٹ کار اسٹارٹ ہوئی تھی اور تھوڑے فاصلے سے اس کا تعاقب کرتی رہی تھی۔ اُسے ایک خوش رو جوان ڈرائیو کر رہا تھا۔ شاید اُسے علم نہیں تھا کہ اس کا بھی تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اس کے پیچھے سبز رنگ کی ایک جیپ تھی۔ جسے ایک بوڑھا آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔ تینوں گاڑیاں آگے پیچھے اسی ہوٹل کی طرف بڑھتی رہیں، جہاں ایک بہت بڑا سوئمنگ پول تھا۔ پارک شیڈ میں پہلے یاسمین کی گاڑی داخل ہوئی تھی۔ تعاقب کرنے والے نے اس کے برابر ہی اپنی گاڑی پارک کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اُسے دوسری طرف لیتا چلا گیا۔ بڑی گاڑیوں کے درمیان اس کی چھوٹی سی اسپورٹ کار غائب ہو کر رہ گئی۔ وہ انجن بند ہی کر رہا تھا کہ برابر کی جگہ پر سبز رنگ کی جیپ آ رُکی۔ بوڑھے نے اُسے کنکھیوں سے دیکھ کر چاروں طرف دیکھا۔ اِدھر ان دونوں کے علاوہ آس پاس اور کوئی نہیں تھا۔

بوڑھا بڑی پھُرتی سے جیپ سے اُترا اور نوجوان کی بائیں کنپٹی پر ایک بھرپور ہاتھ رسید کیا۔ اُس نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تھا اور پھر آنکھیں بند ہوتی چلی گئی تھیں اور پھر وہ اسٹیئرنگ پر ڈھلک گیا۔ اس کے بعد بوڑھے نے اس کی گردن پر بھی کسی قدر دباؤ ڈال کر جُوں کا تُوں چھوڑ دیا تھا پھر جیپ پر بیٹھ کر اسے دوبارہ اسٹارٹ کیا اور ہوٹل کی حدود سے باہر نکلا چلا گیا۔ کچھ دُور چل کر سڑک کے کنارے ایک جگہ جہاں اور بھی گاڑیاں کھڑی تھیں اسے پارک کر کے انجن بند کیا اور نیچے اُتر آیا۔

اب وہ پیدل ہی ہوٹل کی طرف جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد جب اُس نے ایک مخصوص کیبن کا پردہ ہٹایا تو اندر بیٹھی ہوئی یاسمین نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کیا ہے؟"

"آپ کا دوست [illegible] لال۔"

"وہ کہاں ہے؟" یاسمین بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھ جائیے اور مجھے بھی بیٹھنے کی اجازت دیجیے۔ لمبی کہانی ہے۔"

"ب... بیٹھ جاؤ۔"

بوڑھا بیٹھتے وقت اس طرح کر رہا تھا جیسے اس کے گھٹنوں میں تکلیف ہو پھر اس نے اپنے گھنے سفید بالوں میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں چلا کر چہرے سے ڈاڑھی الگ کر دی تھی۔

"اوہ... تم...!" یاسمین اچھل پڑی "کمال ہو گیا... کمال ہو گیا مگر کیوں؟"

"اب میں تمہیں سچی بات بتا دوں گا۔"

وہ اُسے بتانے لگا کس طرح وہ آدمی اسے ویران مقام پر لے گئے تھے اور وہ اُن سے چھٹکارا پا کر بھاگ نکلا تھا۔ ان چار آدمیوں کا ذکر نہیں کیا جو اس کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔

"حیرت انگیز" وہ طویل سانس لے کر بولی "میں نہیں سمجھ سکی کہ ایسا کیوں ہے۔ کیا وہ تمہیں کسی عمارت میں لے گئے تھے؟"

"نہیں! بس شہر کے باہر ایک ویرانے میں لے گئے تھے۔"

"آخر مقصد کیا تھا؟"

"مقصد میں جانتا تھا۔ اس لیے ان سے پوچھ گچھ کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی۔ خیر! میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تمہارے چچا ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہیں۔"

"مم... میں نہیں سمجھی۔"

"وہ حرام خور بام مچھلی۔ انہیں کسی سازش میں ملوث کر کے خود صاف نکل جائے گا اور تمہاری پشت ہا پشت کی گردنیں قوم کے آگے شرم سے جھکی رہیں گی۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم...!"

"وہ ایک بین الاقوامی مجرم ہے اور میری حکومت کئی سال سے اُسے ختم کر دینے کی جدوجہد میں لگی ہوئی ہے۔"

"تو تم...!"

"میں کہہ چکا ہوں کہ تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ ہاں... میں فرانس کے لیے اپنی گردن تک کٹا سکتا ہوں۔ پورے ایک سال سے اس کا پیچھا کر رہا ہوں۔"

"تو تم فرانس کے سرکاری سراغرساں ہو؟"

"نہیں! میں ایک معمولی شہری کی حیثیت رکھتا ہوں۔ میرے خاندان کو بھی اسی شیطان کے ہاتھوں بڑے نقصانات اُٹھانے پڑے ہیں۔ میں انتقاماً بھی اس سے نپٹنا چاہتا ہوں۔ پچھلی رات تمہارے بیان کے مطابق وہ آقائے جواد کے محل میں موجود تھا۔"

"ہاں... وہ وہیں تھا۔"

"بس تو پھر اسی نے مشورہ دیا ہوگا۔ دراصل وہ اُنہیں کسی سازش میں ملوث کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے اُن کے کسی بھی عزیز کے قریب کسی اجنبی کو دیکھ کر چونکے گا اور تم یقین کرو کہ وہ سازش تمہارے مُلک کے خلاف ہوگی۔"

"نہیں... میرے چچا غدار نہیں ہیں۔"

"میں بھی جانتا ہوں کہ وہ بہت اچھے آدمی ہیں لیکن اُنہیں معلوم ہی نہ ہو سکے گا کہ وہ ان کے مُلک کے مفاد کے خلاف کوئی کام کر رہا ہے۔ وہ تو آخر میں خود کو چاروں طرف سے گھرا ہوا پائیں گے اور وہ سور کسی دوسرے مُلک کی راہ لے چکا ہوگا۔"

"تو پھر کیوں نہ ہم اُنہیں آگاہ کر دیں!"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ وہ کبھی یقین نہیں کریں گے۔ اس کے لیے ہمیں خاموشی سے کام کرنا پڑے گا اگر تم اپنے خاندان کو سرخرو دیکھنا چاہتی ہو تو بس میری مدد کرتی رہو اور ہاں یہ بھی سُن لو کہ میں نے دیدہ و دانستہ تم سے قریب ہونے کی کوشش کی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ تم آقائے جواد حیدر کی بھتیجی ہو اور فرصت کے اوقات میں شبستان کے کاؤنٹر پر بیٹھی رہتی ہو۔"

"ہونہہ" وہ بُرا سا مُنہ بنا کر بولی "اب میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم سے پہلا سا خلوص برتوں یا صرف معاملے کی بات کروں۔"

"اوہ... تب تو مجھ سے غلطی ہی سرزد ہوئی" وہ شکایت آمیز لہجے میں بولا "میں نے تو خلوص ہی کی بنا پر تمہیں سچی بات بتا دی ہے۔"

"غلط نہ سمجھو" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی "داڑھی دوبارہ لگا لو۔ میں نہیں چاہتی کہ کسی خطرے میں پڑ جاؤ۔"

"شکریہ۔ میں تو سمجھا تھا شاید تم میرے چہرے پر داڑھی کسی حال میں بھی پسند نہیں کرو گی۔"

"تو پھر اب ہم کس طرح ملیں گے۔"

"بس اسی طرح۔ جب موقع دیکھوں گا تمہیں مطلع کر دوں گا۔"

"ہوں... اس لیے مجھے گھر ہی تک محدود رہنا پڑے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ اسی میں آسانی بھی ہوگی۔ بہرحال تمہارے تعاون کے بغیر میں کچھ نہ کر سکوں گا۔ مجھ پر اعتماد کرو۔ آہستہ آہستہ تمہیں سازش کی نوعیت سے بھی آگاہ کر دوں گا۔"

"اچھا دوست! میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم پر اعتماد کروں گی۔ اس صورت حرام بام مچھلی کو خاندان کا کوئی فرد پسند نہیں کرتا۔ چچا ضعیف الاعتقاد ہیں۔ ستاروں کے چکر میں پڑ گئے۔"

❊

آج بھی پروفیسر تلگاوا کو علم نہ ہو سکا کہ سنگ کس طرح

[illegible] میں داخل ہوا تھا۔

اس نے اُسے خوفزدہ نظروں سے دیکھا اور پھر ماریانا کی طرف [illegible] سنگ کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ اسی مسکراہٹ [illegible] کو پھر غصہ دلا دیا۔

"میں کہتا ہوں اس طرح نہ آیا کرو۔"

"پروفیسر! وہ راستہ تلاش کر کے بند کر دو جدھر سے آتا ہوں۔"

"میں نہیں جانتا تم شاید کوئی خبیث رُوح ہو۔ حالانکہ میں ایسی [illegible] پر یقین نہیں رکھتا۔"

"صرف رُوح نہیں۔ مجسم خبیث ہوں۔"

"پچھلی رات شاید ہم بھی مارے جاتے" تلگاوا نے پھر [illegible] اختیار کر لی۔

"یہی میں معلوم کرنے آیا ہوں کہ تم پر کیا گزری۔"

"بڈ رُوم والے تہ خانے میں چھپ کر جان بچائی تھی۔"

"تفصیل۔"

"تمہارے چاروں آدمی اسے پکڑ کر اندر لائے تھے۔ اچانک وہ تڑپ کر ان کی گرفت سے نکل گیا۔ خاصی ہاتھا پائی ہوئی پھر وہ [illegible] بھاگا۔ چاروں اس کے پیچھے تھے۔ میں نے دو چیخیں سُنیں اور [illegible] سے دو پھر اندر آ گئے۔ اُنہوں نے بتایا کہ ان کے دونوں [illegible] مارے گئے۔ اس کے بعد میں اور ماریانا بڈ رُوم والے تہ خانے [illegible] جا چھپے۔ میں نہیں جانتا کہ پھر کیا ہوا۔"

"بکواس ہے۔ کوئی بھی نہیں مارا گیا۔ وہ چاروں محفوظ ہیں۔" [illegible] ماریانا کو گھورتا ہوا بولا۔

"بہرحال تم نے اُسے جس مقصد کے تحت بھیجا تھا۔ وہ حاصل [illegible] ہو سکا۔"

"مقصد حاصل ہو گیا" سنگ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ [illegible] یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے۔ سو میں نے معلوم کر لیا [illegible]"

"کون ہے؟"

"وہی خوفناک چہرے والا۔ تنظیم کا ایک بہت بڑا دُشمن۔ [illegible] بہت جلد اُسے موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔"

[illegible]

"اوہ... چھوڑو... ختم کرو" سنگ [illegible] بہت جلد [illegible] لگا دوں گا۔"

[illegible] نے تلگاوا [illegible] ماریانا [illegible]

دوسری طرف دیکھنے لگی تھی۔ سنگ فون کی جانب بڑھا کسی کے نمبر ڈائل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولا "میں بول رہا ہوں۔"

"پھر بڑی خبر ہے" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"بے فکر ہو کر سناؤ۔"

"یاسمین کا تعاقب کرنے والا اپنی گاڑی میں بے ہوش پایا گیا ہے۔ ابھی تک اُسے ہوش نہیں آیا۔"

"کہاں بے ہوش پایا گیا ہے؟"

"ہوٹل ارم کے پارکنگ شیڈ میں۔"

"اچھا... اب میں ہی اپنے آدمی لگاؤں گا۔ تم بے فکر رہو۔"

"میری بھتیجی کے تحفظ کا خیال رکھیے گا۔"

"بالکل... بالکل" سنگ بائیں آنکھ دبا کر شیطنت سے مسکرایا اور سلسلہ منقطع کر کے پھر تلگاوا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"پروفیسر آدمی بنو۔ کبھی کبھی تفریح بھی کر لیا کرو۔ خود نہیں کرتے تو اس بے چاری کو تو آسمان دیکھنے دو۔ آج میں اسے اپنے ساتھ باہر لے جاؤں گا۔ کیوں؟ چلو گی؟"

"نہیں...!" ماریانا نے اس کی طرف دیکھے بغیر ناگواری سے کہا۔ "پچھتاؤ گی۔ یہ راکھ کا ڈھیر تمہیں بھی راکھ کا ڈھیر بنا دے گا۔"

"چلے جاؤ یہاں سے" تلگاوا حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"یہ کتنی بُری بات ہے" سنگ نے ماریانا کو مخاطب کر کے کہا "کیا میں ایسے ہی بُرے سلوک کا مستحق ہوں۔"

ماریانا کچھ نہ بولی۔ تلگاوا چیختا رہا "میں کہتا ہوں یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں ہاتھ لگائے بغیر مار ڈالوں گا۔"

پھر ایک جانب بڑھا ہی تھا کہ سنگ نے اس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔ پروفیسر کی گھٹی گھٹی سی چیخیں تجربہ گاہ میں گونجتی رہیں۔ ماریانا بوکھلاہٹ میں چاروں طرف ناچتی پھر رہی تھی اور اس کے مُنہ سے بے معنی آوازیں نکل رہی تھیں۔

دفعتہً تلگاوا خاموش ہو گیا اور جیسے ہی سنگ نے اپنی گرفت ڈھیلی کی، بے جان سا ہو کر فرش پر ڈھہ گیا۔

"مار ڈالا... کیا تم نے اسے مار ڈالا" ماریانا چیختی ہوئی اس کی طرف جھپٹی اور دو زانو بیٹھ کر تلگاوا کو آوازیں دینے لگی۔

"صرف دو گھنٹے کے لیے بے ہوش ہو گیا ہے۔ ہماری تفریح کے لیے یہ وقت کافی ہے۔"

"تم درندے ہو... چلے جاؤ یہاں سے" ماریانا نے [illegible] ہوئے اس پر دو ہتھڑ جڑ دیا۔

[illegible]

"میں تمہیں مار ڈالوں گی" وہ اسے بے تحاشا پیٹتی ہوئی بولی
سنگ ہنس کر اس کے ہاتھوں پٹتا رہا۔

تلگاوا فرش پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔

جوّاد حیدر بہت پریشان تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اب یاسمین گھر سے باہر قدم نکالے لیکن سنگ برابر یہی کہے جا رہا تھا کہ اس کے بغیر وہ اس انجانے دشمن پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گا۔ جوّاد حیدر نے اس سلسلے میں یاسمین سے براہِ راست کوئی گفتگو نہیں کی تھی۔ آج شب اس نے یاسمین کو محل ہی میں روک لیا تھا اور یہ بھی سنگ کی ہدایت ہی کے مطابق ہوا تھا۔ دس بجے کے قریب سنگ بھی وہیں پہنچ گیا اور وہ دونوں محل کے ایک دور افتادہ حصے میں جا بیٹھے۔

"یاسمین کو کیوں رُکوایا ہے؟" جوّاد نے اس سے پوچھا۔

"تمہارے ملازمین کو چیک کروں گا۔ کیا وہ سب تمہارے جانے پہچانے ہیں؟"

"میں اُن کی صحیح تعداد سے واقف تک نہیں۔" جوّاد حیدر مسکرایا۔

"کوئی نیا ملازم؟"

"اس کے بارے میں بھی کچھ نہ بتا سکوں گا۔"

"یہ بہت بُرا ہے۔"

"کہیے تو منتظم کو بُلا کر معلومات فراہم کردں۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں۔ میں خود دیکھ لوں گا۔ ویسے تم نے یاسمین سے اس سلسلے میں کوئی گفتگو تو نہیں کی؟"

"کوئی خاص نہیں۔ بس اتنا بتایا تھا کہ اس کا دوست میرے پاس آنے کی بجائے شہران چلا گیا۔ اس نے بھی اس پر حیرت ظاہر کی تھی۔"

"اس شخص کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ جس نے آج یاسمین کا تعاقب کیا تھا۔"

جوّاد حیدر نے تعاقب کی کہانی دہرائی اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا: "وہ کوئی بوڑھا آدمی تھا۔ سبز رنگ کی جیپ میں۔ اس کی کنپٹی پر گھونسا مار کر بے کار کر دیا تھا۔"

"تم نے یاسمین سے یہ تو نہیں پوچھا تھا کہ وہ ہوٹل ارم کیوں گئی تھی؟"

"اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔"

"بہت اچھا کیا۔ اب مجھے یاسمین کی تاریخ پیدائش بتاؤ تاکہ اس کا زائچہ تیار کر کے کچھ تدبیر کروں۔"

"تاریخ پیدائش تو مجھے نہیں معلوم۔ اس کی ماں سے معلوم کرنی پڑے گی۔"

"خیر چھوڑو تاریخ پیدائش کو۔ میں اس کا ہاتھ دیکھ لوں گا۔"

اس کمرے میں مختلف رنگوں کے چار فون تھے۔ اس نے نیلے رنگ کے انسٹرومنٹ کا ریسیور اٹھا کر ایک بار ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر کہا: "یاسمین کو شمالی بازو میں بھیج دو۔"

پھر وہ ریسیور رکھ کر سنگ کی طرف متوجہ ہو گیا جو آنکھیں بند کیے بیٹھا اس طرح جھوم رہا تھا جیسے عالمِ بالا سے غیب کے اسرار و رموز وارد ہو کر اس پر منکشف ہو رہے ہوں۔ جوّاد خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ پھر تھوڑی دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی اور سنگ چونک کر بولا تھا۔

"آ گئی۔"

جوّاد حیدر نے اُٹھ کر دروازہ کھولا لیکن یاسمین کے بجائے غالباً وہی آدمی تھا جسے فون پر اس نے یاسمین سے متعلق ہدایت دی تھی۔

"کیا بات ہے؟" جوّاد حیدر نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

"آقائی... وہ گہری نیند سو رہی ہیں۔ کسی طرح بھی بیدار نہیں ہو سکیں۔ کرسی پر بیٹھے بیٹھے سو گئیں۔"

"ناممکن!" جوّاد حیدر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا ہُوا؟" سنگ اُٹھتا ہُوا بولا۔

"بڑی عجیب بات ہے۔" جوّاد حیدر نے اس کی طرف مُڑ کر کہا۔ "وہ بیٹھے بیٹھے سو گئی اور کسی طرح بھی بیدار نہیں ہو رہی... حالانکہ اس کی نیند بڑی کچی ہے۔ کوئی دبے پاؤں بھی قریب سے گزرے تو نیند اُچٹ جاتی ہے۔"

"پھر چوٹ دے گیا۔ خیر... کہاں تک... میں اسے دیکھوں گا۔"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"کچھ نہیں۔ چلو اُٹھو۔ میں دیکھوں گا کہ وہ کس طرح سوئی ہے۔"

"چلیے۔" جوّاد حیدر اُٹھتا ہُوا بولا۔

سنگ کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے اور وہ پوری قوت سے قدم رکھتا ہُوا چل رہا تھا۔ اس کمرے میں پہنچ کر جہاں یاسمین کرسی پر بیٹھی گہری نیند سو رہی تھی، سنگ نے جھک کر اُسے دیکھا اور پیشانی پر تھپکی دی پھر پلکیں اُلٹ کر پتلیوں کا جائزہ لیا۔

"یہ نیند نہیں بے ہوشی ہے۔" اس نے سیدھے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"لیکن... کیسے... کس طرح...؟"

"دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو خود ہی اس نے کوئی ایسی چیز استعمال کی ہے۔ یا کسی دوسرے کے ہاتھوں اس حال کو پہنچی ہے۔ مقصد بہرحال یہی ہے کہ اس سے پوچھ گچھ نہ کی جائے۔"

جوّاد حیدر پُرتفکر انداز میں یاسمین کو گھورے جا رہا تھا۔

"واپس چلو۔" سنگ اس کے شانے پر تھپکی دے کر بولا۔ "تو لہٰذا اس کا امکان ہے کہ اس نے خود ہی..؟"

"ہاں... لیکن... بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"وہ اسی طرح لڑکیوں کے ذہنوں پر قبضہ جماتا ہے۔ میں اُسے بہت دنوں سے جانتا ہوں۔"

"پھر بھی آپ نے اُسے زندہ رہنے دیا۔ مجھے اس پر حیرت ہے۔"

"میری ہی طرح اس کے ستارے بھی بہت گریٹ ہیں... لیکن کسی دن میرے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔"

وہ کمرے سے باہر نکل آئے اور سنگ نے جوّاد سے کہا: "تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ لڑکی کو بالکل نہ چھیڑو۔ البتہ اس پر دھیان رکھو کہ کوئی نیا آدمی تمہارے محل میں داخل نہ ہونے پائے اور اسی وقت سے چیکنگ شروع کر دو کہ پچھلے پندرہ دنوں میں کسی نئے آدمی کو تو ملازمت نہیں دی گئی۔ داڑھی والوں کی داڑھیاں پکڑ کر ہلاؤ کیونکہ وہ میک اپ کا بھی ماہر ہے۔"

"وہ میں دیکھ لوں گا... لیکن میرا اصل معاملہ..؟"

"کیا کروں جوّاد... تمہارے ستارے فی الحال گڑبڑ ہیں ورنہ ... بلیک سے تعلقات خراب کرا دینے والی سازش تمہیں ہر حال میں با اقتدار بنا دیتی۔"

"ہاں وہ موقع ہاتھ سے نکل گیا... لیکن پھر..؟"

"تم فکر نہ کرو۔ جلد ہی ایک اور موقع نصیب ہوگا جس کا انتظام میں نے پہلے ہی سے کر رکھا ہے۔"

"وہ کیا ہے؟" جوّاد مضطربانہ انداز میں بولا۔

"ابھی نہیں بتاؤں گا۔ بہرحال اس کے بعد تمہارا برسرِ اقتدار آنا لازمی ہے۔"

"میں آپ کی ہدایات پر سختی سے عمل کروں گا۔"

پروفیسر تلگاوا بے حس و حرکت بیٹھا خلا میں گھورے جا رہا تھا۔ دوسرے کمرے سے ماریانا کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

دفعتہً لیمی رولال تجربہ گاہ میں داخل ہُوا۔ پروفیسر اس کی آہٹ ہی پر چونکا تھا۔ مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور کرسی سے اُٹھ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔ خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ لیمی رونے کی آواز کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"وہ... وہ... کیوں رو رہی ہے۔" لیمی (عمران) نے آہستہ سے پوچھا۔

"اگر اس کی رگوں میں کسی شریف آدمی کا خون ہے تو زندگی بھر روتی رہے گی۔"

"او ہو۔ تو کیا...؟"

"بس..." پروفیسر ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "کچھ کہنے سُننے کی ضرورت نہیں۔ میرا اب تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔ میں ٹی تھری بی کا وفادار نہیں رہا کیونکہ وہ اب ایسے کُتّے پالنے لگی ہے جو اپنے پرائے میں تمیز نہیں کر سکتے... لیکن تم اندر کیسے پہنچے؟"

"اسی طرح جیسے وہ پہنچتا ہے۔ میں نے راستہ دریافت کر لیا ہے۔"

"مجھے اب اس سے بھی دلچسپی نہیں۔"

"مگر یہ ہُوا کیسے؟"

"اس نے کسی طرح مجھے بے ہوش کر دیا تھا۔ ہوش آنے پر معلوم ہُوا کہ میری سب سے بڑی مسرّت مجھ سے چھینی جا چکی ہے۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے پروفیسر۔ کاش میں تنہا نہ ہوتا۔ یہ سب اسی کے آدمی ہیں۔ براہِ راست اُسی کا حکم مانتے ہیں۔ گریڈ ون اور گریڈ ٹو کے لوگ۔ اُنہیں مادام کی شخصیت کا علم نہیں۔"

"میں کہتا ہوں کہ مجھے اب ان معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"مجھے تو ہے دلچسپی۔" دروازے کے قریب سے ماریانا چیخی۔ "میں اس کی بوٹیاں نوچ ڈالنا چاہتی ہوں۔ لیمی رولال! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پروفیسر کی مسرّت تو اس سے چھن چکی حالانکہ میں نے اپنی مرضی سے پروفیسر کی مسرّت اس کے حوالے نہیں کی۔ بہرحال اب میرا وجود پروفیسر کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔"

پروفیسر نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"تم مجھے وہ راستہ دکھا دو۔ جدھر سے وہ اس عمارت میں داخل ہوتا ہے۔" ماریانا نے عمران سے کہا۔

"فی الحال میں پروفیسر سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"جاؤ... اسی سے باتیں کرو۔ میں کچھ نہیں سُننا چاہتا۔"

"میرے ساتھ چلو۔" ماریانا نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

عمران نے پُرتشویش انداز میں سر کو جنبش دی۔

وہ اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔ ماریانا کہہ رہی تھی۔ "پروفیسر ہمیشہ کا بودا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں۔ شادی کے چھ ماہ بعد ہی سے وہ میرے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس نے دُنیا نہیں دیکھی۔ برقیات کے مسائل میں اُلجھا رہا ہے۔ اپنے موضوع سے ہٹ کر صرف بائیبل کا مطالعہ کرتا ہے۔

خیر میں کہہ رہی تھی کہ میں اس سوتر کے سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں"

"میرے مشورے پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہو تو بتاؤں"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں"

"بس تو پھر معاملات جوں کے توں رہنے دو"

"یہ نہیں ہو سکتا" ماریانا بپھر گئی "اب وہ میرے قریب بھی آیا تو اُسے گولی مار دوں گی"

"یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ مکار آدمی ہے۔ مکاری ہی سے مار کھائے گا۔ تم اپنا پستول خالی کر دو گی لیکن وہ تم سے دو گز کے فاصلے پر کھڑا مسکراتا رہے گا"

"پھر بتاؤ کیا کروں۔ میرے سینے میں بھٹی سُلگ رہی ہے۔ پروفیسر جیسا بھی ہو میرے لیے سب کچھ تھا۔ میں نے کبھی اس کی خواہشات کے خلاف زندگی نہیں بسر کی"

"میں سمجھتا ہوں۔ تمہاری آنکھیں بتاتی ہیں کہ تم ایماندار ہو"

"لیکن اب تو میں کچھ بھی نہیں رہی"

"وہم ہے تمہارا۔ تم درندگی کا شکار ہوئی ہو اور بس مظلوم ہو۔ تمہاری معصومیت داغدار نہیں ہوئی"

"شاید اس کا لہو۔ اس کا جیتا جاگتا لہو۔ میری آگ بجھا سکے"

"میں کہتا ہوں بند کرو یہ بکواس" دروازے کی طرف سے پروفیسر کی دہاڑ سنائی دی "چلے جاؤ... یہاں سے..."

"تمہاری زندگی خطرے میں ہے" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"وہ تمہیں اس لیے زندہ نہیں چھوڑے گا کہ تم اس کی شکایات مادام تک پہنچا سکو"

"مجھے اب کسی سے کوئی سروکار نہیں"

"محض کہہ دینے سے تو مطمئن نہیں ہو سکے گا۔ اُس نے ابھی حال ہی میں مادام کے ایک نمائندے ڈان فاگان کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے"

"ڈ... ڈان فاگان... کو..."

"تم اس سے بخوبی واقف ہو گے"

"کیوں... نہیں... کیوں نہیں... وہ یہاں تین سال تک مجھے اسسٹ کر چکا ہے"

"وہ اب اس دنیا میں نہیں... ورنہ سنو! پروفیسر تمہیں فی الحال ...کی ضرورت ہے۔ اس ... کام ... مدد کافی ہو گی"

پروفیسر نے اچٹتی سی ... ماریانا پر ڈالی اور کم... چلا گیا۔

"ہاں! تو میں یہ کہہ رہا تھا" عمران نے آہستہ سے ماریانا کو مخاطب کیا "اُسے اپنے قریب آنے دینا لیکن اس بار وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا"

"نہیں! قطعی نہیں۔ میں اس سے پہلے اُسے ختم کر دوں گی۔ مجھے وہ راستہ بتاؤ جدھر سے وہ عمارت میں داخل ہوتا ہے۔ میں اسے الیکٹری فائی کر دوں گی۔ اس نے وہاں قدم رکھا اور ختم"

"اگر مادام کا یہ حکم نہ ہوتا کہ اُسے زندہ پیش کیا جائے تو میں اُسے گولی مار دیتا"

"مجھے مادام یا اس کے حکم سے کوئی سروکار نہیں"

"تب تو معاف کرنا میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ مادام کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہیں رکھتا"

"اچھی بات ہے تو میں خود ہی اس سے نپٹ لوں گی"

"تمہاری مرضی" عمران نے خشک لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

پروفیسر تجربہ گاہ میں موجود تھا۔ جب عمران وہاں سے گزرنے لگا تو اس نے ہاتھ اُٹھا کر کہا "ٹھہرو! میں بھی چل رہا ہوں۔ مجھے وہ راستہ دکھاؤ"

"کیوں! اب تمہیں اُس سے کیا سروکار؟"

"اگر میری زندگی خطرے میں ہے تو میں اپنا تحفظ بخوبی کر سکتا ہوں"

"میرے تعاون کے بغیر تم کچھ بھی نہ کر سکو گے"

"میں... سب کچھ"

"اس راستے کو الیکٹری فائی کرنے کا خیال ماریانا بھی ظاہر کر چکی ہے" عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا "لیکن ہر حال میں مادام کے حکم کو برتری حاصل رہے گی۔ مجھے اُسے مادام کی خدمت میں زندہ پیش کرنا ہے"

"تو جہنم میں جاؤ"

"سنو! تم تنہا اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں جا رہا ہوں اور اس وقت اس راستے سے واپسی نہیں ہو گی... اعلانیہ صدر دروازے سے گزروں گا"

"میں تمہیں اس پر مجبور کر دوں گا" پروفیسر نے کہتے ہوئے ریوالور نکال لیا۔

"کیوں حماقت کا شکار ہو رہے ہو" عمران ہنس پڑا۔

"میں گولی مار ... ورنہ مجھے راستہ دکھاؤ"

"...گر رہے ہو؟" ماریانا کی چیخ پھر سنائی دی۔ وہ پاگلوں ...لی تھی اور ان کے درمیان آ گئی تھی۔

"...ہٹ جاؤ سامنے سے" پروفیسر دہاڑا۔

"...پاگل ہو گئے ہو" ماریانا نے اس کے ہاتھ سے ریوالور ...نے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور پھر اچانک فائر ہوا۔ ...یسر کے بائیں جبڑے کو توڑتی ہوئی گدی سے نکل گئی۔ ... بعد پل بھر کا سناٹا بڑا بھیانک تھا۔

پھر ماریانا ہذیانی انداز میں چیخنے لگی تھی۔ باہر سے دوڑتے ...ئے قدموں کی آواز آئی اور عمران پھر تجربہ گاہ میں داخل ہوا۔

"یہ کیا ہوا... کیا ہوا" وہ اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔

"فائر ہو گیا... میں اس سے ریوالور چھین رہی تھی"

عمران نے جھک کر دیکھا۔ تلگادا دم توڑ چکا تھا۔

"یہ بہت بُرا ہوا" وہ سیدھا کھڑا ہو کر ماریانا کو گھورتا ہوا بولا۔

"تم... میں بھی مر جاؤں گی" وہ ریوالور اُٹھانے کے لیے جھکی تھی کہ عمران نے ٹھوکر مار کر دُور پھینک دیا۔ پھر ماریانا کے شانے پر نرمی سے تھپکی دے کر بولا۔ "ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے لیکن اب تمہیں مقامی پولیس کے چکر سے بچانا بھی میرے فرائض میں شامل ہو گیا ہے"

"مجھے مر جانے دو" وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح روتی ہوئی اس کے بازو پر جھول گئی۔

*

شاٹو، سنگ کے مقربین میں سے تھا۔ اُسے اس کے بارے میں پل پل کی خبر رہتی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ سنگ کس وقت کہاں ہو گا لہٰذا وہ اُسے پھر ایک بڑی خبر سنانے کے لیے چل پڑا تھا۔

لیکن سنگ کو اس وقت اس کی دخل اندازی گراں گزری کیونکہ وہ ایک مقامی مالدار اور بہت خوبصورت عورت کو شیشے میں اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُسے ڈرائنگ رُوم میں چھوڑ کر شاٹو کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا۔

"کوئی اچھی خبر نہ لائے ہو گے۔ تمہاری شکل بتا رہی ہے" سنگ اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"تلگادا مار ڈالا گیا اور اس کی لاش پر بھی وہی تصویر"

"بڑی اچھی خبر لائے ہو" سنگ نے بے حد خوشی ظاہر کرتے ہوئے اُسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

"میں نہیں سمجھا باس"

"تم نہیں سمجھ سکو گے۔ ماریانا کہاں ہے؟"

"پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ گئی ہے۔ وہ خواب گاہ میں اُونگھ رہی تھی۔ فائر کی آواز سُن کر تجربہ گاہ میں پہنچی تو تلگادا کی لاش پڑی دیکھی جس کے کوٹ کے کالر سے اسی خوفناک آدمی کی تصویر پن کی ہوئی تھی"

"ہُوں" سنگ کے چہرے پر دفعتاً تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے پوچھا۔ "کیا خود ماریانا نے پولیس کو مطلع کیا تھا؟"

"جی ہاں"

"جاؤ... اس پر نظر رکھو۔ ہو سکتا ہے وہ اب اس عمارت میں واپس نہ آئے"

"تو پھر کہاں جائے گی باس؟"

"جہاں بھی جائے تم سائے کی طرح اس کے پیچھے لگے رہنا لیکن اگر اس کی منزل تجربہ گاہ ہی ہو تو واپس آ کر مجھے مطلع کر دینا"

"او۔کے باس"

شاٹو چلا گیا۔ سنگ پھر ڈرائنگ رُوم میں واپس آ گیا۔ عورت کے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار تھے لیکن سنگ کو دیکھ کر اس نے پھر اپنے چہرے پر خوشدلی کے آثار پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"کل اسی وقت تم مجھ سے دوبارہ مل سکتی ہو۔ میں تمہارے مسائل حل کرنے کی کوشش کروں گا" سنگ بولا۔

"اوہ... اچھا" عورت اُٹھتی ہوئی بولی "میں خود اجازت طلب کرنے والی تھی۔ بہرحال میں چاہتی ہوں کہ مجھ سے نحس اثرات جلد دُور ہو جائیں"

"اس کے لیے کوئی خاص تدبیر کروں گا" سنگ مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

اس کے رخصت ہو جانے پر سنگ نے فون پر جواد حیدر کے نمبر ڈائل کیے لیکن دوسری طرف سے کوئی لڑکی بولی تھی۔

"کون ہے؟" سنگ نے پوچھا۔

"تم کون ہو؟" دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

"اوہ... تو تم ہو۔ میں لیمی ہوں۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ تم فون پر ہو گی" وہ ماؤتھ پیس میں کھانسنے لگا تھا۔ "مجھے معاف کرنا" وہ ہانپتا ہوا بولا۔ "مجھے زُکام ہو گیا ہے"

"اسی لیے میں تمہاری آواز نہیں پہچان سکی تھی لیکن تم نے یہاں فون کرنے کی غلطی کیوں کی ہے"

"کوئی اور ریسیور اُٹھاتا تو میں تمہاری سہیلی بن جاتا۔ لو سنو..."

سنگ نے کسی شوخ لڑکی کی سی آواز میں کہا۔ "میں نیلوفر بول رہی ہوں۔ کیا یاسمین وہاں موجود ہے؟"

"کمال ہے" کھنکتی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔ "تمہارا واقعی جواب نہیں ہے۔"

"اچھا تو ہوٹل ارم کے کیبن نمبر سترہ میں پہنچ جاؤ۔ میرا ایک آدمی وہاں سے تمہیں مجھ تک پہنچا دے گا۔"

"بہت اچھا... میں دس منٹ میں روانہ ہو جاؤں گی۔" سنگ سلسلہ منقطع کر کے مسکرایا تھا۔

❦

عمران دُہرے میک اپ میں ماریانا کا تعاقب کر رہا تھا لیکن وہ اس سے بے خبر تھی۔ پولیس ہیڈکوارٹر سے اس کی چھوٹی سی اسٹیشن ویگن برآمد ہوئی جسے وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔ عمران نے دیکھا کہ ایک اور گاڑی بھی اس کے پیچھے لپکی جس کا ڈرائیور کوئی سفید فام غیر ملکی تھا۔ اس نے پُرمعنی انداز میں سر کو خفیف سی جنبش دی اور اپنی گاڑی اس کے پیچھے لگا دی۔

عمران کی ہدایت کے مطابق ماریانا تجربہ گاہ کی طرف واپس جا رہی تھی۔ ماریانا کا تعاقب کرنے والے سفید فام غیر ملکی کی گاڑی تجربہ گاہ کے قریب سے گزر کر آگے بڑھتی چلی گئی اور ریٹرن لے کر پھر شہری آبادی کی طرف رواں دواں نظر آئی۔ اب عمران صرف اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ ماریانا کی گاڑی تجربہ گاہ کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی تھی۔ کسی قدر اندھیرا پھیل گیا تھا اور اس وقت اس سڑک پر صرف یہی دو گاڑیاں نہیں تھیں۔ اس لیے عمران اطمینان سے تعاقب کرتا رہا۔ شہر پہنچ کر اگلی گاڑی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ عمران نے کچھ اور آگے بڑھ کر اپنی گاڑی کمپاؤنڈ وال میں لگا دی۔ اس عمارت کا پائیں باغ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ کہیں کہیں کھڑکیوں کے دُھندلے شیشے روشن نظر آ رہے تھے۔ اپنی گاڑی کی اوٹ میں رہ کر وہ دیوار پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا پھر وہ کسی چھپکلی ہی کی طرح دیوار پر سرسراتا ہوا دوسری طرف اتر گیا۔ کچھ دیر اسی جگہ کھڑے رہ کر اندازہ کرنا پڑا تھا کہ عمارت میں کتے تو نہیں ہیں۔

تھوڑے ہی فاصلے پر دو گاڑیاں نظر آئیں۔ یہاں اتنا گہرا اندھیرا نہیں تھا کہ وہ انہیں گاڑیوں کی حیثیت سے شناخت نہ کر سکتا۔ یہ اطمینان ہو جانے کے بعد کہ عمارت میں کتے نہیں ہیں۔ اُس نے آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ٹھیک اُسی وقت برآمدے سے کسی کے چھینکنے کی آواز آئی تھی۔ وہ پھر جہاں تھا وہیں دبک گیا پھر ایک متحرک ہیولا گاڑی کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ عمران بڑی پھرتی سے ایک درخت کے تنے کی اوٹ میں ہو گیا۔ یہ بروقت احتیاط کام ہی آئی۔ کیونکہ گاڑی کے ہیڈلیمپ روشن ہوتے ہی کمپاؤنڈ میں اتنا اجالا ہو گیا تھا جو عمران کے لیے دشواری پیدا کر دیتا۔ وہ گاڑی ریورس گیئر میں پھاٹک سے گزر کر باہر نکل گئی۔ اب پھر وہی پہلے کا سا سناٹا ماحول پر مسلط تھا۔

وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا اصل عمارت تک جا پہنچا تھا روشن کھڑکیوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے ایک جگہ اُسے رُک جانا پڑا۔ وہ آواز ہی ایسی تھی جس نے اس کے قدم روک لیے تھے آواز یاسمین کی تھی اور زبان ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی۔ وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔ "تم لوگوں کی مصوّری میری سمجھ میں نہیں آتی۔"

"اسے سمجھنے کے لیے ایک مخصوص اندازِ فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔" کسی مرد نے اہلِ زبان کی طرح فرانسیسی ہی میں جواب دیا۔

"یمی کہاں ہے؟ مجھے کب تک انتظار کرنا پڑے گا؟" یاسمین کی آواز آئی۔

"بس آیا ہی چاہتا ہے۔" جواب ملا۔ "تم کافی کیوں نہیں پیتیں ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

عمران نے اپنے روایتی احمقانہ انداز میں دیدے نچائے اور آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگا۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور اس میں سے تیز قسم کی روشنی باہر آ رہی تھی۔

سیدھا کھڑا ہو کر کمرے کا جائزہ لینے کی کوشش کرتا تو دیکھ لیا جاتا۔ بہرحال یاسمین کی گفتگو سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ یہاں دھوکے سے لائی گئی ہے اور خود اس کی منتظر ہے۔

روشنی کی زد سے نکل جانے کے بعد وہ پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب جس کھڑکی کے قریب تھا اُسے ٹٹول کر دیکھا۔ اتفاق سے وہ بھی کھلی ہوئی تھی لیکن روشن نہیں تھی۔ آہستہ سے دونوں پٹ کھول کر اس نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی اور اسے روشن کر کے اس اندھیرے کمرے کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ اچانک پشت سے کئی آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔ پنسل ٹارچ ہاتھ سے گر گئی اور وہ اُن میں سے ایک کی کنپٹی سہلاتا ہوا ان کے نرغے سے نکل گیا۔ حملہ آور تین تھے۔ دوسرے ہی لمحے میں سائیلنسر لگا ہوا آٹومیٹک پستول بھی نکل آیا۔ ایک چیخ گونجی تھی۔ ایک پہلے ہی بے ہوش ہو گیا تھا۔ دوسرے کو خاموش گولی چاٹ گئی۔ تیسرا اُچھل کر بھاگا ہی تھا کہ اس کی کھوپڑی میں بھی سوراخ ہو گیا۔ دوسری چیخ پہلی سے بھی زیادہ کربناک تھی۔ عمران تیزی سے اسی کھڑکی

کی طرف جھپٹا جس سے تاریک کمرے کا جائزہ لیتے وقت اس پر حملہ ہوا تھا۔ کھڑکی سے گزر کر کمرے میں پہنچا اور اسے بند کر کے بولٹ کر دیا۔ اور اب اندازے سے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا لیکن ہر طرف اندھیرا نظر آ رہا تھا۔ اس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز بھی سنی لیکن وہ کوئی ایک ہی آدمی تھا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے؟" یہ یاسمین کی آواز تھی لیکن جواب میں کچھ بھی سنائی نہ دیا۔ وہ شاید اب بھی برابر ہی کے کمرے میں تھی۔

"یمی! تم کہاں ہو؟ اندھیرا کیوں ہو گیا؟" یاسمین پھر چیخی تھی۔

اس بار بھی عمران نے دوسری کوئی آواز نہ سنی۔ بہرحال وہ جہاں تھا وہیں دم سادھے کھڑا رہا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے دروازہ بند کر کے پھر کھڑکی ہی کا رُخ کیا۔ اندھیرے میں مکان میں گھس کر یاسمین والے کمرے تک پہنچنے سے زیادہ بہتر یہی تھا کہ وہ کھڑکی سے یاسمین کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا۔ وہ دوسری کھڑکی کے قریب پہنچا ہی تھا کہ یاسمین کی آواز پھر آئی۔

"او آرٹسٹ! تم کہاں ہو۔ روشنی کرو۔ یہ کیا بے ہودگی ہے؟"

عمران کھڑکی کے ذریعے بہ آہستگی کمرے میں اُتر گیا اور دیوار سے لگا کھڑا رہا۔ وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ یاسمین اس اندھیرے کمرے میں کس جگہ ہو گی۔ اُس نے دیوار پر ہاتھ مارا اور تیزی سے بائیں جانب سرک گیا۔

"کون ہے؟" یاسمین خوفزدہ انداز میں چیخی اور عمران نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کس طرف ہے لیکن ساتھ ہی کمرے میں روشنی ہو گئی اور سامنے ایک لمبا اور بدہیئت آدمی نظر آیا۔ یہ بوہیمین قسم کا کوئی فرانسیسی آرٹسٹ معلوم ہو رہا تھا۔ داڑھی اور سر کے بڑھے ہوئے بال سے صرف ناک اور آنکھیں نظر آ رہی تھیں لیکن اس کے چہرے سے بھی زیادہ خوفناک چیز اس کے ہاتھ میں تھی۔ اعشاریہ چار پانچ کے ریوالور کا رُخ عمران ہی کی طرف تھا۔ آرٹسٹ نے بائیں ہاتھ کے اشارے سے یاسمین کو اپنے قریب بُلایا۔ وہ بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو گھورے جا رہی تھی۔ پہچان نہ سکی کیونکہ اس نے بھی لمبی زلفوں والے میک اپ پر گھنی داڑھی اور دہانے کو چھپانے کے لیے مونچھیں استعمال کی تھیں۔ روغن کے اثر سے پلکوں نے متورم ہو کر آنکھوں کی بناوٹ پر اثر ڈالا تھا۔

"تم کون ہو؟" آرٹسٹ نے کڑک کر پوچھا۔

"یہی میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں؟" عمران نے کہا۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا دیے تھے۔

"بتاؤ!" وہ ریوالور کو جنبش دے کر دہاڑا۔

"بکواس بند کرو۔ باہر تین لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ تم میری جیب سے میرا شناخت نامہ نکال کر دیکھ سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ریوالور زمین پر ڈال دو اور بتاؤ کہ لاشیں کس کی ہیں؟ دو چیخیں سُن کر میں کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا۔"

"میں نہیں جانتا کہ لاشیں کس کی ہیں۔ چیخیں میں نے بھی سُنی تھیں اور کسی خطرے کا احساس ہوتے ہی روشنی بجھا دی تھی۔" آرٹسٹ بولا اور ساتھ ہی اس کے ریوالور سے ایک فائر ہوا اور کمرہ پھر تاریک ہو گیا۔ اس نے بلب پر فائر کیا تھا۔

"خبردار... خبردار۔" عمران نے ہانک لگائی پھر کوئی گرا تھا۔ اور یاسمین کی چیخ اندھیرے میں گونجی تھی۔ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز دور ہوتی گئی۔ یاسمین کی موجودگی میں عمران کوئی خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ ورنہ سنگ اس طرح نکل جانے میں کامیاب نہ ہو سکتا۔

"یاسمین۔" اس کی تیز قسم کی سرگوشی اندھیرے میں گونجی۔

"کک... کون ہے؟" خوفزدہ سی آواز سُنائی دی تھی۔

عمران آواز کی سمت بڑھا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے ٹٹول کر اسے اُٹھانے کی کوشش کی۔

"تت... تم... کون ہو؟"

"یمی۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "چپ چاپ نکل چلو۔"

"کیا تم نے مجھے یہاں نہیں بُلایا تھا؟"

"ہرگز نہیں۔ جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے نکل چلو۔"

ایک گھنٹے بعد یاسمین عمران کی قیام گاہ پر اُسے اپنی کہانی سُنا رہی تھی۔ "ہوٹل ارم سے ایک آدمی مجھے وہاں لے گیا تھا لیکن تم نہ ملے۔ وہ منحوس آرٹسٹ ایک تصویر بنا رہا تھا کہنے لگا یمی کہہ گیا ہے وہ آدھے گھنٹے میں واپس آ جائے گا۔ تم یہیں بیٹھ کر انتظار کرو۔ لیکن خبردار! مجھ سے گفتگو کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں پینٹ کرتے وقت بولنا پسند نہیں کرتا۔"

"میں نے تمہیں فون نہیں کیا تھا۔ دراصل وہ تمہیں وہاں بُلا کر دیکھنا چاہتا تھا کہ میں تمہارا تعاقب کرتا ہوں یا نہیں۔"

"اور تم نے کیا؟" یاسمین ہنس پڑی۔

"ہرگز نہیں۔ یہ محض اتفاق تھا کہ کسی اور کا تعاقب کرتے ہوئے اِدھر جا نکلا تھا۔"

"آخر وہ تھا کون؟"

"حیرت ہے کہ تم نہ پہچان سکیں۔ اتنے لمبے آدمی کم ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔"

"اوہ... تو... کیا... وہ نجومی؟"

"سو فیصدا محض تمہاری وجہ سے اسے چھوٹ دینی پڑی۔ ورنہ وہ اس طرح مجھ سے پیچھا نہ چھڑا سکتا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم زخمی نہ ہو جاؤ۔"

"میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گی لیمی۔"

"شکریہ۔"

"اور سنو! پچھلی رات میں خواب آور دوا کھا کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس ڈر سے کہ کہیں چچا اپنے آدمیوں کے سلسلے میں مجھ سے پوچھ گچھ نہ شروع کر دیں۔ جسے تم نے ہوٹل ارم کے پارکنگ شیڈ میں بے ہوش کر دیا تھا۔"

"لیکن انہوں نے تمہارے ہوش میں آنے کے بعد بھی اس کے بارے میں نہ پوچھا ہوگا۔"

"اسی پر تو مجھے حیرت ہے۔"

"بالکل حیرت نہ کرو۔ وہ دونوں ہی میرے خون کے پیاسے ہیں۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح تمہاری مدد کروں۔۔" یاسمین بولی۔

"تم میرے لیے بہت کچھ کر سکو گی۔ ابھی وقت نہیں آیا۔ اب میں تمہیں کہاں پہنچاؤں اور ہاں شاید وہ آج کے واقعے کا ذکر تمہارے چچا سے نہ کرے۔ لہٰذا تم بھی اپنی زبان بند رکھنا۔ ایسی ہو جاؤ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔"

"جو تم کہو گے... کروں گی۔"

"شکریہ۔ تمہارے ملک کی بہتری اسی میں ہے۔"

❋

جنرل نے اس شکستہ حال بھکاری کو گھور کر دیکھا جو اس کی گاڑی کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔ ڈرائیور نے اسے ایک طرف ہٹا کر جنرل کے لیے دروازہ کھولنے کی کوشش کی تھی۔

"ٹھہرو... الگ ہٹ جاؤ۔" جنرل نے بھکاری کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر نظر جما کر ڈرائیور سے کہا۔

وہ اگلی نشست کے دروازے کے قریب جا کر کھڑا ہوا۔ بھکاری کی ہتھیلی پر قلم سے کچھ آڑی ترچھی لکیریں کھینچی گئی تھیں جن کے درمیان لکھا ہوا تھا: "ٹھیک آٹھ بجے شب۔" جنرل نے ایک سکہ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا پھر جیسے ہی وہ گاڑی کے پاس سے ہٹا، اس نے ڈرائیور کو دوبارہ گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا: "سمران کی طرف چلو اور مجھے وہیں چھوڑ کر واپس چلے آنا۔"

وہ اس طرف شاپنگ کے سلسلے آیا تھا لیکن فقیر کے ہاتھ پر وہ تحریر دیکھتے ہی پروگرام میں تبدیلی کر دی تھی۔

شام کے پانچ بجے تھے اور اُسے ٹھیک آٹھ بجے مقررہ مقام پر پہنچنا تھا۔ سمران ایک وسیع عمارت تھی جہاں محکمے کے مہمان ٹھہرائے جاتے تھے اور اس کا ایک حصہ جنرل کی مصروفیات کے لیے وقف تھا۔ گاڑی اسی حصے کے سامنے رُکی تھی اور جنرل کے اُترتے ہی ڈرائیور اُسے عمارت کی کمپاؤنڈ سے باہر نکال لے گیا۔

جنرل ایک کمرے میں داخل ہوا۔ ملبوسات کی الماری کھول اور لباس تبدیل کرنے لگا۔

دس پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر ایک فوجی ڈرائیور کی وردی میں ملبوس نظر آیا تھا پھر سمران کی کمپاؤنڈ سے ایک جیپ نکلی تھی جسے جنرل ایک معمولی ڈرائیور کی وردی میں چلا رہا تھا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا اور جیپ ویرانے کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ سنسان سڑک پر ہیڈ لیمپس کی روشنی دُور تک پھیل رہی تھی۔

آٹھ بجے سے پہلے ہی ویرانے کی اس تنہا عمارت میں پہنچ گیا تھا جہاں وائٹ تھری سے پہلی بار ملا تھا۔

قفل کھول کر عمارت میں داخل ہوا اور جہاں جہاں روشنی کی ضرورت تھی کیروسین لیمپ روشن کر دیے۔

ٹھیک آٹھ بجے بند دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے بدلی ہوئی آواز میں پوچھا تھا کہ دستک دینے والا کون ہے اور کیا چاہتا ہے؟

"وائٹ تھری۔" باہر سے آواز آئی اور جنرل نے دروازہ کھول دیا۔

"میرے آداب قبول فرمائیے۔" ڈراؤنے چہرے والے نے اندر داخل ہو کر کسی قدر خم ہوتے ہوئے کہا۔

"اندر چلو۔ اور بیس منٹ کے اندر اندر اس ملاقات کا مقصد بیان کر دو۔"

"بہت بہتر۔ میرے پاس بھی وقت بہت کم ہے۔"

وہ ایک جگہ بیٹھے اور عمران نے کہا: "سب سے پہلے تو ان لوگوں کی لسٹ لیجیے جو آپ کے محکمے کی کالی بھیڑیں ہیں۔"

"کیا اور بھی ہیں؟" جنرل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کئی عدد۔ کرنل بہرام تو بالکل سامنے کی چیز تھا۔" عمران نے کہا اور اپنی ڈائری کا ایک ورق پھاڑ کر اس کے حوالے کر دیا۔

"میرے خدا!" جنرل اس پر تیزی سے نظر ڈال کر بولا۔ "تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"اور اب سنیے کہ اصل کھیل کیا ہے۔ موجودہ وزیرِ اعظم عنقریب ہی معتوب ہو کر اپنے عہدے سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور پھر جواد حیدر کے لیے میدان صاف ہو جائے گا۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ جواد حیدر عرصے سے اسی تگ و دو میں ہے۔" جنرل نے خشک لہجے میں کہا۔

"لیکن اس سے لاعلم ہیں کہ یہ کیونکر ہوگا۔"

"بالکل... بھلا اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ تین سال پہلے کسی بڑی طاقت سے آپ کا کوئی خفیہ معاہدہ ہوا تھا۔ عنقریب اس طاقت کا ایک نمائندہ اس معاہدے کی تجدید کے لیے یہاں آنے والا ہے۔"

"اچھا تو پھر...؟"

"اس معاہدے کے کاغذات کا فائل وزیرِ اعظم کی تحویل میں ہے۔"

"کہتے رہو۔" جنرل اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"فائل کا نام بتاؤں؟"

"جلدی سے کہہ چکو۔" جنرل کے لہجے میں کسی قدر جھنجھلاہٹ تھی۔

"تھری ایکس زیرو فور آ بلیک ون اسٹرکٹلی کونفیڈنشل۔"

"اوہ!" جنرل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"آپ کو علم ہوگا کیونکہ معاہدہ فوجی نوعیت کا تھا۔ بہرحال اس دوران وہ فائل اس طرح اُڑا لیا جائے گا کہ وزیرِ اعظم کو خبر تک نہ ہو سکے گی۔ اب آپ خود سوچیے کہ اس نمائندے کی آمد پر جب اس فائل کی ضرورت پیش آئے گی تو وزیرِ اعظم کا کیا حال ہوگا؟ کیا وہ دربار کے عتاب سے محفوظ رہ سکیں گے؟"

"اوہ... میرے خدا جلد کچھ کرنا چاہیے۔" جنرل مضطربانہ انداز میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

"فکر نہ کیجیے۔ اس فائل کی نقل آج رات بھر میں تیار ہو جانی چاہیے پھر اُسے اصل کی جگہ رکھوا دیجیے۔ اس کے بعد میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔ جواد حیدر اور زیرو لینڈ کا نمائندہ رنگے ہاتھوں نہ پکڑے گئے تو مقصد حاصل نہ ہو سکے گا۔"

"تت... تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہی ہوگا... اور کچھ؟"

"نہیں بس! اب آپ جلد از جلد روانہ ہو جائیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جواد حیدر کے آدمی ہاتھ صاف کر جائیں۔"

"دوست! میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ تم حیرت انگیز ہو۔ اب میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ تم سے ان معلومات کا ذریعہ پوچھ سکوں۔" وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

عمران نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا: "سب کچھ بتا دوں گا فی الحال خدا حافظ۔"

❋

ماریانا خاموش کھڑی تھی اور سنگ اُسے مسلسل چھیڑے جا رہا تھا۔ آخر وہ جھلا کر بولی: "تم سے بڑا درندہ آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔"

"ٹھنڈے دل سے قبول کر لو تو مجھے فرشتہ پاؤ گی۔ میں تو بے حد بے ضرر آدمی ہوں۔"

"تم تلگاوا کو اپنی راہ کا پتھر سمجھتے تھے۔ میں اب آزاد ہوں۔ مجھ سے شادی کر لو۔"

"شادی کرنے کے بعد میں بھی تلگاوا ہی کی طرح بور... ہو جاؤں گا۔"

"تو تم شادی نہیں کرو گے۔" وہ غضب ناک ہو کر چیخی۔

"نہ میرے باپ نے میری ماں سے شادی کی تھی اور نہ میں کسی کا باپ کہلانا پسند کروں گا۔"

"میں تمہیں مار ڈالوں گی۔ ایک پادری کی بیٹی ہوں۔ خود بھی مر جاؤں گی۔ گناہ کا داغ لے کر زندہ نہیں رہ سکتی۔"

"کسی پادری کا داماد بننے سے بہتر ہوگا کہ پھر سے رحمِ مادر میں لوٹ جاؤں۔"

"خاموش رہو اور یہاں سے چلے جاؤ۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

"سنو! میں اب تمہیں یہاں اس ویرانے میں تنہا نہیں رہنے دوں گا۔"

"میں کہیں نہ جاؤں گی۔"

"میں کب کہہ رہا ہوں کہ کہیں جاؤ۔ میں یہیں رہوں گا تمہارے ساتھ۔ ایک پل کے لیے بھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ سارے کام یہیں بیٹھے بیٹھے کروں گا۔"

"تب تو اسی خوفناک چہرے والے آدمی کے ہاتھوں مارے جاؤ گے کیونکہ وہ یہاں آ چکا ہے۔"

"اوہ! کوئی میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ چلو خواب گاہ میں چلیں۔ گیارہ بج رہے ہیں۔"

"آخ تھو...!" ماریانا نے جھلاہٹ میں اس کے منہ پر تھوک دیا۔

"شکریہ۔" سنگ نے جیب سے رومال نکال کر چہرہ صاف

کرتے ہوئے کہا "میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں۔ تنہا خواب گاہ میں جاؤ اور دروازہ اندر سے بند کرکے سو جاؤ۔ میں باہر رہ کر تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔"

ماریانا نے بے پروائی ظاہر کرنے کے لیے شانوں کو جنبش دی اور تجربہ گاہ سے چلی گئی۔ کچھ دیر بعد سنگ نے وہ دروازہ بند کیا تھا جس سے گزر کر وہ دوسری طرف گئی تھی پھر وہ فون کی طرف بڑھا اور کسی کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے جواد حیدر کی آواز سنائی دی تھی۔

"کیا رہا؟" سنگ نے پوچھا۔

"کام بن گیا۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"بہت اچھے۔ جہاں کا پتا بتایا تھا وہیں پہنچ جاؤ۔ اپنی بھتیجی کو بھی لانا۔ کیونکہ اس شخص کا انتظام کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔"

"بہت بہتر۔ میں اُسے ضرور لاؤں گا۔" جواد حیدر کی آواز آئی۔

"روشن مستقبل تمہارا منتظر ہے۔ آج سے تمہارا ستارہ عروج پر ہوگا۔"

"بہت بہت شکریہ۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

ریسیور رکھ کر ماریانا کی خواب گاہ کی طرف آیا تھا اور یہ دیکھ کر دروازہ اندر سے مقفل کر لیا گیا ہے چپ چاپ صدر دروازے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔ دروازہ کھول کر آہستہ سے آواز دی۔

"شالو... شالو۔"

"یس باس۔" شالو کسی طرف سے برآمد ہوا۔

"تم سب چوکس ہونا؟"

"یس باس۔"

"بس اس پر نظر رکھنا کہ کوئی اس کا تعاقب کرتا ہوا تو نہیں آیا۔ ایسے کسی آدمی کو زندہ نہ چھوڑنا۔"

"او۔کے باس! مطمئن رہیے۔"

سنگ نے دروازہ بند کیا اور پھر تجربہ گاہ میں آ بیٹھا۔ اس کے چہرے پر کسی قدر تشویش کے آثار تھے۔ بوتل سے تھوڑی سی گلاس میں انڈیلی اور چسکیاں لیتا رہا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا "سب ٹھیک ہے باس، دُور دور تک کسی کا پتا نہیں۔"

"پوری طرح جاگتے رہو۔ جو شخص میری آنکھوں میں دھول جھونک جائے اس کے لیے تمہاری کیا حقیقت ہے۔" سنگ بولا۔

"ہم ہوشیار ہیں باس۔"

سنگ ریسیور رکھ کر پھر صدر دروازے کی طرف آیا اور شالو کو آواز دی۔ اس بار اُسے اندر بلا لیا تھا۔

"کتنے آدمی ہیں؟" اُس نے اس سے پوچھا۔

"ستائیس... باس! سڑک تک پھیلے ہوئے ہیں۔ لمبی گاڑی کے پیچھے اگر کوئی دوسری گاڑی دکھائی دی تو اُسے چھلنی کر دیا جائے گا۔"

"لمبی گاڑی کی ڈگی کھلوا کر بھی دیکھ لینا۔"

"او۔کے باس۔"

"وہ بے حد حرامی ہے۔ اس رات میں اُسے کوئی سکیورٹی آفیسر سمجھ کر وہاں سے فرار ہو گیا تھا۔ شاید اُس نے مسز تلگاوا کا تعاقب کیا تھا اور پھر تمہارا تعاقب کرتا ہوا اس عمارت تک پہنچا تھا۔"

"لیکن باس! یقین نہیں آتا کہ وہ تنہا ہے۔"

"تم اس فکر میں نہ پڑو۔ بس کام پر نظر رکھو، جو تمہارے ذمے ڈالا گیا ہے۔"

"وِش یو گڈ لک باس۔" شالو نے کہا اور باہر چلا گیا۔

ایک گھنٹے بعد تجربہ گاہ میں بزر کی ہلکی سی آواز گونجی تھی اور سنگ دوڑتا ہوا دروازے کی طرف چلا گیا تھا۔ دروازہ کھولا۔ جواد حیدر اور یاسمین باہر کھڑے تھے۔ اُن کے پیچھے شالو تھا۔ جواد حیدر کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ سنگ اُنہیں اندر لایا۔ شالو باہر ہی رہ گیا تھا۔

تجربہ گاہ میں پہنچ کر سنگ نے بریف کیس جواد حیدر کے ہاتھ سے لیتے ہوئے پوچھا "ڈرائیور تو نہیں ہے تمہارے ساتھ؟"

"نہیں! میں خود ہی ڈرائیو کرتا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ اب میں اس بچی کے ہاتھ دیکھوں گا۔ یہ اپنے وقت کی بہت بڑی عورت بننے والی ہے۔"

یاسمین کینہ توز نظروں سے اُسے دیکھے جا رہی تھی۔ سنگ نے اس سے پوچھا "لیمی رولاں اس وقت کہاں ہوگا؟"

"اوہ... وہ۔" یاسمین ہنس پڑی "میرا خیال ہے کہ وہ اس وقت اسی عمارت..."

"کیا مطلب؟" جواد حیدر کرسی سے اُٹھ گیا۔

یاسمین اور زور سے ہنسی اور جواد دہاڑا۔

"اسے کچھ نہیں کہتے جو مجھ سے ایسے احمقانہ سوال کر رہا ہے۔" یاسمین نے بھی ناخوشگوار خشک لہجے میں کہا "کیا اس کی روشن ضمیری

... ... میں سوگئی ہے۔ میں کیا جانوں وہ کہاں ہوگا؟"

"بہت حاضر جواب ہو۔ میں خوش ہوا۔" سنگ بولا "سچ مچ ... احمقانہ تھا لیکن میں تمہیں پسند کرنے لگا ہوں۔ آؤ... میرے ... ..."

"یہ کیا بکواس کر رہا ہے؟" یاسمین نے چچا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"چُپ رہو! بدتہذیبی کا مظاہرہ مناسب نہیں۔ یہ دُنیا کے بہت بڑے آدمی ہیں۔"

"آدمی؟" یاسمین پھر ہنس پڑی "یا دو ٹانگوں والی بام مچھلی۔"

"میں کہتا ہوں خاموش رہو۔" جواد آپے سے باہر ہو گیا۔ ٹھیک اُسی وقت بائیں جانب والا دروازہ کھلا اور کئی مسلح آدمی اندر گھس آئے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔ لیمی رولاں پیش پیش تھا لیکن اس کے ہاتھ خالی تھے۔

جنرل نے سنگ کو للکارا "بریف کیس فرش پر ڈال دو۔"

سنگ نے چُپ چاپ تعمیل کی لیکن وہ صرف لیمی رولاں کو گھورے جا رہا تھا۔ نہ اپنی طرف اُٹھی ہوئی اسٹین گنوں سے متاثر نظر آتا تھا اور نہ اس اچانک بدلتے ہوئے نقشے سے۔ ایک مسلح آدمی نے جنرل کے اشارے پر بریف کیس اُٹھا لیا تھا۔

"لیمی کے بارے میں غلط تو نہیں کہا تھا میں نے گندی بام مچھلی۔" یاسمین پھر ہنس پڑی۔

"جواد حیدر! اپنے ہاتھ ہتھکڑیوں کے لیے پیش کرو کھیل ختم ہو گیا۔" جنرل غرآیا "اور تم بھی۔" اشارہ سنگ کی طرف تھا۔

سنگ نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے لیکن اس کی نظر اب بھی لیمی ہی پر تھی۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر اُسے گھورے جا رہا تھا۔ اچانک اس دروازے کی طرف سے وحشیانہ قہقہہ سنائی دیا جو ماریانا کی خواب گاہ کی جانب تھا۔ ماریانا کھڑی بے تحاشا ہنس رہی تھی اور پھر اس وقت تو قہقہے اور زیادہ بلند آہنگ ہو گئے تھے جب سنگ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی جا رہی تھیں "دیکھا" وہ یک بیک ہنسی روک کر بولی "میں جانتی تھی کہ لیمی رولاں اس راستے سے واقف ہو گیا ہے جس سے تو اچانک آ جایا کرتا تھا۔"

"تو اس میں خوش ہونے کی کیا بات ہے گندی کُتیا۔" سنگ نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

جواد حیدر کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ جیسے ہی اُس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑیں چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

سنگ لیمی رولاں سے کہہ رہا تھا "میں فی الحال تم سے پیچھا چھڑانے کے لیے گرفتار ہو رہا ہوں اسے ہمیشہ یاد رکھنا..."

عمران خاموش کھڑا رہا۔ اس کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔

یاسمین کے چہرے پر اب ہوائیاں اُڑ رہی تھیں... وہ دیدہ و دانستہ اپنے چچا کی طرف متوجہ نہیں ہو رہی تھی۔ عمران نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب کر لیا اور آہستہ سے بولا "تم اپنے ملک کی عظیم ترین خاتون ہو۔"

اچانک یاسمین نے اس کے شانے پر سر رکھ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"لڑکی خاموش رہو۔" جنرل غرآیا۔

"جنرل! پلیز۔" عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

"اسے یہاں سے ہٹا لے جاؤ۔" جنرل نے اپنے ایک آدمی سے کہا۔

"نہیں یہ میرے ساتھ رہے گی۔" یک بیک عمران کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"اسی کی مدد سے میں تمہارے ملک کو ایک بڑے نقصان سے بچا سکا ہوں اور میں اس عظیم لڑکی کو سلام کرتا ہوں۔"

جنرل کا منہ حیرت سے کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو بے ہوش جواد حیدر سے متعلق کچھ ہدایات دیں اور وہاں سے روانگی کی تیاری کرنے لگا۔

"واپسی ادھر ہی سے ہوگی جدھر سے آئے تھے۔" عمران بولا۔

"کیوں؟" جنرل چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"عمارت کے سامنے سڑک تک اس کے آدمی بکھرے ہوئے ہیں۔"

"بہت دنوں تک زندہ نہیں رہ سکو گے بھتیجے۔" سنگ زہریلے لہجے میں بولا۔

عمران نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر جنرل سے کہا "اس کے ہاتھوں میں پڑی ہوئی ہتھکڑیوں پر اعتماد نہ کیجیے گا۔ ذرا ہوشیاری سے۔"

"یہ میرے محکمے کی ہتھکڑیاں ہیں۔" جنرل کے لہجے میں سختی تھی۔ "ہر معاملے میں دخل اندازی مت کرو۔"

اس پر سنگ عمران کو آنکھ مار کر مسکرایا۔ عمران نے بے پروائی سے شانوں کو جنبش دی اور یاسمین کا بازو پکڑ کر اُسے دروازے کی طرف لے چلا جہاں ماریانا کھڑی تھی۔ اس نے آہستہ سے کچھ کہا تھا اور ماریانا اُسے اپنے ساتھ لیے ہوئے دروازے سے گزر گئی تھی۔

"یہ تم نے کیا کیا؟ لڑکی بھی ساتھ ہی جائے گی۔" جنرل نے کہا۔

"نہیں، وہ اپنے سینے پر کوئی تمغہ نہیں سجانا چاہتی۔ اس کارنامے

کو اپنی ہی کارکردگی تک محدود رکھیے۔" عمران کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی اس وطن پرستی کی پبلسٹی نہیں کی جائے گی اور یہ میں نے اس اعتماد کی بنا پر کیا تھا کہ آپ مجھ سے متفق ہو جائیں گے۔"

جنرل نے تفکر آمیز انداز میں سر کو تفہیمی جنبش دی اور اپنے آدمیوں کو قیدیوں سمیت روانگی کا حکم دیا پھر یک بیک انہیں رکنے کا اشارہ کر کے عمران کے قریب آیا اور آہستہ سے بولا۔ "تو اب تم سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔"

"میرا کام ختم ہو گیا جنرل! مجھے صرف اس سازش کی جڑوں کا پتا لگانا ہے جس کے تحت میرے اور آپ کے ملک کے تعلقات خراب ہو سکتے تھے۔ جواد حیدر ثبوت آپ کے قبضے میں ہے۔ رہا سنگ کا معاملہ تو وہ ایک عالمی مسئلہ ہے اگر میں کہوں کہ آپ اُسے میرے حوالے کر دیں تو؟"

"یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ ہماری مملکت میں پکڑا گیا ہے۔"

"میں جانتا تھا کہ آپ کا یہی جواب ہو گا لہٰذا میں اپنی حکومت کی طرف سے کوئی ایسی درخواست نہیں کر سکتا۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ آپ ایک دن بھی اُسے اپنی قید میں نہ رکھ سکیں گے۔"

دونوں گفتگو میں محو تھے کہ اچانک انہوں نے کئی حیرت زدہ سی آوازیں سنیں۔ چونک کر پلٹے تو سنگ غائب تھا اور جنرل کے آدمی بائیں جانب والے دروازے پر پلے پڑ رہے تھے۔

ہتھکڑیوں کا جوڑا بے ہوش جواد حیدر کے قریب پڑا انہیں منہ چڑا رہا تھا۔

"ہٹو ایک طرف" عمران نے کہتے ہوئے دروازے میں چھلانگ لگائی۔

*

اس پوشیدہ سرنگ کے دہانے کے قریب پہنچ کر عمران رُک گیا جس کا علم تلگاوا کو بھی نہیں تھا۔ شاید یہ سنگ کے مخصوص کارپردازوں کی محنت کا نتیجہ تھی۔ عمارت کی پشت پر بکھری ہوئی چٹانوں کے درمیان اس کا دہانہ عمران کو اتفاقاً مل گیا تھا۔ ایک رات تلگاوا کی تجربہ گاہ کے آس پاس اپنے چھپنے کے لیے کسی معقول سی جگہ کی تلاش میں بھٹکتا پھر رہا تھا کہ یہ جگہ دریافت ہو گئی تھی۔ اُسے وہ قدرتی غار کا دہانہ سمجھا تھا۔ لیکن یہ راستہ اُس عمارت کے ایک اندرونی حصے تک لے گیا۔

بہرحال سنگ اس وقت اسی راستے سے فرار ہوا تھا اور یہاں ان چٹانوں میں اسے اس وقت ایک پوری بٹالین بھی تلاش کر لینے میں ناکام رہتی کیونکہ مطلع ابر آلود ہونے کی بنا پر تاروں کی چھاؤں تک میسر نہیں تھی۔ جنرل اور اس کے تین آدمی عمران کے پیچھے کھڑے تھے۔ دو آدمیوں کو وہ بے ہوش جواد حیدر کے پاس چھوڑ آیا تھا۔ بریف کیس اس کے ہاتھ میں تھا۔

"یہ کیسے ہوا تھا کرنل فہیم!" دفعتاً جنرل نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے کسی آدمی کو مخاطب کیا۔

"کچھ پتا ہی نہیں چل سکا میں نے ہتھکڑیوں کے فرش پر گرنے کی آواز سنی تھی۔ جتنی دیر میں ہم سنبھلتے وہ نکل چکا تھا۔ بس ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اُڑتا ہوا دروازے سے گزر گیا ہو۔"

"یہ بہت بُرا ہوا۔ بہت بُرا۔" جنرل عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"اوں... ہاں۔" عمران چونک پڑا۔ "لیکن اب خود کو بچائے رکھنے کی کوشش میں وہ دوبارہ اسی طرف ہلہ بول سکتا ہے۔ اس کے متعدد مسلح آدمی عمارت کے سامنے موجود ہیں۔ خدایا کہیں وہ دروازہ نہ توڑ دیں... وہ عورتیں۔"

عمران تیزی سے پلٹا اور سرنگ میں دوڑتا چلا گیا۔ وہ پلٹا ہی تھا کہ مخالف سمت سے کئی فائر ہوئے۔ جنرل دو آدمیوں کو سرنگ کے دہانے پر چھوڑ کر ایک آدمی کے ساتھ عمران کے پیچھے چل پڑا تھا۔ عمران نے جیسے ہی عمارت میں قدم رکھا اُسے بُو محسوس کی۔ "اوہ! میرے خدا!" وہ مڑ کر جنرل سے بولا۔ "شاید انہوں نے عمارت میں لگا دی۔"

سچ مچ یہاں چاروں طرف شعلے بھڑک رہے تھے۔ اس نے عورتوں کی چیخیں سنیں اور بے تحاشا ماریانا کی خواب گاہ کی طرف جھپٹا۔ پٹرول کی لُو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ دوسری طرف جنرل کے آدمی جواد حیدر کو تجربہ گاہ سے نکال کر لے جانے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ اسی ہنگامے کے دوران میں فائروں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ عمران ان سب سے بے پروا ماریانا کی خواب گاہ میں جا گھسا۔ یاسمین دہشت کے مارے بے ہوش ہو چکی تھی۔ اس نے اسے اٹھا کر کاندھے پر ڈالا۔ اور ماریانا کا ہاتھ پکڑ کر پوشیدہ راستے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب اُسے نہ جنرل کی فکر تھی اور نہ جواد حیدر کی۔ وہ ان دونوں کو ہر حال میں بچا لے جانا چاہتا تھا۔ سرنگ سے گزرتے وقت اس نے عقب میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنیں۔ وہ ایک طرف ہٹ کر داہنے ہاتھ سے ریوالور نکال لیا۔ دوڑنے والے اُن کے قریب سے گزر گئے سلسلہ کچھ

... یاسمین عمران کے کاندھے پر بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ وہ پھر ... دہانے کی طرف بڑھنے لگے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ... آنے والے جنرل اور اس کے بقیہ ساتھی تھے۔

... جواد حیدر کا جسم انہوں نے چھلنی کر دیا۔ میرا بھی ایک آدمی ... جنرل کہہ رہا تھا۔ "ان کی تعداد زیادہ ہے۔ اب شاید وہ ... نکلیں۔"

"... تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کے ساتھ صرف یہی ... ہوں گے۔" عمران خشک لہجے میں بولا۔ "مجھے تو کسی ... ان دونوں عورتوں کا تحفظ کرنا ہے۔ اس طرف سے فائرنگ ... ہو گئی۔ لہٰذا اب نکل جانا چاہیے۔" اس نے ایک پتھر کو ٹھوکر ... اور وہ کچھ دُور پھسلنے کے بعد جیسے ہی نشیب میں لڑھکنے ... دوسری طرف سے پھر فائرنگ شروع ہو گئی۔ ٹھیک اسی وقت ... کے اندرونی دہانے کی طرف دھماکا ہوا تھا اور وہاں پر ... دھوئیں اور تپش کی یلغار ہو گئی تھی۔

"میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔" عمران دہانے سے باہر نکلتا ہوا ... "میں یہاں کے چپے چپے سے واقف ہوں۔"

باہر سے اب بھی فائر ہو رہے تھے۔ عمران آوازوں کی ... کا تعین کر کے ایک طرف بڑھنے لگا تھا۔

صبح ہوتے ہوتے عمران اپنے ٹھکانے پر پہنچ گیا تھا۔ ماریانا اور یاسمین اس کے ساتھ تھیں۔ یاسمین کو اب ہوش آ چکا تھا لیکن وہ بالکل خاموش تھی۔ عمران نے اُسے ابھی تک نہیں بتایا تھا ... جواد حیدر اپنے ہمدردوں ہی کے ہاتھوں مارا گیا۔

"اس کا کیا ہوا! وہ کہاں گیا؟" ماریانا نے سنگ کے متعلق پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ بھی وہیں جل کر بھسم ہو گیا۔" عمران نے کہا لیکن اُسے یقین نہیں تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ بہرحال کسی ... اُسے بھی مطمئن کرنا ہی تھا۔ وہ جو سنگ کے خون کی پیاسی تھی۔ ... ایک ٹک عمران کی طرف دیکھے جا رہی تھی اور وہ اس سے نظریں ... چرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔ "میں گھر جانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور۔ ضرور۔ میں ابھی پہنچا دوں گا۔"

"میں تنہا جاؤں گی۔ ہوش و حواس میں ہوں۔ پچھلی رات ... میں اور چچا ایک پوشیدہ راستے سے باہر نکلے تھے۔ میرے گھر والے ... سمجھ رہے ہوں گے کہ میں محل ہی میں ہوں گی۔"

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے۔"

وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ماریانا نے اس سے پوچھا تھا۔

"میں چلوں تمہارے ساتھ۔"

"نہیں! شکریہ۔"

دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رُکی۔ مڑ کر عمران کی طرف دیکھا۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ یاسمین کی آنکھوں سے دو قطرے ڈھلکے تھے اور وہ تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ عمران سر جھکائے کھڑا رہا۔ ماریانا اُسے حیرت سے دیکھتی رہی تھی۔

اسی سہ پہر کو سفید چٹان والی پہاڑی کے قریب مختلف سمتوں سے دو جیپیں آ کر رُکی تھیں۔ ایک جیپ سے عمران اُترا تھا اور دوسری جیپ سے جنرل۔

"تجربہ گاہ کے ملبے سے چار لاشیں برآمد ہوئی تھیں لیکن ایسی حالت میں کہ شناخت ممکن نہیں۔" جنرل اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "ہو سکتا ہے سنگ بھی.."

"اس وہم کو دل سے نکال دیجیے۔ وہ چوہوں کی طرح نہیں مر سکتا۔" عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن وہ عورت ماریانا اس کے بعض ساتھیوں کی نشاندہی کر سکے گی... وہ بحیثیت انسان اچھے برتاؤ کی مستحق ہے۔ سختی کیے بغیر اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کیجیے گا اور میری خصوصی درخواست یاسمین کے سلسلے میں ہے۔"

"بتاؤ! اس کے سلسلے میں کیا چاہتے ہو؟"

"آپ کی رپورٹ میں اس کا نام نہ آنے پائے۔ جواد حیدر اُسے بہت چاہتا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ملک و قوم کے سلسلے میں اپنا فرض ادا کیا۔ اگر وہ میرے لیے ان دونوں کی گفتگو ٹیپ نہ کرتی رہتی تو میں اس فائل والی سازش سے کبھی آگاہ نہ ہو پاتا اور وہ فائل ایک دشمن ملک کے ہاتھ لگتا۔"

"تم مطمئن رہو۔ میں تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا۔ یہی نہیں بلکہ دوسرے طریقوں سے یاسمین کو ملک میں اس کا صحیح مقام دلانے کی کوشش کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ! اچھا خدا حافظ۔" عمران نے پھر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں ہیلی کاپٹر کی آواز سن رہا ہوں اور ہاں! کبھی نہ کبھی آپ کی یہ خواہش بھی پوری کر دوں گا کہ آپ میری اصل شکل دیکھ سکیں۔"

گیارہ نومبر

ابنِ صفی

دوسروں کا خیال تھا کہ اُس نے آم کی گٹھلی شرارتاً اس جگہ پھینکی تھی لیکن عمران بڑی تہری تحسین کھا رہا تھا۔ انہیں یقین دلا رہا تھا کہ ان کا خیال غلط ہے۔

"دراصل یہ آم... " اس نے بڑی عقیدتمندانہ انداز میں کہا "تھے ایک پیر صاحب نے تحفتاً بھجوایا تھا... میں سوچ رہا تھا کہ گٹھلی کہیں دفن کردوں اس لئے سڑک پار کر رہا تھا۔ وہ ہاتھ سے چھوٹ پڑی... جب سے سائیکولوجیکل ریسرچ کا کارخانہ کھلا ہے... طبیعت تصوف کی طرف بہت زیادہ مائل رہتی ہے!"

"پھر بھی... لیکن اس بے چاری کے چوٹ آئی ہے" صفدر بولا۔

"ایسے متبرک آم کی گٹھلی پر پیر پڑے گا تو چوٹ تو آنی ہی تھی... پیر صاحب کا تحفہ تھا۔"

"گٹھلی سڑک پار کرنے کے بعد گری تھی" نعمانی نے کہا۔

"اللہ کی مرضی ہے...!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"وہ خصوصیت سے سامنے والے مکان کی پچھلی سیڑھی پر گرائی گئی تھی!" تنویر عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔

"مشیت ایزدی...!" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اور وہ بے چاری بے ہوش ہو گئی تھی گرتے ہی!" نعمانی بولا۔

"...ہی جانے تو اللہ کی مرضی میں کیسے دخل!" عمران کراہا۔

"تم عنقریب پاگل ہونے والے ہو" تنویر نے آنکھیں نکالیں۔

"...انی خبر ہے۔ غالباً ایک سال پہلے کی!" عمران بولا۔ اتنے ...ی اندر داخل ہوا۔ اُس کے چہرے پر حیرت اور خوف ...آثار تھے۔

..."ہاں نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا" کیا بات ہے؟"

"صاب مر گیا۔"

"کون مر گیا؟"

"...وہ میم صاب جو اُوپر زینوں سے گرا تھا۔"

"نہیں۔"

"ہاں صاب... اس کو اُوپر اسپتال لے جاتا تھا۔ راستے ...مر گیا!"

"کیسے معلوم ہوا؟"

"اُس کا نوکر بتایا۔"

"تو تمہیں کیا پریشانی ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو!" عمران نے ...ایسے لہجے میں کہا اور وہ چپ چاپ... نکل گیا۔

اب وہ سب خاموشی سے عمران کو گھورے جا رہے تھے دفعتاً عمران نے صفدر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آؤ چلیں۔"

صفدر تو بے چون و چرا اٹھ گیا لیکن تنویر نے اُس کی ...راہ روک لی۔

"کیا مطلب؟" عمران اُسے نیچے سے اُوپر تک گھورتا ہوا بولا

"تمہیں جواب دہ ہونا پڑے گا" تنویر نے دانت پیسے۔ "...شتے داری تھی تمہاری!"

"یہ تو پھانسی کے تختے ہی پر معلوم ہوگا۔"

"بھائی آنریری مجسٹریٹ ہو گئے ہیں" عمران نے ...نند ...سے پوچھا۔

"سامنے سے ہٹ جاؤ!" صفدر نے تنویر کو گھورتے ہوئے کہا

"اس طرح تم ایک مجرم کو فرار ہونے میں مدد دے رہے ہو"

عمران نے ان سب کو باری باری سے بغور دیکھا اور بولا "شاید میری عدم موجودگی میں یہاں چرس نوشی ہونے لگی ہے"

چوہان بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُن کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"ایک بات بتاتے جاؤ" اُس نے کہا "بات سامنے کی ہے... اگر اس کے متعلق ہم سے بھی پوچھ گچھ ہوئی تو!"

"آم کی گٹھلی زیرِ بحث نہ آنے پائے" عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

"وہ تو ضرور آئے گی" تنویر مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"تو پھر اپنا حشر بھی دیکھ لینا" اس نے اُسے دھکا دے کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا اور صفدر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا باہر نکل آیا۔ صفدر کی گاڑی قریب ہی کھڑی تھی۔

"مجھے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب لے چلو" اُس نے اُس سے کہا۔ صفدر خاموشی سے اسٹیرنگ سنبھال کر بیٹھ گیا۔ دُوسری طرف کا دروازہ کھول کر عمران بھی اُس کے قریب آ بیٹھا۔

گاڑی چل پڑی اور صفدر بولا "بعض اوقات..."

"میں بالکل دیوانہ معلوم ہوتا ہوں" عمران نے جملہ پورا کر دیا۔

"آخر یہ سب کیا تھا؟"

"ابھی تو کچھ بھی نہیں تھا۔"

"لیکن..." صفدر کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔ اُس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے۔

"میرے خیال سے کوئی اور ذکر چھیڑو" عمران نے بڑے خلوص سے مشورہ دیا۔

"یعنی وہ مر گئی... اور آپ...!"

"جی ہاں... میں اُس کا سوگ منانے کو زندہ بیٹھا ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگ آخر اتنے خدا ترس کیوں ہو گئے ہو... آہا سمجھا۔ سائیکولوجیکل ریسرچ کے کارخانے میں بیٹھے ہوئے ہیں نا... اللہ رحم کرے دُوسرے ممالک کے نفسیات کے طالب علم ڈوورتھ بنتے ہیں... ولیم جیمز بنتے ہیں، ینگ بنتے ہیں، ایڈلر بنتے ہیں لیکن ہیہات... یہاں کے ماہرِ نفسیات لوگوں کی شخصیتوں کا تجزیہ کرنے بیٹھتے ہیں اور انہیں ولی اللہ ثابت کر دینے کے بعد سوچتے رہ جاتے ہیں کہ وہ خود کیا چیز ہیں ملک کے سارے بڑے افسروں کو اُن سے رجوع لانا چاہیے۔"

"رجوع کرنا..." صفدر نے تصحیح کی۔

"رجوع لانا صحیح ہے۔ اب تم زبان پر بحث کرو گے... تمہاری پچھلی نوکری پر واپس بھجوا دوں گا۔ یاد رکھنا۔ میں نے بھی تھوڑی سی نفسیات پڑھی ہے۔"

"اچھا یہی بتا دیجیے کہ یہ سائیکولوجیکل ریسرچ کا ادارہ کیوں قائم کیا گیا ہے؟"

"یہ اپنے چیف ایکسٹو سے پوچھو!"

"میرا خیال ہے کہ دانش منزل کے بعد یہی ہیڈ کوارٹر بنے گا۔ عمارت میں توسیع ہو رہی ہے۔"

"بس مجھے اب اللہ اللہ کرنے دو... !" عمران ہاتھ اٹھا کر درویشانہ شان سے بولا... صفدر پھر کچھ نہ بولا لیکن اُلجھن بدستور قائم رہی۔

"پچھلے ماہ انہیں ایکسٹو کی طرف سے 'تنظیم نَو' کا حکم ملا تھا اور اسی کے مطابق سیکرٹ سروس کے ممبروں نے ایک مجوّزہ عمارت پر "ادارۂ تحقیقات نفسی" کا بورڈ لگا دیا تھا۔

مختلف شعبوں کے منتظمین کی حیثیت سے وہ اس عمارت میں بیٹھنے لگے تھے۔ وہیں اوپری منزل پر اُن کے لیے رہائشی فلیٹ بھی موجود تھے لیکن صفدر کو اس سے الگ رکھا گیا تھا۔ وہ جہاں پر تھا وہیں مقیم رہا۔ کبھی کبھی عمران ہی اُسے ساتھ لے کر اس طرف... آنکلتا... آج بھی یہی ہوا تھا۔ عمارت کے سامنے سڑک کے پار دوسری عمارت تھی۔ شاید اس عمارت کی طرف وہ لوگ توجّہ بھی نہ دیتے لیکن وہ لڑکی جو اس عمارت کی اوپری منزل پر رہتی تھی بڑی پُرکشش تھی۔ وہ سبھی اُس کی طرف متوجّہ ہو گئے تھے۔ ٹھیک پانچ بجے شام کو وہ زینوں پر دکھائی دیتی۔ کہیں باہر جاتی تھی لیکن واپسی کا علم کسی کو نہ ہوتا۔ جب سے وہ اس عمارت میں آئے تھے انہوں نے لڑکی کے معمول میں کوئی فرق نہیں دیکھا تھا۔ وہ کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتی تھی... اس عمارت کے فلیٹوں میں کئی غیر ملکی گھرانے آباد تھے۔ جولیانا فٹنرواٹر نے اس لڑکی کی قومیّت کا اندازہ لگایا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ اطالوی ہے لیکن عمران نے کہا تھا کہ ہر خوبصورت لڑکی بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے اس کو کسی ایک قوم کے لیے مخصوص کر دینا غیر سائنٹیفک حرکت ہے پھر اُس نے شاید اُسے کسی قسم کے سائنسی نکتۂ نظر سے دیکھنا شروع کر دیا تھا کیوں کہ اس کے بعد اُسے دیکھنے کے لیے اُس کے ہاتھوں میں ہمیشہ دُوربین ہوتی اور پھر آج یہ واقعہ پیش آیا... صفدر کی اُلجھن بڑھتی رہی اور وہ بالآخر ٹاپ ٹاپ کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔ صفدر گاڑی کو پارکنگ شیڈ کی طرف لیتا چلا گیا۔

"گڈ..." عمران گاڑی سے اترتا ہوا بولا "اب تم دیکھو گے کہ پیر صاحب کا آم کتنا کراماتی تھا!"

"عمران صاحب... وہ مر گئی!" صفدر جھنجلا کر بولا۔

"اب پھر کتنی دیر بعد یہی اطلاع دو گے!"

"مناسب یہی ہے کہ میں خاموش رہوں!" صفدر کے پیچھے کی بی پھر اور بڑھ گئی۔

"سمجھ دار بچّہ وہی ہے جو ڈیڈی کی نظریں پہچان سکے!"

وہ ہال میں آئے اور عمران ایک خالی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ صفدر نے اس میز پر ریزرویشن کارڈ پڑا دیکھا تھا لہٰذا بیٹھنے سے قبل اُس نے کہا: "کیا اب یہاں ذلیل کرا دینے کا ارادہ ہے!"

"اگر تم کھلانے پلانے کو ذلیل کرانا سمجھتے ہو تو میں باز آیا!" عمران کانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"میں یہ عرض کر رہا تھا!" صفدر نے ریزرویشن کارڈ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"اچھا... اچھا... میں سمجھا... فکر نہ کرو بیٹھ جاؤ!"

"اگر اُٹھا دیے گئے تو؟"

"ہم تو غلطی سے بیٹھ رہے ہیں!" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"غلطیاں کر کے "اوہ معاف کیجیے گا" کہنے میں ایک خاص قسم کی لذّت محسوس کرتا ہوں... آج تم بھی ٹرائی کر دو!"

"میں تو نہیں بیٹھوں گا!"

"گریبان پکڑ کر بٹھا دوں گا!"

اتنے میں ایک ویٹر تیز قدموں سے اُن کی طرف آیا اور سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔

"وعلیکم السّلام..." کہہ کر عمران نے پُرتپاک انداز میں اُس سے مصافحہ کیا اور اس کے متعلقین کی خیریت دریافت کرنے کے بعد موسم کے احوال پر اتر آیا۔ صفدر کو اس دوران میں اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ وہاں سے اُٹھائے نہیں جائیں گے لہٰذا وہ بھی بیٹھ گیا۔ ویٹر سے گفتگو ختم کر کے عمران نے صفدر سے پوچھا۔

"کیا نہ کھاؤ گے اور کیا نہ پیو گے؟"

"میں صرف کافی پیوں گا!"

"کیوں بھئی کافی کس بھاؤ بک رہی ہے!" عمران نے ویٹر کی طرف مُڑ کر پوچھا۔ ویٹر دانت نکالتے ہوئے رُخصت ہو گیا۔

"بخدا بعض اوقات آپ حد سے گزر جاتے ہیں۔ پہلے ہی بتا دیا ہوتا کہ میز خود آپ نے ریزرو کرائی تھی!" صفدر بولا۔

"اتنی پُرانی اطلاع آج کیوں کر دیتا۔ چھ ماہ سے صرف میرے لیے مخصوص ہے..."

"آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟"

"ذلیل کرانے!"

"کیا مطلب؟"

"کھلانے پلانے! اس کے بعد بائیسکوپ بھی دکھاؤں گا!"

"اچھی بات ہے۔ میں تن بہ تقدیر ہوں!"

"جیتے رہو... ایسی ہی اسپرٹ رکھنی چاہیے!"

صفدر خاموش ہو گیا... عجیب سی وحشت اُس کے ...ں پر طاری تھی۔ بار بار اُسے وہ لڑکی یاد آ رہی تھی لیکن ... بے ہوش ہو جانا اور چیز ہے، مرجانا اور چیز... ...ض اوقات لوگ محض دہشت کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے ...ں اور پھر وہ تو آخری نچلی سیڑھی سے گری تھی۔ صفدر نے ...ا پیشانی پر ہتھیلی رگڑتے ہوئے کنکھیوں سے عمران کی طرف ...ھا وہ اس طرح مگن بیٹھا تھا جیسے یہاں کے ماحول میں بیوی ...ں کے وجود کو بھلا دینا چاہتا ہو۔

"سُنیے!" صفدر نے اُسے مخاطب کیا۔

"ضرور سُنوں گا لیکن اس طرح بیویاں شوہروں کو مخاطب ...الی ہیں!"

"خدا کے لیے سنجیدہ ہو جایئے!"

"چلو۔ کہو... کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ہم لوگوں کے علاوہ بھی آس پاس والوں نے آپ کو ...اس آم کی گٹھلی گراتے دیکھا ہوگا!"

"تو پھر؟"

"آپ یقیناً زحمت میں پڑ جائیں گے اور تنویر بھی تو وہیں ...موجود تھا!"

"ارے... تنویر...!" عمران ہنس کر رہ گیا پھر بولا "اس ...ا مثال تو اُس فلمی گیت کی سی ہے

تُم ہی ہو محبوب میرے میں کیوں نہ تمہیں پیار کروں!"

"آپ جانیے!" صفدر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ وہ پھر ...جھنجلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا لیکن اس جھنجلاہٹ کے باوجود ...ہی اُس نے محسوس کیا کہ عمران کی توجّہ اُس کی طرف نہیں ہے۔

اتنے میں ویٹر کافی لایا لیکن عمران کی توجّہ قریب والی میز ...سے نہ ہٹ سکی۔ وہ کوئی غیر ملکی آدمی تھا۔ مشرق بعید کے کسی ...ملک سے تعلق رکھتا تھا آنکھوں اور ناک کی مخصوص بناوٹ ...ا بنا پر جاپانی یا تھائی ہو سکتا تھا۔

صفدر کافی بنانے لگا پھر جب اُس نے ایک پیالی ...اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اُسے مخاطب کیا تو وہ چونک ...کر اُسے ایسے انداز میں دیکھنے لگا جیسے اُس کی موجودگی کا علم ...ہی نہ رہا ہو۔

"کافی۔" صفدر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"اس آدمی کا نام یوکادا ہے!" عمران نے کہا۔

"میں کافی پیش کر رہا ہوں۔ اسے جہنّم میں جھونکیے!"

"ہوں... اچھا...!" عمران نے کافی کی پیالی اُٹھا کر ایک چُسکی لی۔ ویسے صفدر کو بھی اب اُس آدمی کی طرف پوری طرح متوجّہ ہونا پڑا تھا۔ بھلا عمران اس میں یونہی خواہ مخواہ کیوں دلچسپی لینے لگا۔ وہ آدمی اپنی میز پر تنہا تھا اور بار بار صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔

'یوکادا...' صفدر نے دل ہی دل میں دُہرایا اور کافی پینے لگا۔

"پچھلے سال میں نے گیارہ نومبر کو گیارہ اُونٹ شکار کیے تھے!" دفعتاً عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ زبان انگریزی استعمال کی تھی! بظاہر مخاطب صفدر تھا لیکن صفدر اچھی طرح سمجھتا تھا کہ یہ بکواس کسی اور کے لیے تھی۔

صفدر نے یوکادا کو چونکتے دیکھا... پھر وہ عمران کی طرف اسی طرح متوجّہ ہُوا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو... حیرت سے اُس کے ہونٹ کھُل گئے تھے پھر اچانک وہ اپنی میز سے ... اُٹھ کر اُن کے پاس آ بیٹھا...

اب اُس کے ہونٹوں پر لطیف سی مُسکراہٹ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان دونوں کے لیے گہرے جذبات رکھتا ہو۔

"یہ مُلک بڑا خوبصورت ہے!" اُس نے کہا۔

عمران نے مُسکرا کر سَر کو جُنبش دی... کچھ بولا نہیں صفدر نے ویٹر کو اشارے سے بُلا کر اس بن بُلائے مہمان کے لیے بھی کافی طلب کی۔

یوکادا کے ہاتھ میں رول کیا ہُوا ایک اخبار تھا جسے اُس نے میز پر رکھ دیا اور اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا...

"اوہ شاید میرا پرس برساتی کی جیب میں رہ گیا جسے میں کلوک رُوم میں چھوڑ آیا ہُوں..." اُس نے کہا اور اُٹھ گیا۔

صفدر نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے تھے پھر بند کر لیے اور... اور اُسے تیزی سے صدر دروازے کی طرف جاتے دیکھتا رہا تھا...

عمران بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔

"عجیب ہونق آدمی معلوم ہوتا ہے!" صفدر بالآخر بولا۔

"لیکن اب وہ واپس نہیں آئے گا!" عمران نے سَر کو مایوسانہ جُنبش دی۔

"کیوں؟ آخر بات کیا ہے؟"
"کسی اور کے دھوکے میں اس میز پر آ بیٹھا تھا۔"
"آخر کیوں؟"
"گیارہ نمبر تھی اس کی وجہ... گیارہ اُونٹوں والی بات محض تفننِ طبع کے لیے کہی گئی تھی ویسے یہ اور بات ہے کہ تفننِ طبع کے معنی بھی مجھے نہ معلوم ہوں۔" عمران نے کہا اور وہ رول کیا ہُوا اخبار اُٹھا لیا جسے لوکاوا چھوڑ گیا تھا۔
ویٹر دوبارہ طلب کی ہُوئی کافی لے آیا...
"اب میں اس کا کیا کروں۔" صفدر نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔
"کس کا؟" عمران نے اخبار سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔ اُس نے اخبار میز پر پھیلا لیا تھا...
"یہ کافی میں نے اُسی کے لیے منگوائی تھی۔"
"اس لیے اس کے دام بھی خود ہی بھُگتو گے۔"
صفدر کچھ نہ بولا۔
تھوڑی دیر بعد عمران بڑبڑایا... "غلطی ہو گئی!"
"کیا مطلب؟"
"پیغام تو موجود ہے لیکن پتہ نہیں کس کے لیے ہے!"
"پتہ نہیں آپ کہاں کی ہانک رہے ہیں۔"
"یہ دیکھو! اخبار میں جگہ جگہ بعض الفاظ کے نیچے لکیریں کھینچی گئی ہیں۔ اگر ان الفاظ کو بالترتیب یکجا کر دو تو یہ پیغام بنے گا کہ لڑکی زینوں سے گر کر بے ہوش ہو گئی اور ہسپتال پہنچتے پہنچتے اُس نے دَم توڑ دیا۔"
"خدا کی پناہ۔ تو ابھی تک اُسی لڑکی کا چکر چل رہا ہے؟"
"اور دیکھو کب تک چلتا ہے!"
صفدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے عمران کو گھورتا رہا۔
"لیکن ایک بات ہے۔" عمران کچھ دیر بعد بولا۔ "جسے یہ پیغام دینا تھا اسے شاید وہ بھی نہیں جانتا تھا ورنہ میرے ہاتھ کیوں کر جاتا۔"
"سوچتے اور کڑھتے رہیے۔"
"ہائیں... کیا مطلب؟" عمران نے اُسے بغور دیکھ کر جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں...
"جی!"
"کیا تم آج کل بیگمات میں زیادہ اُٹھ بیٹھ رہے ہو...؟"
"میں نہیں سمجھا...!"

"یہ کڑھنا وڑھنا بولنے لگے ہو!" عمران سر ہلا کر بولا۔ شاید کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن صفدر نے محسوس کیا جیسے وہ کسی طرف متوجہ ہو گیا ہو...
"لو بھئی شاید... مسٹر لوکاوا کو اسی کا انتظار تھا۔"
اشارے کی سمت نظر اُٹھی تو آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی۔ بڑی خوبصورت لڑکی تھی... کاؤنٹر کے قریب رُک کر ہال کا جائزہ لینے لگی تھی پھر کاؤنٹر کلرک سے کچھ پوچھا بھی تھا۔
"کیا خیال ہے؟" عمران بولا "مجھے تو یہ بھی جاپانی ہی لگتی ہے اگر کسی طرح اس کی ناک چپٹی کر دی جائے۔"
"یہ مغربی یورپ کے کسی ملک کی معلوم ہوتی ہے۔" صفدر نے کہا۔
اب وہ لڑکی کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی اور اس کا رُخ میزوں کی طرف تھا۔
عمران نے اخبار کے دو ورق الگ الگ رول کیے اور انہیں برابر سے میز پر کھڑے کرتے ہُوئے بولا۔ "دیکھو۔ اب اس گیارہ کا کمال وہ تیر کی طرح اس طرف آئے گی۔ کافی تیار رکھو اس کے لیے۔"
عمران کا یہ خیال بھی درست ثابت ہُوا۔ وہ سچ مچ اُن کی میز کی طرف بڑھتی دکھائی دی جیسے ہی وہ قریب پہنچی عمران نے اخبار کے اوراق کو پھر ایک ہی رول کی شکل دے کر میز پر ڈال دیا اتنی دیر میں وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ چکی تھی۔ کوئی کچھ نہ بولا صفدر نے اُس کے لیے کافی بنائی اور کچھ کہے بغیر اُس کی طرف بڑھا دی جو خاموشی ہی سے قبول کر لی گئی۔ عمران نے صفدر کو خاموش رہنے کا اشارہ پہلے ہی کیا تھا...

قاضی ابوحازم

کسی شہر سے گزر رہے تھے راستے میں انھیں ایک شخص ملا اور یوں مخاطب ہوا

"قاضی صاحب! آپ نے ہمارے شہر میں جو منصف مقرر کیا ہے، بہت دیانت دار ہے۔" یہ سُنا تھا کہ قاضی ابوحازم برافروختہ ہو گئے "اے شخص! تو کیسی بات کر رہا ہے۔ کسی پولیس افسر کے متعلق تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ دیانت دار ہے یا نہیں ہے لیکن ایک منصف ان باتوں سے بالا ہوتا ہے۔"

راستے میں ابوحازم کے ایک ساتھی نے ان سے پوچھا "حضرت آپ اس شخص پر خفا کیوں ہو گئے تھے؟" ابوحازم بولے "منصفی کے منصب کی یہ توہین ناقابلِ برداشت ہے۔ بدقسمتی دیکھو آج کل ایسے اشخاص بھی اس منصب پر فائز ہو رہے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ لوگ انھیں دیانت دار سمجھیں اور ان کی تعریف کریں۔ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا تھا کہ فلاں منصف دیانت دار ہے اور فلاں منصف بددیانت۔"

[illegible]

"میں بہت پریشان ہُوں۔" لڑکی کافی کی پیالی ختم کرکے بولی۔ "تم دونوں میں سے وہ کون ہے؟"
صفدر تو خاموش ہی رہا البتہ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔
"تم ہو...؟" لڑکی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا اور عمران نے مغموم انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی۔
"اوہ... اگر یہ سچ ہے تو مجھے خوش ہونا چاہیے۔" لڑکی بولی اور عمران نے احمقانہ انداز میں دانت نکال دیے۔
اس کے بعد لڑکی نے اخبار اُٹھا لیا اور اب عمران اُس کی طرف سے بالکل بے پروا نظر آ رہا تھا...
"تم نے مجھے بُلایا ہے میں آ گئی۔" لڑکی نے کچھ دیر بعد کہا۔
"تم نے بہت اچھا کیا۔"
"کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔"
"مل گیا یا نہیں؟"
"تم پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو۔ کہیں مجھ سے غلطی تو نہیں ہوئی؟"
"کیسی غلطی؟"
"تم نے کل مجھ سے فون پر کہا تھا کہ مجھ سے یہیں ملو گے اور تمہارے ہاتھ میں اخبار کے دو رول ہوں گے۔"
"ہاں کہا تو تھا۔"
"پھر اتنی بے مروّتی سے کیوں پیش آ رہے ہو۔"
عمران کچھ نہ بولا۔
صفدر کا دماغ پھر چکرانے لگا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔
"تم نے مجھے لکھا تھا کہ تم بہت خوبصورت ہو لیکن اگر بڑھاپے میں کوئی ساتھ دے سکتا ہے تو وہ صرف میں ہوں۔"
"یقیناً میں نے لکھا تھا۔" عمران سر ہلا کر بولا۔
"تو پھر سرد مہری کا کیا مطلب؟"
"تمہارے بڑھاپے کا انتظار کر رہا ہُوں!" عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ صفدر نے ہنسی روکنے کے سلسلے میں دُوسری طرف منہ پھیر لیا۔
"تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔"
"کہاں قیام ہے تمہارا؟" عمران نے پوچھا۔
"ایڈلفی... میں... روم نمبر بیاسی..."
"اچھا تو میں وہیں چل کر تم سے گفتگو کروں گا۔"

وہ دونوں اُٹھے تھے اور عمران نے صفدر سے کہا تھا۔ "ایک ضروری کام ہے۔ اُمید ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گے۔ کل شام پھر یہیں ملاقات ہوگی۔" وہ دونوں چلے گئے۔ صفدر نے جلدی جلدی بل ادا کیا اور باہر نکل آیا۔ اُس کی اپنی گاڑی پارکنگ شیڈ ہی میں موجود تھی۔ اُس نے ان دونوں کو پھاٹک سے نکل کر ایک ٹیکسی رُکواتے دیکھا۔ اُسے ان کا تعاقب کرنا تھا... کیوں کہ معذرت کرتے وقت عمران نے ایک مخصوص اشارہ کیا تھا۔

★★

ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے وقت عمران نے ٹھنڈی سانس لی تھی۔ لڑکی اُس کے برابر بیٹھتے ہُوئے بولی۔ "میں پھر سوچ رہی ہُوں کہ کہیں مجھے دھوکا تو نہیں ہُوا...؟"
"بعض لوگ زندگی بھر یہی سوچتے رہ جاتے ہیں۔"
ایڈلفی کے لیے ٹیکسی چل پڑی... لڑکی نے خود ہی ڈرائیور کو ہدایت دی تھی۔
"یہ بھی ممکن ہے...!" لڑکی کچھ دیر بعد بولی۔ "میرے خطوط کسی اور کے ہاتھ لگے ہوں گے اور وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہو۔"
"ہاں یہ تو ہے!"
"تم مجھے اُلجھن میں نہ ڈالو۔" وہ جھنجلا کر بولی۔ "تمہارا رویّہ غیر فطری ہے۔"
"کچھ اور وضاحت کرو۔"
"تمہارے انداز میں گرم جوشی نہیں۔"
"ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہُوں۔"
"اگر اس قدر ٹھنڈے ہو تو میں خود کو احمق سمجھنے پر مجبور ہُوں۔"
"جو لوگ خود کو احمق سمجھتے ہیں۔ دُنیا کے برگزیدہ ترین لوگ ہیں۔ سیدھے جنّت میں جائیں گے۔"
"میں پوچھتی ہُوں تم نے ایسے خطوط کیوں لکھے تھے؟"
"خطوط لکھنا تو میری ہابی ہے۔ کچھ نہیں تو ریڈیو ہی والوں کو بور کرتا رہتا ہُوں کہ فلاں گانا ایک بار پھر سُنوا دیجیے میں اور میری دادی جان مشتاق ہیں۔"
"جمال تم کیسی باتیں کر رہے ہو!"
"جمال الدین صدیقی کہو... پورے نام کے بغیر میں متوجہ نہیں ہوتا۔"
"میرے خدا میں کیا کرنے جا رہی ہُوں۔"
"اگر جواب مل سکے تو ضرور پوچھو خدا سے۔"

"اچھا بتاؤ میں کون ہوں؟" لڑکی نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔ عمران اُس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے بول پڑا۔
"ہم ایڈلفی پہنچ گئے!"
ٹیکسی ایڈلفی کے کمپاؤنڈ میں پہنچ کر رک گئی لیکن لڑکی بے حس و حرکت . . . بیٹھی رہی . . .
"کیا اُترنے کا ارادہ نہیں ہے؟" عمران نے پوچھا۔
"اُوں . . . ہاں!" وہ چونک پڑی۔ چند لمحے عمران کو دیکھتی رہی پھر بولی . . . "اچھی بات ہے اگر تم وہ نہیں ہو تو کم از کم مجھے اس کے سلسلے میں کوئی معقول مشورہ دے ہی سکو گے۔ یہاں میں اجنبی ہوں۔ تم پہلے مقامی آدمی ہو جس سے اتنی دیر گفتگو رہی ہو۔"
"مشوروں کا ماہر ہوں . . . فکر نہ کرو۔"
ڈرائیور اُن کے لیے دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ لڑکی اُتر گئی اور دُوسری طرف سے عمران خود ہی دروازہ کھول کر نیچے اُترا پھر وہ کمرہ نمبر بیاسی کے سامنے ہی رُکے تھے! لڑکی نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور پہلے خود اندر داخل ہوئی۔ کمرہ خالی تھا۔ عمران نے اُس کی تقلید کی۔
"بیٹھ جاؤ . . . !" لڑکی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔
"تم بہت خوبصورت ہو!" عمران نے بیٹھنے سے پہلے احمقانہ انداز میں کہا۔ لڑکی کچھ نہ بولی۔ دفعتاً بائیں جانب کا دروازہ کھلا اور لوکاوا ہاتھ میں ریوالور لیے ہوئے دکھائی دیا۔ ریوالور کا رُخ عمران کی ہی طرف تھا۔
"اس معاملے میں کوئی مشورہ دینے سے پہلے مجھے ڈکشنری کنسلٹ کرنی پڑے گی۔" عمران نے لڑکی سے کہا۔
لڑکی خاموش رہی۔
"تم کون ہو؟" لوکاوا عمران کو خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا پھپھکارا۔
"اِن سے پوچھو!" عمران نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔
"بکواس نہیں! یہ ریوالور بے آواز ہے!"
"اچھا۔" عمران کا لہجہ حیرت اور مسرت سے لبریز تھا۔ "میں نے آج تک ایسا ریوالور نہیں دیکھا تھا . . . !"
"وقت نہ ضائع کرو۔ میری بات کا جواب دو۔"
"میں؟ میں ہوں۔"
"کیا مجھے تشدد پر آمادہ ہونا پڑے گا؟"
"بھائی۔ یہ خود ہی مجھے یہاں لائی ہیں۔ ورنہ میں تو بالکل بے ضرر آدمی ہوں۔"

ناول "اونچی تصویر"
زندہ رہنے کے لیے کمال پرستی تہیں چڑھانی پڑتی ہیں! یہ اور بات ہے کہ روح کی کراہ قہقہوں سے بھی جھانکتی رہے۔
مصنف
ابنِ صفی

"تم نے کلب میں گیارہ نومبر کا حوالہ کیوں دیا تھا؟"
"گیارہ نومبر؟ کیا مطلب۔ کیسا حوالہ . . . اوہ . . . میرے خدا تم ہی تھے شاید کچھ دیر کے لیے میری میز پر آئے تھے اور پھر اُٹھ گئے تھے۔ میں سوچتا ہی رہ گیا تھا!"
"تم نے گیارہ نومبر کے متعلق کوئی بات کہی تھی؟"
"مجھے تو یاد نہیں۔"
"میں سچ کہتا ہوں گولی مار دوں گا!"
"سُنو میری بات . . . میری جیب میں صرف سوا چار روپے ہیں۔ تم یونہی لے لو۔ خواہ مخواہ بات بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ کسی اتنی خوبصورت لڑکی سے سابقہ پڑنے والا ہے تو آج ہی ساری رقومات بینکوں سے نکلوا لیتا!"
"تم یوں نہ مانو گے . . . لڑکی!"
"یس باس!" لڑکی بولی۔
"دروازہ مقفل کر دو!"
"اچھا باس!"
لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ مقفل کرنے کی کوشش کی پھر مڑ کر مایوسانہ لہجے میں بولی۔ "کنجی گھومتی ہی نہیں، شاید باہر سے کنجی لگی ہوئی ہے۔"
"پروا نہیں!" لوکاوا گردن جھٹک کر بولا۔ "تم غسل خانے میں چلی جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں۔"
"غسل خانے میں کیوں باس؟ کیا میں ڈرتی ہوں . . . میں بھی دیکھوں گی۔"
"ارے تو کیا تم ہاتھا پائی کرو گے؟" عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
"ہاں میں تمہیں مار دوں گا۔"
"آخر کیوں؟"
"تاکہ تم سچی بات اُگل دو۔"

"یہی سچی بات! میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ بزرگوں نے ٹھیک ہی نصیحت کی تھی کہ کسی لڑکی کو اُس کے گھر تک ہرگز نہ پہنچاؤ!"
"زبان بند رکھو! اب آواز نکلی تو گلا گھونٹ دوں گا!" لوکاوا نے ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اب وہ آہستہ آہستہ عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔
پھر اچانک اُس نے عمران پر چھلانگ لگائی اور دُوسرے ہی لمحے منہ کے بل فرش پر جا رہا کیوں کہ عمران تو بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا . . .
پھر وہاں سے جست لگائی تو لڑکی کے قریب پہنچا اور ڈرے ڈرے انداز میں اُس کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگا . . . "بب . . . بچاؤ . . . مجھے . . ." وہ اُس سے کہہ رہا تھا۔ اُس نے اُس کے شانے بھی پکڑ لیے تھے اور پھر تو اُسے ڈھال بنا کر رکھ دیا۔ لوکاوا اُس پر دوبارہ حملہ کرنے کی گھات میں تھا اور عمران لڑکی سمیت پینترے بدل رہا تھا۔ لڑکی نے بہت کوشش کی تھی کہ اُس کی ڈھال نہ بنے لیکن اُس کے شانے عمران کی گرفت سے نہیں نکل سکے تھے . . .
"دیکھو مسٹر . . . اگر اب تم نے حملہ کیا تو میں اِس لڑکی کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دوں گا . . . !" عمران نے لوکاوا کو وارننگ دی۔
ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور لوکاوا اُس طرف متوجہ ہو گیا پھر وہ بڑی پھرتی سے ریوالور دوبارہ نکالتا ہوا ایسی جگہ پہنچ گیا کہ اگر دروازہ کھلتا تو وہ اُس کی اوٹ میں ہوتا۔ وہیں سے اُس نے لڑکی کو اشارہ کیا اور وہ اُونچی آواز میں بولی۔ "آ جاؤ۔"
عمران نے اب بھی اُس کے شانے نہیں چھوڑے تھے۔
"یہ کیا کر رہے ہو . . . پتہ نہیں کون ہو!" اُس نے عمران سے کہا تھا۔
"زیادہ سے زیادہ جیل چلا جاؤں گا . . . اور کیا۔"
دروازہ کھلا۔ سامنے صفدر کھڑا تھا۔ اُس کا مُنہ حیرت سے کھل گیا۔
عمران اسے آنکھ مار کر مسکرایا پھر بولا۔ "آ جاؤ . . . آ جاؤ۔ بھلا تمہیں چین کہاں . . . اس لڑکی کے ساتھ آیا تھا . . . بھلا تم کیوں نہ تعاقب کرتے۔ چلے آؤ یہاں کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے!"
جیسے ہی صفدر نے کمرے میں قدم رکھا دروازہ بند ہو گیا۔ اُس نے داخل ہوتے ہی محسوس کیا تھا کہ حالات غیر معمولی ہیں لیکن جتنی دیر میں وہ سنبھلتا لوکاوا ریوالور تانے ہوئے سامنے آ چکا تھا . . .
عمران نے قہقہہ لگایا اور چڑھانے والے انداز میں صفدر سے بولا۔ "پھنس گئے نا آخر اب کی بار۔ کتنی بار منع کیا ہے کہ میری ٹوہ میں نہ رہا کرو لیکن بھلا تمہیں چین کہاں۔ کوئی لڑکی دیکھی میرے ساتھ اور پیچھے لگ گئے۔"
صفدر احمقانہ انداز میں کبھی لوکاوا کی طرف دیکھتا اور کبھی عمران کی طرف! عمران نے اب لڑکی کے شانے چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے گردن پکڑ لی تھی۔ لڑکی کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے تھے۔
"سُنو مسٹر . . ." عمران نے لوکاوا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم میرے دوست کو گولی مار دو اور میں اس لڑکی کا گلا گھونٹے ڈالتا ہوں۔"
"میں تم دونوں ہی کو گولی مار دوں گا . . . ورنہ لڑکی کا گلا چھوڑ دو!" لوکاوا غرایا۔
"دیکھو!" صفدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ لڑکی خود ہی میرے دوست کو اپنے ساتھ لائی ہے!"
"اب کیا ہو سکتا ہے!" عمران چہکارا۔ "یہ ہم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا . . . اور میں لڑکی کا گلا نہیں چھوڑوں گا۔"
"تم اگر انسانیت سے پیش آؤ تو معاملات رفع دفع ہو سکتے ہیں!" صفدر نے لوکاوا سے کہا۔ "میرے دوست کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے، تم کسی عدالت میں بھی اس کے خلاف چارہ جوئی کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے!"
"کیسے معاملات؟"
"جو کچھ بھی ہوں!"
"تم نہیں جانتے!"
"میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ میرا دوست ذہنی فتور میں مبتلا ہے۔"
"اچھی بات ہے!" عمران بگڑ کر بولا۔ "اس کے بعد میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔ تم مجھے پاگل کہہ رہے ہو!"
"ریوالور جیب میں رکھ لو!" صفدر نے لوکاوا کو پھر مشورہ دیا۔ "اور لڑکی سے پوچھو کہ وہ اس کو یہاں کیوں لائی تھی . . . اوہ یہ سنو! . . . تم تو وہی ہو . . . تم بھی تو کچھ دیر ہماری میز پر بیٹھے تھے . . . آخر یہ سب کیا ہے!"
"میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے دوست نے گیارہ

نومبر کا حوالہ کیوں دیا تھا!"

"اوہ۔ یہ تو ایسی اوٹ پٹانگ باتیں کرتے ہی رہتے ہیں" صفدر نے مسکرا کر کہا۔ "میں یہی تو بتا رہا تھا کہ ذہنی فتور میں مبتلا ہیں!"

"شٹ اپ!" عمران دھاڑا۔ "تم کیوں میرے پیچھے رہتے ہو اچھا ہے تمہیں گولی مار دی جائے۔ یہ ریوالور نہیں ریوالور کا بھوت ہے! بے آواز... خاموشی سے مر جاؤ گے!"

"سُن رہے ہو!" صفدر نے لوکادا سے کہا۔ "کیا یہ کسی صحیح الدماغ آدمی کی گفتگو ہو سکتی ہے!"

دفعتاً لڑکی کے حلق سے گھٹی گھٹی آوازیں نکلنے لگیں اور صفدر چیخا۔

"وہ پاگل ہے اُسے مار ڈالے گا!"

لوکادا اگڑ بڑا گیا اور ٹھیک اُسی وقت صفدر نے اُس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔ ریوالور دُور جا پڑا لیکن ساتھ ہی صفدر بھی کئی فٹ اوپر اُچھل کر نیچے گرا۔ لوکادا نے جوڈو کا ایک داؤ استعمال کیا تھا پھر وہ بڑی پھرتی سے عمران کی طرف جھپٹا عمران نے پہلے ہی لڑکی کو چھوڑ دیا تھا۔

دونوں لپٹ پڑے۔ اس پر بھی لوکادا نے بڑی پھرتی سے جوڈو کا ایک داؤ آزمانا چاہا۔ لیکن ناکام رہا کیوں کہ عمران نے بھی بجلی کی طرح اس کا توڑ کر لیا تھا۔ ساتھ ہی اُسے ڈھیر پر لاکر دھوبی پاٹ مارا اور پھر جیسے ہی وہ گرا عمران نے اپنا دایاں گھٹنا اُس کی گردن پر رکھ دیا!

"نہیں...!" لوکادا پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ "تم مجھے چھوڑ دو... میں تمہیں ہزاروں روپے دوں گا!"

صفدر نے اتنی دیر میں ریوالور پر قبضہ کر کے لڑکی کو اسی جگہ کھڑا رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

پھر عمران نے لوکادا کے بال مٹھی میں جکڑ کر اُسے سیدھا کھڑا کر دیا اس کے بعد جو دھکا دیا ہے تو وہ دیوار سے جا ٹکرایا۔

"اور اب تمہارے بولنے کی باری ہے!" عمران اپنے ہاتھ جھاڑتا ہوا بولا۔

لوکادا دیوار سے لگا کھڑا ہانپ رہا تھا۔

"شروع ہو جاؤ۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔" عمران نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں... یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم کون ہو!"

"آخر میں ہی کیوں۔ اس شہر میں تقریباً تیس لاکھ آدمی رہتے ہیں!"

"تم اس لڑکی کا تعاقب کیوں کرتے تھے!"

"کس لڑکی کا؟"

"وہ جو زینوں سے گر کر مر گئی!"

"ہائیں... وہ لڑکی جو زینوں سے گری تھی۔ کیا مر گئی؟"

"ہاں مر گئی!"

"بڑا افسوس ہوا۔ وہ مجھے اچھی لگتی تھی۔ اس لیے تعاقب کرتا تھا لیکن تم یہ بتاؤ... کہ اخبار میں خطوط کشیدہ الفاظ والا پیغام کس کے لیے تھا؟"

"کسی کے لیے بھی نہیں! میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہاری حقیقت کیا ہے پھر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ پیغام غلطی سے تمہارے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ یہ لڑکی تم سے اخبار حاصل کرنے جاتی ہے! مقصد صرف یہ تھا کہ تمہیں گھیر کر یہاں تک لایا جائے!"

"سو میں آ گیا!"

"تم کون ہو؟"

"یہ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ گے!"

"میں اُسے چاہتا تھا... کبھی وہ میری سیکرٹری تھی۔ مجھے چھوڑ کر یہاں چلی آئی... اور میں اُس کا تعاقب کرتا رہا... چھپ چھپ کر دیکھتا رہا کہ آخر اس میں یہ اچانک تبدیلی کیوں آئی! اُس نے مجھے کیوں چھوڑ دیا!"

"گیارہ نومبر پر کیوں بھڑکے تھے؟"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا۔ یہ ایک مقدس راز ہے... اُس نے مجھ سے بے وفائی کی تھی... لیکن میں تو ان یادوں کو اپنے سینے سے لگائے رہوں گا!"

"اور آپ کی تعریف؟" عمران نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ... یہ بھی... میری سیکرٹری ہے!"

"چلو معاف کیا!" عمران سر ہلا کر بولا۔

کچھ دیر خاموشی رہی... پھر لوکادا بولا۔ "ہمیں دوستانہ فضا میں بات کرنی چاہیے!"

"اب کیا بات کریں!"

"میں سمجھا تھا کہ اسی نے تمہیں گیارہ نومبر کے بارے میں کچھ بتایا ہے!"

"تمہارے بیان کے مطابق وہ مر گئی ورنہ اسی سے پوچھتا میں تو اُسے دُور ہی سے دیکھتا رہا تھا کبھی گفتگو کرنے کا

اتفاق نہیں ہوا!"

"وہ بہت اچھی تھی... یک بیک اُسے نہ جانے کیا ہو گیا تھا!"

"اب اسے سنبھالنا کہیں اُسے بھی کچھ نہ ہو جائے!" عمران نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ صرف سیکرٹری ہے!" لوکادا نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اچھا تو اب ہم لوگ چلیں!" عمران نے لوکادا سے ایسے انداز میں کہا جیسے کچھ دیر پہلے اُس کے ساتھ چائے نوشی کا لطف لیتا رہا ہو۔

"ٹھہرو...!" لڑکی ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی!"

"کیا مطلب؟" عمران نے دیدے پھائے۔

"تم بہت دلیر آدمی ہو!"

"لزی!" لوکادا کے لہجے میں درد تھا۔

لیکن اُس نے اُس کی طرف دیکھا تک نہیں۔

عمران نے صفدر کے ہاتھ سے ریوالور لے کر لوکادا کو واپس کر دیا۔ صفدر نے کچھ کہنے کے لیے مُنہ کھولا ہی تھا... کہ عمران نے اپنی بائیں آنکھ دبائی اور وہ خاموش رہ گیا۔

"میں تمہارے ساتھ چلوں گی... یہ مذاق نہیں!" لزی نے پھر کہا۔

عمران نے صفدر کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"کیا چکر تھا... آپ آخر کیا کرتے پھر رہے ہیں" صفدر نے راہداری میں پہنچ کر کہا۔

"خاموشی سے چلتے رہو!" عمران آہستہ سے بولا۔

اُنہوں نے زینہ طے کیا اور عمارت سے باہر آ گئے۔

صفدر کی گاڑی سامنے ہی موجود تھی۔

"ارے وہ آ رہی ہے!" صفدر اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتا ہوا بولا۔

"فکر نہ کرو!" عمران نے کہا اور اپنے لیے دروازہ کھولنے میں اتنی دیر لگائی کہ لزی بھی پہنچ سکے۔

اُس نے کچھ کہے بغیر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور اندر بیٹھ گئی تھی۔

"بڑے ڈھیٹ لوگ ہیں" عمران نے اُردو میں کہا۔

صفدر نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی چل پڑی۔

"تمہیں اس پر حیرت ہوگی!" لزی نے عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اب مجھے کسی بات پر حیرت نہیں ہوتی..." عمران نے جواب دیا۔ "مجھے صرف اپنی پیدائش کے موقع پر حیرت ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے آج تک کوئی ایسا واقعہ نظر سے نہیں گزرا جس پر حیرت ہوتی!"

"تو پھر تم مجھے دھوکے باز سمجھ رہے ہو گے!"

"ارے میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتا!"

"وہ تمہیں پسند تھی؟"

"کون...؟"

"روزی...!"

"کون... روزی!"

"وہی جس کا تم تعاقب کرتے رہے تھے!"

"کیا وہ سچ مچ مر گئی...؟"

"ہاں... لوکادا نے یہی بتایا تھا مجھے۔ تم بتاؤ کیا وہ تمہیں پسند تھی؟"

"پسند وسند خاک نہیں تھی... مجھے آج تک کوئی لڑکی پسند ہی نہیں آئی میں تو بس یہ دیکھنے کے لیے ہر لڑکی کا پیچھا کرتا ہوں کہ شاید اس میں کوئی خاص بات ہو لیکن آج تک تو ایسی کوئی ملی نہیں!"

"کیا خاص بات دیکھنا چاہتے ہو؟"

"یہ نہیں بتاؤں گا۔ ورنہ لڑکیاں ایکٹنگ کرتی پھریں گی"

"اوہو، تو کیا تم اتنی ہی اہمیت رکھتے ہو کہ لڑکیاں تمہیں رجھانے کے لیے ایکٹنگ کرتی پھریں!"

"سوال یہ ہے کہ تم کیوں میرے پیچھے دوڑی آئی ہو؟"

"پتہ نہیں تم کیسے آدمی ہو!"

"اب کچھ نہ کہوں گا چاہے تم سر پر ہی کیوں نہ سوار ہو جاؤ۔"

کچھ دیر پھر خاموشی رہی... دفعتاً صفدر نے پوچھا۔ "اب آپ کہاں جائیں گے؟"

"بس اب تم مجھے لے چل کر سمندر میں پھینک دو۔ دیکھتا ہوں یہ کیسے میرے پیچھے آتی ہے!" عمران نے اُردو کا جواب انگریزی میں دیا اور وہ تڑ سے بول اٹھی... "چھلانگ لگا دوں گی سمندر میں... یقین نہ آئے تو آزما کر دیکھ لو!"

"اچھا... اچھا... دیکھوں گا...!"

صفدر نے تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہتا ہے

"اپنے گھر کے علاوہ اور ہر جگہ جانے کو تیار ہوں۔ خیر جہاں کہوں مجھے اُتار کر اپنی راہ لینا۔"

ماڈل ٹاؤن کی ایک سڑک پر اُس نے صفدر سے گاڑی رکوانے کو کہا۔

لزی اُس وقت تک نہیں اُتری تھی جب تک عمران نہیں اُترا تھا۔

صفدر اُنہیں وہیں چھوڑ کر رفوچکر ہو گیا۔

"کیا ہم یہیں کھڑے رہیں گے؟" کچھ دیر بعد لزی نے کہا۔

"یہی سوچ رہا تھا کہ کس درخت پر بسیرا کریں۔"

"کیا مطلب؟"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تمہیں کہاں لے جاؤں؟"

"گھر نہیں ہے؟"

"ہے تو لیکن وہاں تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں! دو بیویاں اور گیارہ بچے ہیں۔"

"دو بیویاں؟"

"ہاں اب صرف دو ہی رہ گئی ہیں!"

"کیا پہلے اور بھی تھیں؟"

"پوری ستائیس، نواب زادہ ہوں!"

"میں تو کسی ایسے آدمی کو ہرگز نہیں چاہ سکتی۔ بڑی غلطی ہوئی مجھ سے!"

"جس طرح تمہیں میری دلیری پسند آئی ہے اسی طرح دُوسری عورتوں کو بھی میری کوئی نہ کوئی بات پسند تھی اور اب تو صرف دو ہی رہ گئی ہیں۔ وہ کہتی ہیں چونکہ تم بالکل چغد ہو اس لیے ہم کسی قیمت پر بھی تمہیں نہیں چھوڑ سکتے۔"

"میں اب یوکاوا کے پاس بھی نہیں جاسکتی!" لزی نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "یہاں اور کسی کو نہیں جانتی۔"

"اگر یہ بات ہے تو آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں پناہ دوں گا۔"

"لیکن تم تو... دو بیویاں رکھتے ہو!"

"ارے تو کیا ہوا... انہیں گردن میں لٹکائے تو نہیں پھرتا"

"نہیں! وہ ہنس پڑی۔ تم شادی شدہ نہیں معلوم ہوتے"

عمران کچھ نہ بولا... وہ ایک سمت چل پڑا تھا۔ بالآخر ایک عمارت کے سامنے رُکا۔

"یہ عمارت خالی معلوم ہوتی ہے!" عمران نے مُڑ کر آہستہ سے لزی کو مخاطب کیا... "کوئی کھڑکی روشن نہیں ہے۔"

"تو پھر؟"

"آؤ..." وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ دروازہ مقفل تھا... عمران لزی کی طرف دیکھ کر ہنستا ہوا بولا۔

"دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا...؟"

"تم کیا کہہ رہے ہو... میں نہیں سمجھ سکی!"

"بس قفل توڑ کر اندر... جب تک جی چاہے گا قیام کریں گے۔"

"اب معلوم ہوا کہ دلیر ہی نہیں ڈاکو بھی ہو... کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنسا دینا!"

"کیا تم نے دیکھا نہیں کہ مصیبتوں میں پڑ کر کتنی صفائی سے نکل آتا ہوں!"

وہ خاموش رہی۔ عمران اُس کی طرف پُشت کر کے قفل پر جھک پڑا اور لزی اُس وقت آگے بڑھی تھی جب دروازہ کھلا تھا۔ "کیا سچ مچ تم کسی دوسرے کے مکان میں داخل ہو رہے ہو؟" اُس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"یہاں سب کچھ اپنا ہے! میں نواب زادہ ہوں۔"

★★

صفدر سونے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے ریسیور اُٹھا لیا۔ دُوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔ "یہ خبر صحیح تھی کہ وہ لڑکی مرگئی۔"

"لیکن مری کیسے۔ موت کا سبب؟" صفدر نے پوچھا۔

"دل پھٹ گیا۔ فوری طور پر لاش کا پوسٹ مارٹم ہوا تھا!"

"بہت زیادہ بلندی سے تو نہیں گری تھی؟"

"یہ بتاؤ کہ عمران تمہیں کہاں لے گیا تھا؟"

جواب میں صفدر نے پوری کہانی سُنا دی۔

"تم نے اُنہیں کہاں چھوڑا تھا؟" دُوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"ماڈل ٹاؤن کی ایک سڑک پر!"

دُوسری طرف سے فوراً ہی کچھ نہ کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ "کیا تم اس سڑک کی نشان دہی کر سکو گے؟"

"مجھے افسوس ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس سلسلے میں مزید گفتگو نہیں کرسکتا!" صفدر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اُس نے عمران کو ٹھوکر کھاتے تو دیکھا تھا لیکن پھسلتے کبھی نہیں دیکھا تھا لہٰذا اُسے کیا پڑی تھی کہ خواہ مخواہ بھی تشویش میں دُوسروں کو بھی شریک کرتا۔ اُسے یقیناً عمران کے بارے میں

تشویش تھی لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ وہ جولیا کو اس جگہ کا صحیح پتہ بتا دیتا جہاں اُن دونوں کو اُتارا تھا۔

ہوسکتا تھا کہ وہ عمران کی اپنی کوئی نجی دلچسپی رہی ہو لیکن اس لڑکی کی موت... کیا آم کی وہ گٹھلی ہی اس کا سبب بنی تھی؟

وہ بستر پر لیٹا سوچتا رہا۔ نیند کا دُور دُور تک پتہ نہیں تھا خیالات کا ایک لامتناہی سلسلہ ذہن کو پراگندہ کرتا رہا۔

دفعتاً پھر فون کی گھنٹی بجی اور اُس نے لیٹے ہی لیٹے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اُٹھا لیا۔

"ہیلو...!"

"ایکسٹو!" دُوسری طرف سے آواز آئی۔

"یس سر!"

"معلوم کرو کہ یوکاوا اب بھی ایڈلفی ہی میں مقیم ہے یا کمرہ چھوڑ دیا۔"

"بہت بہتر جناب!" صفدر نے طویل سانس لی۔

"میں ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ رنگ کروں گا۔"

"بہت بہتر جناب!"

دُوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سُن کر اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ "تو یہ عمران کی نجی دلچسپی نہیں تھی!"... وہ بڑبڑایا اور تیزی سے لباس تبدیل کرنے لگا۔

بیس منٹ کے اندر ہی اندر وہ ایڈلفی پہنچ گیا تھا۔ اُس نے نہ صرف کاؤنٹر پر کمرہ نمبر بیاسی کے متعلق معلومات حاصل کیں بلکہ کمرے کی طرف بھی گیا۔ کمرہ مقفل ملا پھر وہ ایک گھنٹہ پورا ہونے سے قبل ہی گھر واپس آگیا۔ ایکسٹو کو رپورٹ دینی تھی۔ فون کی گھنٹی وقت کے تعین کے مطابق ہی بجی... اُس نے ریسیور اُٹھا لیا۔

"کیا رہا؟" دُوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز آئی۔

"کمرہ الزبتھ فاؤلر کے نام پر ہے۔ اُس کے ساتھ کوئی مرد نہیں رہتا۔ البتہ اکثر لوگ اُس سے ملنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ یوکاوا نام کے کسی آدمی سے وہاں کا کوئی ملازم واقف نہیں ہے۔ اُس کے ملنے جلنے والوں میں کسی جاپانی کا سراغ نہیں ملتا۔"

"اچھی بات ہے اب آرام کرو۔ عمران کے بارے میں کچھ بتلانے کی ضرورت نہیں۔"

"کیا آپ کو سارے حالات کا علم ہو چکا ہے جناب!"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"وہ... اس لڑکی... کی موت!"

"غیر ضروری باتیں نہیں!" سخت لہجے میں جواب ملا۔ اور ساتھ ہی سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔

"مجھے کیا؟" صفدر نے سا منہ بنا کر بڑبڑایا اور ریسیور رکھ دیا لیکن فوراً ہی گھنٹی پھر بجی۔

"ہیلو...!" کہتے ہی جولیا کی آواز پھر سُنائی دی!

"اس فلیٹ کی تلاشی لی جارہی ہے جس میں لڑکی... رہتی تھی!"

"تو پھر میں کیا کروں؟" صفدر جھلا کر بولا۔

"عمران دشواری میں پڑ جائے گا۔"

"صرف اسی صُورت میں جب تم میں سے کوئی پولیس کی توجہ اُس کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کرے۔"

"تنویر کے علاوہ اور کوئی ایسی حرکت نہیں کرسکتا۔"

"اس سے کہہ دو تمہیں ایکسٹو کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ تنویر کو آگاہ کر دیا جائے!"

"لیکن مجھے تو ایسی کوئی ہدایت نہیں ملی۔"

"تو پھر براہ راست تنویر ہی کو مل چکی ہوگی۔ بہرحال میں نے تمہیں بتا دیا کہ وہ عمران کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔"

"اگر کسی اور نے اُسے وہاں آم کی گٹھلی گراتے دیکھ لیا ہو تو..."

"میرا خیال ہے کہ تم آرام کرو۔" صفدر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا...

★★

وہ مسلسل کان چاٹے جارہی تھی... آخرکار عمران نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "اب بس کرو۔ پوری ستائیس عدد معلوم ہو رہی ہو!"

"تم پتہ نہیں کیسے آدمی ہو! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تم غیر قانونی طور پر اس مکان میں داخل ہوئے ہو۔ اگر مالک مکان واپس آگیا تو کیا ہوگا!"

"دیکھا جائے گا۔ یہاں نواب زادوں کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔ چاہے جو کچھ کرتے پھریں!"

"اوہ... مجھے پھر روزی یاد آگئی!" لزی نے چونک کر کہا۔ "کیا تم کبھی اُس کے گھر بھی گئے تھے؟"

"گھر ہی نہیں معلوم تھا بے بی! ورنہ وہ اس طرح چپ چاپ نہ مر جاتی!"

"تم تو کہتے ہو کہ اُس کا تعاقب کرتے رہے تھے!"

"بہت چالاک تھی۔ اُسے شاید معلوم تھا کہ میں اُس کا

تعاقب کرتا ہوں لہٰذا کہیں نہ کہیں ڈاج دے کر غائب ہو جاتی تھی... اچھا تم یہی بتا دو کہ وہ کیسے مری۔"

"سیڑھیوں سے اُتر رہی تھی۔ پیر پھسلا نیچے چلی آئی اور مر گئی! یوکاوا نے مجھے یہی بتایا تھا!"

"جاپانی مجھے اچھے نہیں لگتے!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "پتہ نہیں تم یورپین لڑکیاں انہیں کیوں پسند کرتی ہو!"

"پسند کا سوال ہی نہیں! ملازمت جہاں بھی مل جائے۔"

"اچھا میں تمہیں کسی یورپین ہی کی ملازمت دلوا دوں گا!"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گی سمجھے!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"لعنتیہ بچیس کسی وقت بھی واپس آ سکتی ہیں۔"

"میں نہیں ڈرتی کسی سے مجھے اٹھائیسویں سمجھو!"

"تمہیں نیند کب آئے گی؟"

"کھانا کھائے بغیر نہیں سوتی۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے!"

"یہ تو بُری سُنائی... اٹھائیسویں کی گنجائش نہیں بجٹ میں!"

"میرے پرس میں خاصی بڑی رقم موجود ہے!"

"اگر یہ بات ہے تو ایک سو اٹھائیس بھی بُری نہیں!"

"چلو کہیں چلیں!"

"رات کے دس بج رہے ہیں! یہاں ٹیکسی بھی آسانی سے نہیں ملتی!"

"پیدل ہی چلیں گے۔"

"چلو۔" عمران مُردہ سی آواز میں بولا! "تمہارا باس یوکاوا یہاں رہتا ہے؟"

"اسے جہنم میں جھونکو! اس کا تذکرہ اب مت کرنا۔"

"اچھا گیارہ نومبر ہی کا چکر سمجھا دو!"

"وہ۔ وہ شاید شادی کرنا چاہتا تھا۔ روزی نے اس سے لیے گیارہ نومبر طے کی تھی لیکن وہ ایک ہفتہ قبل اپنے وعدے سے پھر گئی۔ یہاں چلی آئی۔ یوکاوا بھی پیچھے پیچھے آیا لیکن اُسے آج تک نہ معلوم ہو سکا کہ وہ اپنے وعدے سے کیوں منحرف ہو گئی تھی! تم نے شاید وہاں اسے کلب میں گیارہ نومبر کا حوالہ دیا تھا بس وہ بھڑک اُٹھا سمجھا کہ شاید تم ہی ان دونوں کے درمیان آ گئے تھے!"

"غلط سمجھا تھا! اس نے تو کبھی مجھ سے بات بھی نہیں کی۔"

"اسے بھی جھونکو جہنم میں۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"کئی میل پیدل چلنا پڑے گا!" عمران بولا۔

"پروا نہیں!"

ایک بار پھر وہ سڑک پر نکل آئے۔ دن بھر کی تپش کے بعد رات کسی قدر خوشگوار ہو گئی تھی۔

ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور مطلع صاف تھا۔ وہ چلتے رہے۔ عمران خاموش تھا اور لزی بھی خلافِ توقع زبان روکے ہوئی تھی۔ ایک جگہ انہیں بالآخر ایک خالی ٹیکسی مل ہی گئی۔

"یہ رات ساحل پر کیوں نہ گزاری جائے۔" لزی نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں!" عمران سپاٹ لہجے میں بولا اور پھر وہ ساحلی تفریح گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

"اینڈلفی میں تمہارا سامان ہو گا!" عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں نئے سرے سے زندگی شروع کرنا چاہتی ہوں۔ پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھنا چاہتی!"

"اگر سب اسی طرح نئے سرے سے زندگی شروع کرنے لگے تو ہوٹل والے کنگال ہو جائیں!"

"کیا مطلب؟"

"پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھیں گے تو اُن کے واجبات کون ادا کرے گا؟"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"ایسی ہی عورت کی تلاش تھی مجھے، جو ہر طرف سے بے فکر کر دے۔"

"مگر تم...!"

"مگر میں؟" عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تم پتہ نہیں کیسے آدمی ہو!"

"میں تو فرشتہ ہوں۔ آدمی کہہ کر میری توہین نہ کرو۔"

"واقعی تم فرشتہ ہی ہو!" وہ جلے کٹے لہجے میں بولی۔

ساحل پر پہنچ کر وہ سی سائیڈ بیون کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں شہر کے منچلے شب بیداری کیا کرتے... انہوں نے بھی ایک میز سنبھال لی اور عمران ویٹر کو بلا کر آرڈر لکھوانے لگا۔ اتنے میں نہ جانے کدھر سے یوکاوا نازل ہو گیا اور کھڑے ہی کھڑے لزی سے غصیلے لہجے میں بولا: "میں ایک بار پھر تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں!"

"آج جولائی کی اٹھارہ تاریخ ہے!" لزی نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "میں چاہتی ہوں کہ یہ تاریخ بھی تمہارے بیتے ہا بگاد دن بن جائے۔ آج ہی تو وہ بھی مری ہے!"

"تشریف رکھیے جناب!" عمران اٹھتا ہوا بڑے ادب سے

سے بولا۔

"میں زندگی بھر تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا ورنہ اسے سمجھاؤ!" یوکاوا نے اس کی بائیں جانب کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھاؤں!" عمران نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں ہاں، تم!"

"ارے انہوں نے تو خود مجھے سمجھا سمجھا کر ادھ مرا کر دیا... اب مجھ میں رکھا ہی کیا ہے کہ تمہارا حکم بجا لاؤں!"

"مجھے مذاق میں اُڑانے کی کوشش نہ کرو!"

"مسٹر میں سنجیدہ ہوں... اور ڈرتا ہوں کہ کہیں اب مجھ پر رنجیدگی کا بھی دورہ نہ پڑ جائے!"

"تم خاموش بیٹھو!" لزی نے اس طرح کہا جیسے کوئی ماں اپنے بے وقوف بچے کو بہت زیادہ بکواس کرنے سے روکتی ہے!

اور عمران نے بھی اسی طرح سختی سے ہونٹ بھینچ لیے جیسے بڑا سعادت مند ہو۔

"تم اب تک اسی کے لیے تو جیتے رہے ہو!" لزی نے یوکاوا سے کہا۔ "اب وہ مر گئی تو میرے لیے کیوں بے چین ہو!"

"اس کی بات اب نہ کرو!" یوکاوا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"کچھ بھی ہو۔ میری واپسی ممکن نہیں!"

"میں بہت خطرناک ہو جاؤں گا لزی!" یوکاوا نے سخت لہجے میں کہا۔

"تم نے جس آدمی کو شکست دی تھی پہلے میں اُس کی سیکرٹری تھی۔ اُس کی شکست کے بعد میں تمہارے پاس آ گئی تھی۔ اب تم نے اس سے شکست کھائی ہے لہٰذا مجھے اس کے پاس ہونا چاہیے۔"

"اگر یہی بات ہے تو میں مسٹر یوکاوا سے شکست کھانے کو تیار ہوں۔" عمران بول پڑا۔

"میں نے کہا تھا کہ تم خاموش رہو!" وہ اس کی طرف دیکھ کر غرائی۔

"میں نے اُس سے شکست نہیں کھائی!" یوکاوا آنکھیں نکال کر بولا۔ "جب مجھے محسوس ہوا کہ اس کے سلسلے میں مجھے غلط فہمی ہوئی تھی تو میں نے معاملہ رفع دفع کرنے کی کوشش کی۔ تو اسے شکست نہیں کہہ سکتیں!"

"مسٹر یوکاوا! میری واپسی ناممکن ہے!"

اتنے میں ویٹر طلب کی ہوئی چیزیں لا کر میز پر لگانے لگا۔

"آپ کیا کھائیں گے مسٹر یوکاوا!" عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"کچھ نہیں! شکریہ!" وہ غرایا۔

"مجھ سے کیوں خفا ہو گئے! میں بالکل بے قصور ہوں۔"

"پتہ نہیں تم کون ہو اور کہاں سے آ کودے۔"

"میرا نام علی عمران ہے اور کودنا پھاندنا میری ہوبی لیکن یہ رننگ ٹرافی زبردستی گلے پڑی ہے! مجھے خدا معاف کرے۔"

"اچھا تو میں اسے زبردستی لے جاؤں گا!"

"یہ ناممکن ہے مسٹر یوکاوا... لفظ زبردستی میرا موڈ خراب کر دیتا ہے۔ لہٰذا اب تو وہی ہو گا جو یہ رننگ ٹرافی چاہے گی۔ میں نے اسے نہیں جیتا بلکہ اس نے مجھے جیت لیا ہے!"

"کیا مطلب؟"

"اب یہ اگر مجھے چھوڑنا بھی چاہے تو ایسا نہیں کر سکتی!"

"تم کیا کرو گے؟" یوکاوا نے پھر نتھنے پھلائے۔

"چھوڑنے کی کوشش کر کے دیکھ لے پتہ چل جائے گا!"

"تم دھمکی دے رہے ہو!"

"دھمکی دینا میرے نزدیک کمینہ پن ہے میں اظہارِ حقیقت کر رہا تھا!"

"تو اب تم اسے نہیں چھوڑو گے؟"

"نہیں مسٹر یوکاوا!" عمران سر ہلا کر مغموم لہجے میں بولا۔ "یہ میری زندگی میں بالکل پہلی لڑکی ہے!"

"لیکن تم تو اپنی دوسری بیویوں کا تذکرہ کر رہے تھے...!" لزی نے کہا۔

"محض امتحان تھا تمہارا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ لگاؤ کتنا مضبوط ہے!"

"تم کسی اندھے کنوئیں میں گرنے والی ہو! سمجھیں!" یوکاوا نے لزی کو گھورتے ہوئے کہا۔

عمران اور لزی نے کھانا شروع کر دیا تھا کوئی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے سر اُٹھا کر کہا۔ "مسٹر یوکاوا۔ کیا تم کافی پینا پسند کرو گے؟"

"نہیں!" وہ جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تو پھر بیٹھے کیوں ہیں...؟"

"اچھی بات ہے!" یوکاوا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کا انجام اچھا نہیں ہو گا!"

"ٹاٹا..." عمران نے کہا اور پھر کھانے میں مشغول ہو گیا۔

لزی کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے۔ اُس نے کہا "تم نے بہت اچھا کیا۔ مجھے تم پر غصہ آ رہا تھا کہ خواہ مخواہ گفتگو کو طول دے رہے ہو۔ ارے گریبان پکڑ کر اُٹھا دینا تھا۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ کھانے کے بعد کافی طلب کی گئی۔ عمران کے چہرے پر فکرمندی کے آثار پائے جاتے تھے

"تم خاموش کیوں ہو۔ کیا سوچ رہے ہو؟" لزی نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں... میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ تمہیں سچی بات بتا دوں"

وہ اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

عمران کی آنکھیں اب بھی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں اور وہ خلا میں گھورے جا رہا تھا۔

کچھ دیر خاموش رہ کر بولا "وہ مجھے اچھی لگی تھی! اس لیے جہاں کہیں بھی دکھائی دیتی اُس کا تعاقب شروع کر دیتا! ایک دن میں نے محسوس کیا کہ اس میں دلچسپی لینے والے دو آدمی اور بھی ہیں! وہ بھی اس کا تعاقب کرتے تھے۔ صورت سے اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے تھے! میں نے سوچا کہیں یہ لڑکی کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں، لہٰذا باقاعدہ طور پر میں لڑکی کی نگرانی کرنے لگا تھا۔"

"میں کہتی ہوں جہنم میں جھونکو اس لڑکی کو۔ اب تم میرے علاوہ اور کسی لڑکی کے بارے میں نہیں سوچو گے!"

"بہت اچھا!" عمران نے سعادت مندانہ لہجے میں کہا۔

ویٹر کو بل کی رقم ادا کر دینے کے بعد بھی وہ وہیں بیٹھے رہے۔ "کیا سچ مچ رات یہیں گزرے گی؟" لزی بولی۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں!"

"سچ بتاؤ! کیا وہ مکان تمہارا نہیں تھا؟"

"ہرگز نہیں... لیکن مجھے علم تھا کہ وہ عرصے سے خالی ہے۔"

"تو کیا تم نقب زن ہو۔ چور ہو؟"

"جو چاہو سمجھ لو۔ نواب زادوں کی سی زندگی بسر کرنے کے لیے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔"

"پولیس تو رہتی ہوگی تمہارے پیچھے؟"

"کبھی آگے رہتی ہے کبھی پیچھے!"

"کیا مطلب...؟"

"مطلب خود مجھے بھی نہیں معلوم!"

"اب شاید تمہیں نیند آ رہی ہے... دماغ قابو میں نہیں" وہ چڑھانے کے سے انداز میں ہنسی۔

"نیند۔ نیند... نیند... چلو اُٹھو! میں کہیں تمہارے سونے کا انتظام کروں۔" عمران نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

صفدر بے خبر سو رہا تھا۔ گھنٹی کی آواز سے آنکھ کھل گئی کوئی مسلسل کال بیل کا بٹن دبائے جا رہا تھا۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ عمران ہی ہو سکتا تھا کیوں کہ رہ رہ کر بٹن دبانے کا یہ مخصوص انداز اسی کا تھا۔ اُس نے بڑی جلدی میں سلیپنگ گاؤن پہنا اور صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اُس کا خیال درست تھا۔ دروازہ کھلتے ہی عمران مسمی صورت بنائے دکھائی دیا...

"فرمایئے!" صفدر دانت پر دانت جما کر بولا۔

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور دردناک آواز میں گنگنایا "شکریہ اے یار نبیہ! شکریہ!"

"تو اندر تشریف لایئے نا!" صفدر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

اندر آ کر عمران بیٹھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ صفدر سے کچھ سننا چاہتا ہو۔

اُدھر صفدر کی جھنجلاہٹ اُس کی خاموشی سے اور بڑھ رہی تھی

"ڈھائی بجے ہیں!" صفدر اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"اچھا!" عمران نے حیرت سے کہا اور پھر اپنی گھڑی دیکھ کر بولا "ٹھیک چل رہی ہے!"

"او ہو۔ تو کیا گھڑی ملانے آئے تھے؟"

"نہیں شکوہ کرنے... کیا ضرورت تھی بیچ میں کود پڑنے کی! مجھے مر جانے ہی دیا ہوتا!"

"آخر ہوا کیا؟"

"کلوروفارم سنگھا کر نکل بھاگا ہوں۔ پانچ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دماغ چاٹے جا رہی تھی۔"

"آخر وہ ہے کون؟"

"ارے یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو!" عمران آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

"بس ختم کیجیے درد سے سر پھٹا جا رہا ہے!"

"یہاں بھیج دوں!" عمران نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

صفدر بھی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا! اُس کی آنکھیں سرخ تھیں اُن سے تکلیف کا اظہار ہو رہا تھا۔

"میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے!" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"اور وہ لڑکی جو مر گئی!"

"وہ بھی میرے لیے اجنبی تھی! دراصل مجھ سے پہلے دو آدمی اور بھی اُس کا تعاقب کرتے تھے! تمہارے چیف نے ایک دن شاید اِن دونوں کی گفتگو سن لی! ان میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ لڑکی کو کسی طرح گرنا چاہیے۔ شاید وہ لوگ پہلے سے بھی اِسے گرانے کی تدبیر کر چکے تھے لیکن اُنہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی! آخر اِن سبھوں کی نگرانی میرے مقدر میں آئی! اسی دوران میں اس جاپانی یوکاوا پر بھی نظر پڑی کیوں کہ ان دونوں آدمیوں کو اُسی سے ہدایات ملتی تھیں۔"

"میں اُس لڑکی کی موت کے بارے میں پوچھ رہا تھا!"

"ہوں!" عمران نے طویل سانس لی۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا "تمہارے چیف کی ہدایت پر میں نے اسے گرانے کی کوشش کی تھی لیکن یقین کرو۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ گرتے ہی مر جائے گی تو!"

"میرا خیال ہے کہ چیف بھی اس کی موت کا خواہاں نہیں تھا!" صفدر جلدی سے بولا۔

"کچھ پتہ نہیں۔ اس کے آگے بلیک آؤٹ ہے!"

"اور اب یہ لڑکی آپ کے گلے پڑی ہے!" صفدر مسکرایا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں!"

"یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔"

"فی الحال... اتنا پتہ چلا ہے کہ وہ اس لڑکی کو کیوں گرانا چاہتے تھے!"

"آپ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اس کو مار ڈالنے ہی کے لیے گرانا چاہتے تھے؟"

"میرا یہی خیال ہے۔"

"یوکاوا کون ہے؟"

"انجینئر... ایک فیکٹری میں مشین لگوا رہا ہے۔ اسی کمپنی کی طرف سے آیا ہے جس سے مشینیں خریدی گئی ہیں!"

"تو پھر اب آپ کیا کریں گے؟"

"میاں میں خود کچھ نہیں کرتا۔ رپورٹ دے دی ہے تمہارے چیف کو۔ لیکن یہ لڑکی کس کی خدمت میں پیش کی جائے؟"

"آپ اُسے کہاں سلا آئے ہیں؟"

"یونٹ نمبر چھ میں!"

"میری رائے ہے کہ اب آپ اُدھر پلٹ کر ہی نہ جایئے!"

"کد ہنے دے گی!"

"کیا فرق پڑتا ہے!"

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے ٹھنڈی سانس لی اور اُٹھ کر کھڑکی کے قریب گیا۔ باہر اندھیرے میں کچھ دیکھتا رہا پھر پلٹ آیا۔

"میں دراصل اُس وقت اُن کو تمہارا گھر دکھانا چاہتا تھا" اُس نے صفدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"کن کی بات کر رہے ہو؟"

"جب سے لڑکی سر پڑی ہے۔ برابر تعاقب ہو رہا ہے۔"

دفعتاً کسی نے بہت زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"یہ کون احمق ہے۔" عمران دیدے نچا کر بولا "اندھا ہے کیا۔ کال بیل کا سوئچ نہیں دکھائی دیتا۔"

صفدر اُسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھا اور تیزی سے چلتا ہوا صدر دروازے تک پہنچا۔ دروازہ پیٹنے کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔

"کون ہے؟" صفدر نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"دروازہ کھولو!" باہر سے جھلائی ہوئی نسوانی آواز آئی

صفدر نے طویل سانس لی اور دروازہ کھولنے لگا۔ اُس کا خیال تھا کہ عمران کے سر ہونے ... والی لڑکی ہی ہوگی لیکن دروازہ کھلتے ہی نئی صورت دکھائی دی' اُس نے شوخ رنگ کی لپ اسٹک لگا رکھی تھی' بال بکھرے ہوئے تھے اور کسی قدر نشے میں بھی معلوم ہوتی تھی!

"کہاں ہے وہ؟" اجنبی عورت چیخی "اُسے باہر نکالو اور تم... اور تم سب سُوّر ہو!"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہی ہیں!"

"تم ہٹو سامنے سے۔ میں خود ہی اُسے کھینچتی ہوئی لے جاؤں گی!"

"میں نہیں جانتا آپ کون ہیں!" صفدر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ اُسے کسی قدر غصہ بھی آ گیا تھا! غصے کی بات بھی تھی وہ اِس طرح شور مچا رہی تھی کہ پڑوسیوں کی نیند بھی اُچٹ جاتی

"میں پوچھ رہی ہوں۔ عمران کہاں ہے؟" وہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے چیخی۔

اور پھر صفدر کو عمران بھی دکھائی دیا۔ چپ چاپ سر جھکائے تھا۔ عورت اُس کی طرف جھپٹی اور اُسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہنے لگی "میری زندگی برباد کر کے اب چھپتے پھر رہے ہو! میں

تمہارا خون کر دوں گی"

"ارے باپ رے!"

"چلو میرے ساتھ" اُس نے اُس کا گریبان پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

"اے... تم بھی ساتھ چلو" عمران صفدر کی طرف دیکھ کر گھگھیایا "مجھے ڈر لگ رہا ہے!"

"پوری فوج لے چلو لیکن میں آج فیصلہ کرکے رہوں گی" دفعتاً صفدر اُن کی راہ میں حائل ہوتا ہوا بولا "جب تک یہ معاملہ میری سمجھ میں نہ آ جائے آپ لوگ باہر قدم نہیں نکال سکتے"

عورت نے عمران کا گریبان چھوڑ دیا اور صفدر کو خونخوار نظروں سے گھورنے لگی۔

"دیکھو تم نہ ڈر جانا" عمران خوف زدہ لہجے میں بولا۔

"اسے مجھ سے شادی کرنی ہی پڑے گی" دفعتاً عورت حلق پھاڑ کر چیخی۔

اتنے میں عمران نے صفدر کو اشارہ کیا کہ وہ خود نکل کر بھاگنا چاہتا ہے۔

"آپ مجھے پوری بات بھی تو بتایئے..." صفدر نرم لہجے میں بولا... "شاید میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں"

اچانک عمران نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور دوڑتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد تو صفدر نے عورت کا راستہ روک ہی لیا تھا۔ وہ چیختی رہی۔

"آپ صبر سے کام لیں محترمہ" صفدر بولا "مجھے ساری بات بتایئے۔ میں یقیناً آپ کی مدد کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں"

"مجھے جانے دو"

"جھگڑے کی وجہ معلوم کیے بغیر یہ ناممکن ہے" صفدر کے لہجے کی نرمی بدستور قائم رہی۔

"اچھی بات ہے" دفعتاً عورت بھی ڈھیل پڑ گئی۔

"میرے ساتھ تشریف لایئے"

صفدر ادب و احترام کا مظاہرہ کرتا ہوا اُس کو ڈرائنگ روم میں لایا۔ دونوں بیٹھ گئے اور عورت نے تھوڑی دیر بعد کہا "مجھے کافی پلاؤ"

"فی الحال تو میں اس قسم کی کوئی خدمت نہ کر سکوں گا۔ کیوں کہ باہر کھاتا پیتا ہوں۔ میرے پاس کوئی ملازم بھی نہیں"

"غیر شادی شدہ ہو؟"

"جی ہاں"

"شادی کیوں نہیں کر لیتے؟"

"ابھی مالی حالت اتنی مستحکم نہیں ہوئی"

"کسی مال دار عورت سے کر لو"

"آج تک کوئی ملی ہی نہیں"

"میں تمہیں اچھے حلقوں میں متعارف کرا سکتی ہوں"

"دراصل مجھے دلچسپی ہی نہیں لیکن یہ کس قسم کی باتیں چھڑ گئیں۔ میں تو آپ کی کہانی سننا چاہتا ہوں"

"میری کہانی یہ ہے کہ تم بالکل گدھے ہو" وہ ہنس پڑی اور صفدر بے ساختہ چونک پڑا کیوں کہ یہ ہنسی تو جولیانا فٹز واٹر کی تھی۔

"تم...!"

"ہاں میں! اب مجھے اپنی اس صلاحیت پر مغرور ہو جانا چاہیے تم بھی نہ پہچان سکے"

"کمال کا میک اپ ہے"

"اب پلوا دو کافی"

"ہاں۔ ہاں... ضرور... لیکن یہ سب کیا تھا"

"مجھے ایکسٹو کی طرف سے ہدایت ملی تھی کہ تمہارے گھر پہنچ کر عمران کے سلسلے میں اس قسم کا جھگڑا اٹھا دوں"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا" صفدر اپنی گدی سہلاتا ہوا بولا۔

"تم مجھے صرف اس لڑکی کے بارے میں بتا دو جو زینے سے گر کر مر گئی"

"میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا کہ وہ ہمارے چیف ہی کے حکم پر ہوا تھا۔ عمران کا یہی بیان ہے"

"یعنی ایکسٹو کی ہدایت پر وہ زینے سے گرائی گئی تھی"

"ہاں"

"جہنم میں ڈالو۔ میں بہت تھک گئی ہوں! مجھے فوراً کافی چاہیے"

صفدر اٹھا اور کچن میں آ کر کافی کے لیے پانی رکھنے لگا۔ دفعتاً اس نے محسوس کیا جیسے فون کی گھنٹی بج رہی ہو۔ تیزی سے خواب گاہ میں پہنچا۔ ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف سے ایکسٹو کی آواز سنی:

"یس سر"

"کیا جولیا چلی گئی؟"

"نہیں جناب۔ ابھی یہیں ہے"

"اس سے کہو کہ جس طرح چیختی چلاتی وہاں پہنچی تھی اسی

انداز میں فوراً رخصت ہو جائے"

"بہت بہتر جناب"

اور پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

ڈرائنگ روم میں جولیا کافی کی منتظر تھی۔

"مجھے افسوس ہے مس فٹز واٹر تم کافی نہ پی سکو گی" صفدر نے اُس سے کہا۔

"کیوں؟"

اُس نے اسے ایکسٹو کی کال کے بارے میں بتایا اور وہ بُرا سا منہ بنا کر بولی!

"یہ شخص غالباً ہر وقت جاگتا رہتا ہے"

"بے خوابی کا مریض معلوم ہوتا ہے" صفدر نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"وہ تو ہم سب ہو جائیں گے کسی دن" جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور اُٹھ گئی۔

اس کے بعد وہ پہلے ہی کے سے انداز میں شور مچاتی ہوئی وہاں سے رخصت ہو گئی تھی۔

••

یوکاوا کی گاڑی ایک طویل و عریض عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور پورٹیکو میں جا رکی! گاڑی سے اُتر کر وہ عمارت کے صدر دروازے سے گزرتا ہوا ایک کمرے میں پہنچا... اور فون کا ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولا۔

"اِٹ از یوکاوا سر"

"یس!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی یہی بتاتی ہے کہ اُس کا دل پھٹ گیا تھا"

"کاش تم میں سے کوئی اسے گرتے دیکھ سکا ہوتا" دوسری طرف سے آواز آئی "میں گرتے وقت کی صحیح پوزیشن معلوم کرنا چاہتا ہوں"

"پوزیشن جناب، میں نہیں سمجھا!"

"وہ کسی پہلو پر گری تھی یا پیٹ کے بل؟"

"اس کا پتہ لگنا دشوار ہے جناب!"

"خیر... اب دوسرے کیس پر سختی کی نظر رکھنا!"

"بہت بہتر ہے جناب!"

"ہاں اُس کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟"

"جناب وہ مجھے صرف ایک اوباش آدمی معلوم ہوتا ہے... پچھلی رات وہ اپنے دوست کے گھر گیا تھا۔ وہاں ایک عورت بھی آ پہنچی۔ وہ دراصل اسی کی تلاش میں تھی اور غصے سے پاگل نظر آ رہی تھی"

"تو پھر ہمیں اس سے کیا" دوسری طرف سے سوال کیا گیا

"مطلب یہ کہ وہ اس سے شادی کرنے پر مُصر تھی اور وہ نکل بھاگا تھا۔ میں دراصل اسی واقعے سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں... کہ اُسے لڑکیوں کے چکر میں رہنے کی عادت ہے!"

"پھر اُس نے گیارہ نومبر کا حوالہ کیوں دیا تھا؟"

"لزی نے رپورٹ دی ہے کہ وہ ہمارے دو آدمیوں کی روزی کے بارے میں گفتگو سن کر ہی اُس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے اُن کی زبان سے گیارہ نومبر کے متعلق بھی کچھ سُن پایا ہو..."

"کچھ بھی ہو! میں کسی قسم کا ہنگامہ نہیں چاہتا۔ مجھے سکون سے اپنا کام کرنا ہے"

"آپ مطمئن رہیں جناب" یوکاوا بولا "سارے کام آپ کی مرضی کے مطابق ہوں گے"

"بس محتاط رہو!" دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ یوکاوا پھر اس عمارت میں نہیں ٹھہرا۔

ایک بار پھر اُس کی گاڑی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک ٹیلی فون بوتھ کے قریب رُکا۔ اس میں داخل ہو کر کسی کے نمبر ڈائل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

"ہیلو۔ کون ہے۔ اچھا دیکھو... میں سکس تھرٹین کے پاس ملوں گا۔ ٹھیک دس منٹ بعد۔ تمہیں وہاں موجود رہنا چاہیے"

کال ڈسکنکٹ کرکے وہ پھر گاڑی میں آ بیٹھا اور شہر کے اس علاقے میں جہاں سکستھ اسٹریٹ اور تھرٹینتھ اسٹریٹ کا سنگم تھا پہنچ کر ایک جگہ گاڑی پارک کر دی۔

وہ بار بار گھڑی دیکھے جا رہا تھا پھر ایک نیلے رنگ کی اسپورٹ کار بھی اُس کے قریب آ رکی۔ اس پر سے اُسی کا ایک ہم وطن اُتر کر آگے بڑھا۔

"مجھے دیر تو نہیں ہوئی؟" اُس نے یوکاوا سے پوچھا۔

"نہیں ٹھیک ہے اور غالباً ہم وہیں پہنچے ہیں جہاں پہنچنا چاہیے تھا!"

"عمارت تو یہی ہے" وہ سامنے والی عمارت کی طرف اشارہ کرکے بولا "لیکن یقین کے ساتھ فلیٹ کا تعین نہیں کیا جا سکتا"

"پھر کیا صورت ہوگی" یوکاوا نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔
"ٹھیک پانچ منٹ بعد میں ایک مخصوص اشارہ کروں گا۔"
دُوسرے آدمی نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔"اس کے بعد اگر اشارے کا جواب مِلا تو اس کی موجودگی ظاہر ہو جائے گی ورنہ پھر دُوسرے احکامات کا منتظر رہنا پڑے گا۔"

یوکاوا نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اُس کی طرف بڑھاتے ہُوئے کہا۔" اتنی دیر میں ہم ایک سگریٹ ختم کر سکتے ہیں!"

دُوسرے آدمی نے سگریٹ لے کر سُلگایا اور گھڑی پر نظر جمائے رہا۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد اُس نے انگڑائی لیتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے کراس بنایا اور سامنے والی عمارت کی ایک کھڑکی سے بڑے بالوں والے چھوٹے سے سفید کُتے نے سڑک پر چھلانگ لگائی اور اپنے منہ میں دبے ہوئے کاغذ کے ایک ٹکڑے کو اُن کے قریب گراتا ہُوا دُوسری طرف نکل گیا۔

یوکاوا نے جُھک کر وہ کارڈ اٹھا لیا تھا' دُوسرا آدمی بھی اُس کے قریب آگیا! کارڈ پر تحریر تھا۔

"گیارہ نومبر"

"میرا کام ختم ہوگیا۔ اب تم جانو!" دُوسرے آدمی نے کہا اور اپنی اسپورٹ کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوگیا۔

یوکاوا کارڈ لیے کھڑا رہا۔

جب اسپورٹ کار اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہو گئی تو آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک فلیٹ کے بند دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ دروازہ کُھلا۔ سامنے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا نظر آیا۔

یوکاوا نے وہی کارڈ اُس کی طرف بڑھا دیا' جو سڑک پر کُتے کے مُنہ سے گرا تھا۔

"اندر آجاؤ!" اجنبی نے کہا۔ یہ کسی مغربی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔

یوکاوا کمرے میں داخل ہُوا۔ اجنبی نے ایک کُرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" بیٹھ جاؤ۔"

پھر وہ اُسے وہیں چھوڑ کر دُوسرے کمرے میں چلا گیا۔ یوکاوا نے دُوسرا سگریٹ سُلگایا اور ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔

تقریباً پانچ یا چھ منٹ بعد اجنبی پھر واپس آیا۔ اُس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ غالباً کہیں اور جانے کی تیاری تھی

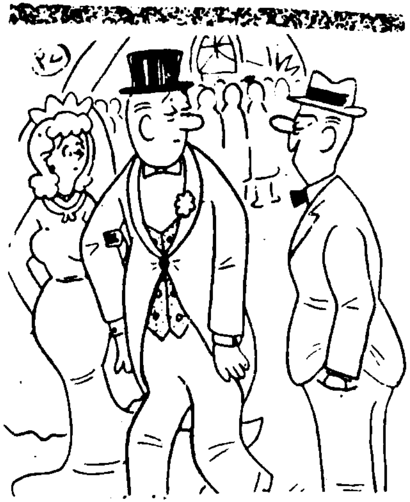

طبیعت جلد بھر جائے اگر ان کی عنایت سے
تو مجھ کو یاد کر لیجیے گا' ہوں امیدواروں میں

اتنی جلدی روٹھ گئی، اتنی جلدی حوصلہ کھو دیا۔ اپنے لیے نہیں تو میرے لیے خود کو سنبھالے رکھتی، وہ تو میرا اعتبار تھی میرا وجود' میرا سایہ۔ مجھے اُس نے اتنا بڑا دھوکا دیا۔ جانے کس کے بہکاوے میں آگئی۔ اتنے برسوں تک مجھ سے دُور رہ کے آسرا قائم کر رکھا تھا جب کہ میری کوئی خبر بھی نہیں تھی، اب تو میں قریب تھا' یہاں آ کے اُس کا دل اتنا کھوٹا کیوں ہوگیا، ضرور کسی نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہوگا۔ یہاں آ کے اور سندھیا کا مال جان کے اُس پر ایسا سوگ طاری نہیں ہوا ہوگا، سندھیا ہر پل اُس کے سامنے تھی، اُسے اُس کی آنکھوں میں اپنے ہی خواب نظر آتے ہوں گے اور اُس کے سینے میں اپنی ہی دھڑکنیں سُنائی

"چلو!" اُس نے یوکاوا سے کہا اور یوکاوا چپ چاپ اٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد یوکاوا اپنی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور اجنبی اُس کے برابر بیٹھا ہُوا اُسے راستوں کے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔ شہر کی مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے وہ موڈل کالونی میں داخل ہوئے۔

••

عمران اس وقت میک اپ میں تھا۔ صبح ہی سے یوکاوا کے تعاقب میں رہا تھا۔ اب اس نے اُس کو اس سفید فام آدمی کے ساتھ موڈل کالونی کی ایک عمارت میں داخل ہوتے دیکھا۔ اُس نے اپنا اسکوٹر عمارت کے سامنے سڑک کی دُوسری جانب روک دیا۔

یوکاوا نے بھی اپنی گاڑی سڑک ہی پر چھوڑ دی تھی۔ قریباً ایک گھنٹے تک وہ ان کی واپسی کا منتظر رہا لیکن وہ عمارت سے برآمد نہ ہوئے۔ یوکاوا کی گاڑی اب بھی سڑک ہی پر موجود تھی

عمران اس عرصے میں اپنے اسکوٹر سے اس طرح اُلجھتا رہا تھا جیسے اس میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہو! پُورے ڈیڑھ گھنٹے بعد یوکاوا کا سفید فام ساتھی عمارت سے برآمد ہُوا.. اور یوکاوا کی گاڑی میں بیٹھ کر رفوچکر ہوگیا۔ عمران نے اُس کے اس انداز میں کوئی خاص بات محسوس کی تھی۔ وہ اسی چیں بچیں میں رہا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہیے اور گاڑی اگلے موڑ پر نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اسے اُس کے پیچھے جانا چاہیے! اُس نے سیٹ کے نیچے سے چرمی بیگ نکالا اور عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ بیگ میں ایک انشورنس کمپنی کا لٹریچر تھا جو عمارت کے مکینوں سے تعارف حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا!

برآمدے میں پہنچ کر اُس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ دباتا ہی رہا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ مِلا دو منٹ گزر گئے پھر اُس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور دروازہ کُھلتا چلا گیا۔

راہداری سنسان پڑی تھی۔ وہ آگے بڑھتا گیا! عمارت میں اُس کے قدموں کی آواز کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں تھی سارے کمرے خالی نظر آئے۔ کچن میں آیا۔ اس کی حالت سے معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے عرصے سے استعمال نہ کیا گیا ہو۔ ایک بار پھر وہ کمرے میں آیا اور جیسے ہی ایک باتھ روم کا... دروازہ کھولا جہاں کھڑا تھا کھڑا رہ گیا۔

یوکاوا زمین پر چت پڑا تھا اور... اور اُس کی گردن کیا ہُوئی تھی! عمران بہت احتیاط سے آگے بڑھا۔ لاش کے سر کے قریب ایک کارڈ پڑا نظر آیا جس پر "گیارہ نومبر" تحریر تھا!

اُس نے جیب سے اسپائی کیمرا نکالا اور لاش کی تصویریں کئی زاویوں سے کھینچیں پھر سارے کمروں کے دروازوں کے ہینڈل صاف کرتا پھرا۔

تھوڑی دیر بعد اُس کا اسکوٹر شہر کی طرف اُڑا جا رہا تھا صفدر اور وہ ساتھ ہی چلے تھے۔ صفدر اپنی گاڑی میں تھا اور عمران نے اسکوٹر سنبھالا تھا پھر اُس جگہ سے دونوں کی راہیں الگ ہوگئی تھیں۔ جہاں سے یوکاوا کا پہلا ساتھی رخصت ہوا تھا۔ صفدر نے اُس کا تعاقب شروع کر دیا تھا اور عمران یوکاوا کا تعاقب کرتا ہُوا موڈل کالونی کی اس عمارت تک جا پہنچا تھا اور پھر اُس کے تعاقب کا اختتام یوکاوا کے قتل پر ہُوا۔

شہر پہنچ کر سب سے پہلے اُس نے ایک پبلک ٹیلی فون پر سیکرٹ کوارٹرز سے رابطہ قائم کیا۔ جولیا نے کال ریسیو کی تھی۔

عمران نے ایکسٹو کی آواز میں کہا۔"موڈل کالونی کی تیسری سڑک پر ستھی نمبر سات میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے! پولیس کو اطلاع دے دو اور پولیس کی تفتیش سے آگاہ رہو۔ میں کسی وقت رپورٹ طلب کروں گا؟"

"بہت بہتر جناب!" دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا...!

یوکاوا کی رہائش گاہ کا علم اُسے نہیں تھا!

آج بس یونہی ایک جگہ مڈبھیڑ ہوئی تھی اور اُس نے اُس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ وَیسے نکلا تھا اُسی کی تلاش میں پھر جب وہ ٹپ ٹاپ میں ناشتہ کرنے لگا تھا تو عمران نے فون کر کے صفدر کو بھی وہیں طلب کر لیا تھا! ایسا نہ کرتا تو اِس وقت شاید افسوس کر رہا ہوتا کیوں کہ یوکاوا کے بعد پھر اُن میں کوئی آدمی نظر میں نہ رہتا۔ صفدر کی موجودگی کی بنا پر کم از کم وہ اس کے ساتھی کا تعاقب تو کرا ہی سکتا تھا۔

آج تین عمارتیں بھی علم میں آئی تھیں! پہلی وہ عمارت جہاں یوکاوا تنہا گیا تھا دُوسری وہ جہاں سے ایک سفید فام غیر ملکی اس کے ساتھ ہُوا تھا اور تیسری وہ جہاں اُس کی لاش پائی گئی تھی!

واپسی پر عمران نے سب سے پہلے اس عمارت کا رُخ کیا جس کی ایک کھڑکی سے کُتا کُودا تھا لیکن یہ ضروری نہیں تھا

کہ سفید فام غیر ملکی پھر وہیں واپس گیا ہو۔ بہر حال اُسے تو دیکھنا ہی تھا۔ فلیٹ کے دروازے پر دستک دیتے وقت بھی اُسے پوری طرح یقین نہیں تھا کہ وہاں کوئی موجود ہوگا۔ لیکن دُوسرے ہی لمحے میں اندر سے قدموں کی چاپ سُنائی دی! کسی نے دروازہ کھولا اور عمران بھونچکا رہ گیا۔ یہ لزی تھی لیکن اُس نے تو اسے کہیں اور چھوڑا تھا۔ چلتے وقت لزی نے اُس سے کہا تھا کہ وہ وہیں اُس کا انتظار کرے گی اور تنہا باہر نہیں جائے گی۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" اُس نے عمران سے درشت لہجے میں پُوچھا۔

"میں پراپرٹی ٹیکزیشن آفس سے آیا ہُوں" عمران بولا۔

"تو پھر مالک مکان کے پاس جاؤ۔ ہم تو کرایہ دار ہیں!"

"آپ اس فلیٹ کا کتنا کرایہ ادا کرتی ہیں!"

"مجھے علم نہیں!" وہ گڑبڑا کر بولی۔ "میں دراصل صاحب خانہ کی مہمان ہوں اور صاحب خانہ اس وقت موجود نہیں!"

"صاحب خانہ کا نام تو جانتی ہی ہوں گی!"

"اُن کا نام ہمفرے نکولائی ہے!"

"کیا کرتے ہیں؟"

"کسی فرم کے مینجر ہیں شاید!"

"کیا آپ اندازاً بھی اس فلیٹ کا کرایہ نہ بتا سکیں گی!"

"جی نہیں! مجھے افسوس ہے!"

"بات دراصل یہ ہے کہ غیر ملکیوں سے یہ لوگ زیادہ کرایہ وصول کرنے لگے ہیں اور یہ ہماری حکومت کو پسند نہیں!"

"آپ کے آفس میں آپ کو مطلع کر دیا جائے گا۔"

"براہ کرم پتہ نوٹ فرمالیے!"

عمران ٹیکزیشن آفس کا پتہ اُسے لکھوا کر پھر سڑک پر واپس چلا آیا۔ اُسے اُس غیر ملکی کا انتظار تھا جو ماڈل کالونی والی عمارت سے یوکاوا کی گاڑی میں فرار ہُوا تھا۔ ممکن ہے اُسی کا نام ہمفرے نکولائی رہا ہو لیکن یہ لڑکی لزی؟ یہ تو یوکاوا کے ساتھ تھی اور اب یوکاوا کے قاتل کے فلیٹ میں نظر آ رہی ہے۔

اسے بہر حال وہیں رُک کر لزی کے متعلق بھی معلومات فراہم کرنی تھیں۔ آدھے گھنٹے تک وہ اسی سڑک پر وقت گزاری کرتا رہا۔ آخر کار وہ سفید فام بھی دکھائی دیا لیکن گاڑی یوکاوا والی نہیں تھی...

گاڑی چھوڑ کر وہ فلیٹ میں چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک وزنی سا بیگ اُٹھائے ہُوئے پھر واپس آیا... لزی اُس کے ساتھ تھی۔ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے!

کار چل پڑی اور عمران کو میک اپ پر بھی ریڈی میڈ میک اپ چڑھانا پڑا۔ وہی پھولی ہوئی ناک اور گھنی مونچھوں والا میک اپ جو ہر وقت بیگ میں پڑا رہتا تھا۔ اگر فلیٹ میں لزی سے ملاقات نہ ہُوئی ہوتی تو پھر اس کی ضرورت پیش نہ آتی!

تعاقب جاری رہا۔ کچھ دیر بعد اگلی گاڑی کیفے ارغنوں کے سامنے رُکی۔ غالباً وہ وہاں لنچ کرنا چاہتے تھے! اُن کے ہال میں داخل ہو جانے کے بعد عمران نے بھی اسکوٹر سڑک کے کنارے فٹ پاتھ سے لگا کر کھڑا کر دیا تھا۔

ہال میں پہنچا تو اتفاقاً ان دونوں کے قریب ہی دو تین میزیں خالی نظر آئیں اور اُس نے اُن میں سے ایک اپنے لیے منتخب کرلی۔ یہاں سے وہ اُن کی گفتگو بخوبی سُن سکتا تھا۔

لزی کہہ رہی تھی! "میرا مشورہ ہے کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"نہیں! اس طرح کھیل بگڑ جائے گا! تمہیں مجھ سے ملنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ خیر اب یہاں سے سیدھی وہیں جانا جہاں مقیم ہو۔"

"پھر تم کہاں ملو گے؟"

"مجھے تم تھری ناٹ فائیو سکس ٹو پر رنگ کر سکتی ہو! کیا تمہاری موجودہ قیام گاہ میں فون بھی ہے!"

"ہے۔" لیکن مجھے نمبر یاد نہیں! تم اپنے نمبر نوٹ کر کے مجھے دے دو۔ میں تم سے رابطہ قائم کرلوں گی!"

اُس نے اپنی نوٹ بک سے ایک ورق پھاڑ کر نمبر لکھے اور لزی کو دیتا ہُوا بولا! "اب مجھے دیکھنا ہے کہ وہ لوگ تم سے رابطہ قائم کرتے ہیں یا بات صرف یوکاوا کی حد تک رہ جاتی ہے!"

"میں زیادہ تر اس آدمی کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں جس پر یوکاوا نے مجھے مسلط کیا تھا!"

"وہ کیسا آدمی ہے؟"

"کچھ پتہ ہی نہیں چلتا! کبھی بچوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے اور کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بہت زیادہ چالاک ہو!"

"مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

لزی نے عمران کی کہانی شروع کر دی۔

"یوکاوا نے اُسے روزی کا تعاقب کرتے دیکھا تھا اور پھر وہ ایک دن گیارہ نومبر کا حوالہ بھی دے بیٹھا! اس سے اُسے تشویش ہُوئی اور اُس نے اُس کی اصلیت جاننی چاہی! مجھے اس کے پیچھے لگایا۔ خود اُس سے شکست کھائی اور پہلے سے مرتب کی ہوئی اسکیم کے مطابق میں یوکاوا کو چھوڑ کر اُس کے ساتھ چل دی! بہر حال مقصد یہی تھا کہ میں اس کے بارے میں پوری طرح چھان بین کر کے یوکاوا کو رپورٹ دوں لیکن اب میں کسے رپورٹ دوں گی... کیوں کہ تمہارے بیان کے مطابق تو یوکاوا دُوسری دُنیا میں پہنچ چکا ہے۔"

"اگر کسی نے تم سے رپورٹ طلب کی تو میرے لیے بڑی آسانی ہو جائے گی لیکن یوکاوا کے بعد اُن کا اور کوئی آدمی فی الحال میری نظر میں نہیں ہے!"

"لیکن یہ ہُوا کیسے؟"

"پھر بتاؤں گا۔ تم جلدی سے لنچ کرو اور یہاں سے ٹیکسی لے لینا۔ میں اب تمہارے ساتھ باہر دیکھا جانا پسند نہ کروں گا۔ ہمیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے!"

لزی کچھ نہ بولی۔ اُنہوں نے خاموشی سے کھانا کھایا... کافی پی اور پھر لزی اُسے وہیں چھوڑ کر باہر چلی گئی۔

عمران ہمفرے نکولائی کے اُٹھنے کا منتظر رہا! اس دوران میں وہ بھی کافی پیتا رہا تھا۔ لزی کے رُخصت ہو جانے کے بعد اُس نے ویٹر سے بل طلب کرنے میں جلدی کی تھی! پتہ نہیں کب ہمفرے بھی اُٹھ جائے اور وہ اس کا سُراغ کھو بیٹھے!

ہمفرے اطمینان سے بیٹھا پائپ کے کش لیتا رہا۔ قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی قسم کی اُلجھن یا بے چینی کا شکار ہے۔ اُس کا چہرہ بالکل پُرسکون تھا...! وہ معمر ضرور تھا لیکن آنکھوں سے ظاہر ہونے والی توانائی حیرت انگیز تھی اور قویٰ مضبوط معلوم ہوتے تھے... تھوڑی دیر بعد اُس نے پائپ کی راکھ ایش ٹرے میں جھاڑی اور اُٹھ گیا۔

عمران اُس وقت اُٹھ گیا تھا جب وہ اپنا پائپ خالی کر رہا تھا۔ پھر جب تک وہ اپنی گاڑی تک پہنچا عمران سڑک پار کر کے اپنے اسکوٹر تک پہنچ چکا تھا۔

ایک بار پھر تعاقب شروع ہو گیا لیکن اس بار سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ ہمفرے نکولائی نے اسی عمارت کے سامنے گاڑی روک دی جہاں یوکاوا پہلے گیا تھا! وہ سُوٹ کیس ہاتھ میں لٹکائے ہُوئے گاڑی سے اُترا اور عمارت میں داخل ہو گیا۔

عمران نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کی دانست میں یہی ہمفرے کی منزل تھی۔

اُسے پہلے ہی سے یقین تھا کہ خود اس کا تعاقب نہیں کیا گیا لہٰذا وہ یہاں سے سیدھا ایک ایسے ہوٹل میں پہنچا! جہاں ایک کمرہ پہلے سے کرایے پر لے رکھا تھا! یہاں اُس نے میک اپ واشش کر کے لباس تبدیل کیا اور گھر کی طرف چل پڑا۔ لزی کو فی الحال نہیں چھیڑنا چاہتا تھا... اس سے قبل صفدر سے رپورٹ لینی تھی!

فون پر اُس کے نمبر ڈائل کیے لیکن جواب نہ ملا... شاید وہ ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا...!

اب اُس نے ہیڈ کوارٹر کے نمبر ڈائل کیے۔ ساری کالیں جولیا ہی ریسیو کرتی تھی۔ دُوسری طرف سے اُس کی آواز سُن کر بحیثیت ایکسٹو بولا۔

"صفدر کی کوئی کال آئی تھی؟"

"نہیں جناب!"

"تھوڑے تھوڑے وقفے سے اُسے فون کرتی رہو! جب ملے تو کہنا جو رپورٹ عمران کو دینی تھی براہ راست مجھے دے۔"

"بہت بہتر جناب!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور ایکسٹو والے فون سے اٹیچ ٹیپ ریکارڈر کا جائزہ لیتا رہا... پھر اُس کا سوئچ آن کر کے کمرے سے باہر آ گیا۔ اب اُس کی عدم موجودگی میں صفدر کی کال ریکارڈ ہو سکتی تھی!

کچھ دیر بعد وہ پھر سڑک پر نظر آیا لیکن اس بار اُس نے اسکوٹر گیراج میں کھڑا کر کے گاڑی نکالی تھی!

تھوڑی دیر بعد اُس عمارت تک جا پہنچا جہاں لزی کے قیام کا انتظام کیا تھا... وہ موجود تھی...

شب خوابی کے لباس پر اُس نے ریشمی سلیپنگ گاؤن پہن رکھا تھا۔

"تم کہاں تھے؟" وہ اُسے دیکھ کر جھلائی۔

"بس کیا بتاؤں... کوئی ایسا فارمولا... تلاش نہیں کر سکا۔"

"کیسا فارمولا؟"

"یہی کہ تمہیں مذہب بھی تبدیل نہ کرنا پڑے اور شادی بھی ہو جائے!"

"کیا مطلب؟"

"شادی... اور کیا مطلب!"

"کس کی شادی؟"

"تمہاری اور میری!" عمران نے شرما کر کہا اور بالکل چغد نظر آنے لگا!

"یہ وہم کیسے پیدا ہُوا کہ میں تم سے شادی کرلوں گی!"

"تب تو پھر مشکل ہے!"

"کیا مشکل ہے؟"
"ہم مسلمان لوگ تو شادی کے بعد ہی محبت کر سکتے ہیں۔"
"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔"
"مجبوری ہے... تم فی الحال نامحرم ہو۔"
"یہ کیا ہوتا ہے۔"
"وہی ہوتا ہے کہ اس سے محبت نہیں کی جا سکتی! شادی کے بعد محرم ہو جاتا ہے۔"
"تم واقعی بالکل احمق معلوم ہوتے ہو... میں نے تمہارے لٹریچر کے ترجمے پڑھے ہیں اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں۔"
"ناول پڑھے ہوں گے؟"
"ہاں...!"
"وہ سب غیر اسلامی ناول ہیں۔ اُن کے مصنفین جہنم میں جائیں گے کیوں کہ پرائی بہو بیٹیوں کے پیچھے ہیرو لگا دیتے ہیں!"
"میں نے انارکلی کا ترجمہ پڑھا تھا... بڑا خوبصورت ڈرامہ ہے۔"
"کیا انجام ہوا تھا انارکلی کا یہ بھی یاد ہے؟" عمران نے بچکانہ خوف و دہشت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔
"تم مذہبی آدمی بھی نہیں معلوم ہوتے۔"
"کچھ بھی ہو۔ میں شادی کے بغیر محبت نہیں کر سکتا۔"
"مت کرو۔"
"یعنی کہ... یعنی کہ... تو پھر؟" عمران نے احمقانہ انداز میں آنکھیں پھیلا کر پوچھا!
"تو پھر کچھ بھی نہیں! تم نے لوکاوا کو شکست دے کر مجھے جیتا ہے"
"ارے تو جیت کر کیا اچار ڈالوں۔"
"اچار کیا؟"
"مربّے کا بھتیجا! تمہیں اچار کیسے سمجھاؤں! البتہ چکھ سکتا ہوں۔"
"تم بہت زیادہ تھکے ہوئے لگتے ہو آرام کرو۔"
"نہیں میں آرام نہیں کر سکتا!"
"کیوں؟"
"پہلے اس کا فیصلہ ہونا چاہیے!"
"کس کا؟"
"میں تم سے شادی کروں یا نہ کروں۔"
"شادی فضول چیز ہے!"
"پھر محبت کیسے کر سکوں گا۔"
"کیا محبت ضروری ہے؟"
"ناولوں میں یہی پڑھا ہے میں نے کہ جب دو آدمی ملتے ہیں تو محبت ہو جاتی ہے۔"
"تمہارا کیا بگڑے گا۔ ہو جانے دو۔" وہ شرارت آمیز انداز میں مسکرائی۔ عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ سنجیدگی اختیار کرتی ہوئی بولی:
"مجھے حیرت ہے!"
"کس بات پر۔"
"سارا دن گزر گیا لیکن تمہاری ایک بھی فون کال نہیں آئی۔"
"کس کی آتی؟ میرا بس وہی ایک دوست ہے جس سے تم بھی واقف ہو؟"
"اور کسی سے دوستی نہیں؟"
"نہیں۔ مجھے کبھی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی۔ دوست وقت برباد کرتے ہیں اور قرض لیتے رہتے ہیں۔"
"تمہارے فون کا کیا نمبر ہے۔ انسٹرومنٹ پر موجود نہیں!"
"پچاس ہزار دو سو بارہ۔"
"اچھی بات ہے! میں کچھ دیر سونا چاہتی ہوں۔ رات کسی نائٹ کلب میں گزاریں گے۔"
"ٹاٹا...!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔
وہ سونے کے کمرے کی طرف چلی گئی اور عمران ڈرائینگ رُوم ہی میں بیٹھا رہا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک یہی حالت رہی۔ پھر چونکا اور گھڑی پر نظر ڈالی۔ دبے پاؤں لزی کی... خواب گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر اُسے آہستہ سے دھکا دیا لیکن وہ اندر سے بند تھا! قفل کے سوراخ سے اندر جھانکا۔ وہ چت لیٹی سو رہی تھی۔
ہینڈ بیگ عمران کے ہاتھ میں تھا۔ اُس نے اس میں سے ایک چھوٹا سا گیس سلنڈر نکالا جس سے رَبر کا ایک پتلا سا پائپ بھی منسلک تھا... اُس نے پائپ کا سرا قفل کے سوراخ کے ذریعے دُوسری طرف خواب گاہ میں پہنچا کر سلنڈر سے گیس خارج کرنی شروع کی۔ گھڑی بھی دیکھے جا رہا تھا۔ دو منٹ بعد گیس کے اخراج کا سلسلہ منقطع کر کے نلکی قفل کے سوراخ سے نکال لی اور بڑبڑایا۔ "اب تین چار گھنٹے تک آرام سے سوتی رہو۔"
ٹیلی فون ڈرائینگ رُوم ہی میں تھا۔ واپس آ کر اُس نے جولیا سے بحیثیت ایکسٹو رابطہ قائم کیا۔
"صفدر سے ابھی تک رابطہ قائم نہیں ہو سکا جناب۔"

جولیا نے اطلاع دی۔
"ماڈل کالونی والی عمارت کا کیا رہا؟"
"وہاں پولیس نے کوئی لاش نہیں پائی۔ عمارت کرایہ پر دینے کے لیے خالی ہے۔"
"کب سے؟" عمران نے پوچھا۔
"پچھلے ایک ماہ سے جناب!"
"مالک کون ہے؟"
"کمرشل بینک کی تحویل میں ہے! مالک غیر ممالک میں رہتا ہے"
عمران نے اُس کے بارے میں بھی تفصیل مانگی... جو ٹیلی فون نمبر لزی کو ہمفرے نکولائی سے ملا تھا۔
"میں نے نوٹ کر لیا ہے جناب!" دوسری طرف سے آواز آئی...
"معلوم کرو کہ یہ نمبر کس کے نام الاٹ ہوا ہے اور شہر کی کس عمارت میں ہے۔"
"بہت بہتر جناب۔"
"میں آدھے گھنٹے بعد رنگ کروں گا۔"
"بہت بہتر جناب!"
عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا... جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر ایک پیس منہ میں ڈالا اور آہستہ پُر تفکر انداز میں آہستہ آہستہ کچلتا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد صفدر کے نمبر ڈائل کیے اُس کا فون انگیج ملا... ریسیور رکھ کر گھڑی پر نظر ڈالی۔ چار بج رہے تھے۔ پندرہ منٹ بعد اُس نے پھر صفدر کے نمبر ڈائل کیے اس بار گھنٹی بجنے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر صفدر کی آواز سنائی دی۔
"تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟" عمران نے بحیثیت عمران پوچھا۔
"بس کچھ نہ پوچھیے۔ وہ تو جاپانیوں کا ایک ہوسٹل ہے پندرہ بیس عدد وہاں مقیم ہیں۔ یہ شخص جس کا میں تعاقب کر رہا تھا... پتہ نہیں کہاں کہاں لیے پھرا... آخر کار اس عمارت تک پہنچا جہاں اُن لوگوں کا قیام ہے لیکن وہ خود اُن سے الگ رہتا ہے۔ وہ ایڈلفی ہی میں مقیم ہے۔ کمرہ نمبر گیارہ گراؤنڈ فلور... اُس نے ایڈلفی میں اپنا نام ناتو ینگ درج کرایا ہے"
"اس پر گہری نظر رکھو!" عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔
اب اُس نے پھر گھڑی دیکھی اور ہیڈ کوارٹر کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے جولیا کی آواز آئی۔ سب سے پہلے اُس نے صفدر کی رپورٹ پیش کی... پھر اس ٹیلی فون نمبر کے بارے میں بتانا شروع کیا۔
"وہ نمبر کسی ڈاکٹر ہلونڈرے کا ہے۔ عمارت گیارہ پرنسٹن روڈ"
"گیارہ!" عمران غرایا۔
"جی۔ گیارہ نمبر ہے عمارت کا...!"
"اچھا...!" عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔
وہ وہی عمارت ثابت ہوئی جہاں لوکاوا پہلی بار گیا تھا اور جو اس کے قاتل ہمفرے کی بھی منزل تھی!
عمران تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے سلیمان نے کال ریسیو کی تھی۔ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "جوزف کو فون پر بھیجو۔"
"بھیج دوں گا جناب... لیکن آٹا ختم ہو چکا ہے اور پیسے بھی ختم ہو گئے۔"
"اُدھار لے کر کام چلاؤ۔ میں دو تین دن کے لیے شہر سے باہر گیا ہوا ہوں!"
"پیسے دے کر جایا کیجئے۔"
"اچھا بے!"
"میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں!"
"اچھا جوزف کو بھیج... بکواس بند!"
دُوسری طرف سے پھر کچھ نہ کہا گیا... کچھ دیر بعد جوزف کی آواز آئی۔
"یس باس...!"
"نمبر چھ میں فوراً پہنچو!"
"اچھا باس!"
"نمبر چھ یاد ہے۔"
"یس باس... انگن روڈ پر پہلی عمارت!"
"ٹھیک! فوراً روانہ ہو جاؤ۔"
"اچھا باس!"
عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

••

تقریباً آٹھ بجے لزی جاگی۔ کمرے میں گہرا اندھیرا تھا۔ اس نے اُٹھ کر روشنی کی اور جماہیاں لیتی ہوئی سلیپنگ گاؤن پہننے لگی۔ کمرے سے نکلی تو خلافِ توقع دُوسرے کمرے میں روشنی دیکھی۔
"ہوں۔ تو بے چارہ احمق موجود ہے!" وہ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بڑبڑائی لیکن ڈرائینگ رُوم میں قدم رکھتے ہی بوکھلا

گئی۔کیوں کہ وہاں بے چارے احمق کی بجائے ایک لحیم شحیم نیگرو بیٹھا نظر آیا تھا!

اُسے دیکھ کر وہ کھڑا ہوگیا۔ خاکی وردی میں تھا اور دونوں جانب ہولسٹروں میں دو ریوالور لٹک رہے تھے۔

"تت... تم کون ہو؟" لزی ہکلائی۔

"مَیں جوزف ہُوں!" اُس نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"یہاں کیوں آئے ہو؟"

"باس کا حکم!"

"باس... کون باس؟"

"مَیں اُنہیں صرف باس کہتا ہُوں! اپنی گندی زبان سے اُن کا نام نہیں لے سکتا!"

"وہ کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں!"

"کیا میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی یہاں موجود نہیں!"

"نہیں۔!"

وہ فون کی طرف بڑھی اور ہمفرے کے دیئے ہُوئے نمبر ڈائل کرنے لگی لیکن فون میں زندگی کے آثار نہیں تھے۔

"اوہ لائن ڈیڈ ہے!" وہ جوزف کو گھورتی ہُوئی بولی۔

جوزف کچھ نہ بولا۔ لزی نے ریسیور رکھ دیا۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر بولی: "اس نے تمہیں کیوں بُلایا ہے!"

"مَیں نہیں جانتا۔"

"اچھا مَیں کچھ دیر کے لیے باہر جارہی ہُوں وہ آئے تو کہہ دینا!"

"یہ ناممکن ہے۔"

"کیوں۔؟"

"تم باہر نہیں جاسکتیں!"

"کیا مطلب؟"

"مَیں اِس سے زیادہ نہیں جانتا کہ تم باہر نہیں جاسکتیں۔"

"اوہ!" اُس نے کہا اور تھکے تھکے سے انداز سے بیٹھ گئی جوزف بھی اُس کے سامنے ہی بیٹھ گیا! تھوڑی دیر بعد لزی نے کہا۔

"کھانے کے لیے تو باہر جانا ہی پڑے گا۔"

"سب کچھ یہیں موجود ہے۔ باہر نہیں جانا پڑے گا...!" جوزف بولا۔

"تمہارا باس کیا کرتا ہے!"

سُلطان ملک ناصر الدینؒ قرآن شریف لکھ کر فروخت کیا کرتے اور اسی آمدنی پر بمشکل تمام گزارہ کرتے تھے۔ شاہی خزانے سے کبھی ایک پیسہ تک زندگی بھر نہ لیا۔ ایک دفعہ ایک قرآن شریف نہایت اہتمام اور بڑی محنت سے لکھا۔ اُمرائے دربار نے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ آپ نے دکھایا۔ سب نے تعریف کی۔ ایک اہلکار نے کہا "اس لفظ پر فتح یعنی زبر ہونا چاہیئے!" سلطان نے کہا "نہیں! اسی طرح دُرست ہے!" اُس نے اصرار کیا تو آپ نے قلم سرمہ سے اُس پر نشان لگا دیا اور کہا "اس کو دُرست کر لوں گا۔" سب لوگ رخصت ہوگئے اور فقط ایک معتمد باقی رہ گیا۔ سُلطان نے اس نشان کو مٹا دیا۔ معتمد نے کہا "اگر اس نشان کو مٹانا ہی تھا تو اُس وقت نشان لگانے کی کیا ضرورت تھی؟" سلطان نے فرمایا "مجھے پورا یقین تھا کہ وہ اہلکار غلط کہہ رہا ہے اور دوسرا قرآن شریف لاکر میں اُس کی غلطی ثابت کرسکتا تھا لیکن میں نے اس کی شرمندگی اور دل شکنی کو گوارا نہ کرتے ہوئے نشان لگا کر اس کی حوصلہ افزائی کردی۔ اس سے میرا کچھ حرج نہ ہوا مگر وہ شرمندگی سے محفوظ رہا۔"

"میں نہیں جانتا!"

"اوہ... تو اُس نے وقتی طور پر تمہاری خدمات حاصل کی ہیں!"

"مَیں کئی سال سے اُن کی ملازمت میں ہُوں۔"

"اِس کے باوجود بھی تمہیں نہیں معلوم کہ وہ کیا کرتا ہے!"

"نہیں۔!"

"تم جھُوٹے ہو!"

"اگر یہ بات کسی مرد نے کہی ہوتی تو مَیں اُس کی گردن توڑ دیتا!"

"مَیں باہر جانا چاہوں تو تم مجھے روک نہ سکو گے۔!" وہ دلآویز انداز میں مُسکرائی۔

"کوشش کر کے دیکھو!"

لزی خاموش ہوگئی۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے نرم لہجے میں پوچھا: "کھانے پینے کا سامان کہاں ہے!"

"کچن میں سب کچھ موجود ہے! ریفریجریٹر چل رہا ہے...!" جوزف نے جواب دیا۔

وہ ڈرائینگ رُوم سے اُٹھ کر کچن میں آئی۔ جوزف کے بیان کے مطابق وہاں سب کچھ موجود تھا۔ وہاں کا جائزہ لے چکنے کے بعد دروازے کی طرف مُڑی تو جوزف کو کھڑا پایا۔

"اوہ...!" وہ مُسکرائی "کالے لوگ مجھے ہمیشہ سے اچھے لگتے ہیں!"

"لگتے ہوں گے!" جوزف نے بے پروائی سے شانوں کو جُنبش دی!

"ذرا کافی کے لیے پانی رکھ دو!" وہ اٹھلائی۔

"یہ میرا کام نہیں ہے۔ باس نے جتنا کہا ہے اتنا ہی کروں گا۔"

"کیا کہا ہے باس نے؟"

"تمہاری نگرانی... تمہیں باہر نہ جانے دوں!"

"اچھی بات ہے! مَیں خود ہی کافی بنالوں گی!" وہ ہنس کر بولی "بالکل اپنے باس ہی کی طرح معلوم ہوتے ہو۔"

جوزف کچھ نہ بولا۔ لزی نے کافی کا پانی ہیٹر پر رکھ دیا اور مُڑ کر جوزف کو نیم وا آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ جوزف تو اُس کے چہرے کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ آخر اُسے بول کر ہی اپنی طرف متوجہ کرنا پڑا۔

"کیا تم کافی پیو گے؟"

"مجھے ضرورت ہوگی تو خود بنا کر پی لُوں گا!" جوزف نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"اگر مَیں پیش کروں تو؟"

"مَیں انکار کر دُوں گا!"

"انسانیت چھُو کر نہیں گزری۔"

اِس ریمارک پر جوزف خاموش ہی رہا۔ اب لزی ریفریجریٹر سے کھانے کے لیے کچھ چیزیں نکال رہی تھی۔ پندرہ بیس منٹ میں اُس نے کھانا بھی کھا لیا اور کافی کی دو پیالیاں بھی ختم کیں جوزف جہاں تھا وہیں بُت بنا کھڑا رہا۔ سچ مچ کسی بُت ہی کی طرح ساکت و ساکن تھا۔

وہ کچن سے نکلی اور مُڑ کر دیکھے بغیر ڈرائینگ رُوم میں آ بیٹھی: جوزف پیچھے پیچھے آیا تھا۔

"آخر یہ کس قسم کی نگرانی ہے؟" وہ جھنجلا کر بولی۔

"تین دن تک اسی طرح مسلسل نگرانی کرُوں گا!" جوزف نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"میرے قبیلے کا یہی رواج ہے!"

"مَیں نہیں سمجھی!"

"باس میری شادی تم سے کرنا چاہتے ہیں!" جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیا...؟" لزی بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔

جوزف اپنی رَو میں بولتا رہا "بعض اوقات مجھے باس کی زبردستیاں پسند نہیں آتیں! لیکن مجبوری ہے مَیں اُنہیں باپ بھی تو کہتا ہُوں۔ مجھ سے بولے۔ جوزف! تم تو کرسچین ہو اس لیے تمہاری شادی میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔۔ لڑکی کو مذہب بھی تبدیل نہ کرنا پڑے گا۔ میں نے کہا باس مَیں شادی نہیں کرُوں گا۔ انہوں نے اُداس ہو کر کہا پھر اُس لڑکی کا کیا ہوگا۔ مَیں مسلمان ہُوں اس لیے کسی کرسچین لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا! اور اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ اس سے مذہب تبدیل کرنے کو کہُوں! لہٰذا تم کرلو شادی: سو اب مَیں تمہاری نگرانی کر رہا ہُوں میرے قبیلے کا یہی رواج ہے مرد اپنی منگیتر کی دن رات بہتر گھنٹے نگرانی کرتا ہے پھر شادی ہو جاتی ہے۔"

"مَیں نہیں سمجھ سکتی کہ اِس بکواس کا کیا مطلب ہے۔" وہ اُلجھ کر بولی۔

"میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا!" جوزف نے بُرا سا مُنہ بنایا. چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "کیا تم نے کبھی اُن کے سامنے بھی کہہ دیا تھا کہ تمہیں کالے آدمی پسند ہیں!"

"جہنم میں گیا وہ بھی اور تم بھی۔ مجھے جانے دو۔ ورنہ ہنگامہ برپا کر دوں گی۔"

"کالی آندھی آجائے تب بھی تمہیں نہیں جانے دُوں گا۔ بالما کا حکم...!"

"میں چیخنا شروع کر دوں گی۔"

••

عمران نے ایڈلفی کے رُوم نمبر گیارہ کے دروازے پر دستک دی۔ وہ ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔ دروازہ کھلتے ہی عمران کی زبان سے نکلا۔ "گیارہ نومبر!"

"براہِ کرم اندر آجایئے!" دروازہ کھولنے والے نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔ وہ عمران کی پھُولی ہوئی ناک اور گھنی مونچھوں والے میک اپ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

عمران کمرے میں داخل ہو کر بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ دروازہ کھولنے والا صورتِ سوال بنا کھڑا تھا۔

"آج تم نے یوکاوا کو کس کے سپُرد کر دیا تھا۔" دفعتاً عمران نے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"بیٹھ جاؤ۔" عمران نے دُوسری کرسی کی طرف اشارہ کیا وہ اُسے پہلے ہی کی طرح گھُورتا ہوا بیٹھ گیا! عمران اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر ناتوینگ! کیا تمہیں یقین ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو اُس میں غلطی کا امکان نہیں۔!"

"کیسی غلطی! کیا بات ہے۔ صاف صاف کہو۔"

عمران نے اپنے بریف کیس سے ایک لفافہ نکالا اور اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس نے بڑی بے صبری سے لفافہ لے کر اُسے چاک کیا تھا اور اب کئی تصویریں اُس کے کانپتے ہُوئے ہاتھوں میں تھیں۔

"یہ... یہ... کک... کیا!" وہ عمران کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

"کیا یہ یوکاوا نہیں ہے!" عمران نے سوال کیا۔

"ہاں... ہاں... وہی ہے... لیکن!"

"تم دونوں سکس تھرٹین کے چوراہے پر کس کا انتظار کر رہے تھے!"

"تت... تم کون ہو؟"

"تمہارا بھی یہی حشر ہو سکتا ہے!"

اُس نے یوکاوا کی لاش کی تصویریں میز پر ڈال دیں اور مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملنے لگا۔

"تم یوکاوا کو وہیں چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے!" عمران نے سوال کیا۔

"تم بتاؤ۔ تم کون ہو؟"

"میں یہاں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ اُٹھو اور میرے ساتھ چلو۔"

"نہیں!" وہ ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "میں نہیں جاؤں گا۔"

"کیا...؟" عمران کا لہجہ قہر آلود تھا۔

دفعتاً ینگ نے اپنے ہپ پاکٹ سے ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا

"بتاؤ تم کون ہو؟" اُس نے ریوالور کا رُخ عمران کی طرف کرتے ہُوئے کہا۔

"بہت اچھے!" عمران مضحکہ اُڑانے والے انداز میں ہنسا

"بتاؤ... ورنہ فائر کر دُوں گا!"

"تم سب یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہُوئے ہو!" عمران بے پروائی سے بولا۔ "کیوشو والی۔ ایم۔ او۔ کا ایک ایک آدمی اس طرح مار لیا جائے گا!"

"میں تم سے پُوچھ رہا ہُوں۔ تم کون ہو؟"

"اچھا آؤ... میرے قریب آؤ!" عمران اپنا بریف کیس کھولتا ہُوا بولا۔

اُس نے اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکالا۔ جس سے ایک ائرفون بھی اٹیچ تھا۔ ائرفون اُسے دیتے ہُوئے بولا۔ "لو سُنو! شاید تمہیں یقین آسکے!"

ینگ نے ائرفون عمران سے لے کر کان میں لگا لیا۔ عمران ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن کر کے اُسے بغور دیکھتا رہا۔ پہلے اُس کے ہاتھ سے پستول گرا تھا۔ پھر آنکھیں پھیل گئی تھیں اور پھر وہ لڑکھڑاتا ہُوا دیوار سے جا ٹکا تھا۔ ائرفون اُس کے کان سے نکل کر زمین پر گر گیا۔ عمران اس کو اسی حال میں چھوڑ کر ٹیپ ریکارڈر کو احتیاط سے بریف کیس میں رکھنے لگا تھا۔

پھر وہ اُس کی طرف بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "چلو نانی اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔"

پستول جہاں گرا تھا وہیں پڑا رہا اور وہ کمرے سے باہر آگئے۔ ینگ کا ہاتھ اب بھی عمران کے ہاتھ میں تھا۔۔ اور وہ کسی سحر زدہ کی طرح اُس کے ساتھ چلا جا رہا تھا!

••

رات کے گیارہ بج گئے اور لزی ڈرائینگ رُوم ہی میں بیٹھی جوزف سے جھگڑتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُن کے اپنے خاندانی جھگڑے بھی آج ہی طے ہو جائیں گے۔ جوزف کہہ رہا تھا۔ "مجھے موڈرن ازم کی ہوا بھی نہیں لگی! میں تو اپنی بیوی کو جانوروں کے باڑے میں باندھ سکتا ہُوں۔"

"شٹ اپ!" لزی چیخی۔

"شادی ہو جانے دو۔ پھر دیکھوں گا یہ گز بھر کی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے گی۔"

"تم بکواس بند نہیں کرو گے!"

"میرے قبیلے کی عورتیں شوہروں کو دیوتا سمجھتی ہیں۔"

لزی نے دونوں ہاتھوں سے کان بند کر لیے۔ اِتنے میں کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی...

لزی کو وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے جوزف اُٹھ گیا لزی وہیں بیٹھی رہی۔ غصّے سے کانپ رہی تھی۔ اور پھر جیسے ہی عمران کی شکل دکھائی دی۔ بھُوکی شیرنی کی طرح جھپٹ پڑی لیکن جوزف بڑی پھُرتی سے ان کے درمیان آتا ہُوا بولا۔

"باس۔ یہ حال ہے اس کا۔ کیا میرے ساتھ نباہ کر سکے گی؟"

"سب ٹھیک ہو جائے گا! تم فکر نہ کرو۔"

"کیا ٹھیک ہو جائے گا۔" لزی حلق پھاڑ کر چیخی۔

"یہی کہ شادی کے بعد تم دونوں کے صحیح حالات شروع ہو جائیں گے۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا!"

"خفا ہونے کی بات نہیں، میں ہی کر لیتا لیکن مذہبی اختلاف کی وجہ سے مناسب نہیں سمجھتا۔ جوزف کرسچین ہے۔"

"تم کون ہوتے ہو فیصلہ کرنے والے!"

"فرض ہے میرا جب کہ اس طرح سر آپڑی ہو۔"

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہُوں۔"

"شادی سے پہلے یہ ناممکن ہے!"

"جانے دو باس!" جوزف گڑگڑایا۔ "میں شادی کر کے کیا کروں گا۔ معاف کر دو۔"

"گردن توڑ دوں گا اگر تو نے بکواس کی!"

"میں تو کہہ رہا تھا۔ خواہ مخواہ کیا فائدہ!"

"بکواس بند کرو۔ تمہیں اس یتیم لڑکی کا ہاتھ پکڑنا ہی ہوگا۔"

"اچھا باس!" جوزف مُردہ سی آواز میں بولا۔

"اب میں پاگلوں کی طرح چیخنا شروع کر دوں گی۔"

"باس مجھے پاگل عورتوں سے خوف معلوم ہوتا ہے اور یہ مجھے صحیح الدماغ نہیں لگتی! مجھ پر رحم کرو باس!"

"تم خاموش رہو... سب ٹھیک ہو جائے گا!"

"باس پھر سوچ لو۔"

"اگر تو میرا کہنا نہیں مانے گا تو بحرِ ظلمات کی خونخوار کانی مچھلی تیری خوش بختی کو نِگل لے گی!"

"نہیں باس...!"

"اور بحرِ مُردار سے اُٹھنے والی متعفّن آندھی...!"

"بس۔ بس۔ خُدا کے لیے باس رحم!" جوزف نے اپنے دونوں کان بند کر لیے اور چیخ کر بولا۔ "میں شادی کر لُوں گا.. مجھے کوسنے نہ دو!"

اِتنے میں لزی دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ عمران نے اُس کا بازو پکڑ لیا۔

"چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔ میں لمحہ بھر کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتی!"

"تم میری ٹرائی ہو!" عمران بوکھلائے ہُوئے لہجے میں بولا۔

"شٹ اپ۔"

"جانے دو۔" جوزف گھگھیایا۔

"تو خاموش رہ، ورنہ ہڈیاں توڑ دُوں گا۔"

"میں پولیس کو اطلاع دے دُوں گی!"

"کس بات کی؟"

"حبسِ بے جا کا الزام لگاؤں گی۔"

"سوال یہ ہے کہ پولیس تک پہنچو گی کس طرح!"

"تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بالکل بے سہارا ہُوں۔" وہ آنکھیں نکال کر بولی!

"تم اپنے حمائتیوں کو بھی اپنے حال سے آگاہ نہ کر سکو گی کیوں کہ فون کی لائن پہلے ہی کاٹ دی گئی ہے!"

"اُنہیں معلوم ہے کہ میں کہاں ہُوں!"

"جب تک وہ پہنچیں گے تمہاری شادی جوزف سے ہو چکی ہوگی۔ ابھی ایک پادری یہاں آئے گا... اور...!"

اتنے میں گھنٹی بجی اور عمران نے جملہ نامکمل چھوڑ کر جوزف سے کہا۔ "دیکھو شاید پادری صاحب آگئے ہیں"

"اے آسمان والے مجھ پر رحم کر!" جوزف کراہتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔

"یک بیک تم بدل کیوں گئے؟" لزی کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

"میں صرف تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں!"

"مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بعض اوقات آدمی اپنی ضروریات سے بھی لاعلم رہتا ہے"

"آخر چاہتے کیا ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ جوزف کی زندگی میں بہار آجائے۔"

"یہ ناممکن ہے! زبردستی کروگے تو خودکشی کرلوں گی!"

"دیکھو مس ٹرانی بات نہ بڑھاؤ ورنہ میں تمہیں خودکشی کر لینے دوں گا۔"

جوزف کمرے میں داخل ہو کر بولا۔ "پتہ نہیں کس نے گھنٹی بجائی تھی!"

"کوئی غلطی سے آگیا ہوگا۔ تم اپنی مخصوص دعائیں پڑھنا شروع کردو!"

"گگ... کیوں باس؟"

"برکت کے لیے... پادری ضرور آئے گا۔ میں نے اُسے تاکید کردی تھی!"

"کیا چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں ہے باس!"

"ہے تو... بشرطیکہ یہ عورت سچ بولنا شروع کردے۔"

"کیا مطلب؟" دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" عمران نے لزی سے کہا۔ اُس کے لہجے کا کھلنڈراپن غائب ہوچکا تھا۔ لزی خاموشی سے بیٹھ گئی۔

عمران نے کوٹ کی اندرونی جیب سے لوکاوا کی لاش کی تصویر نکالی اور لزی کی طرف بڑھا دی۔

"یہ... یہ...!" لزی ہکلائی تھی!

"لوکاوا کی لاش کی تصویر ہے!"

"تت... تو پھر... تو پھر!"

"تم اس کے قاتل کو جانتی ہو!"

"یہ جھوٹ ہے!" تصویر [illegible] دفعتاً پھوٹ پڑی۔

"کھیل ختم ہوچکا ہے مس ٹرانی... [illegible] نے بھی کہا تھا کہ تمہیں اس کے ساتھ نہ دیکھا جانا چاہیے!"

"کیا؟" لزی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھ جاؤ! میں ایک پیشہ ور بلیک میلر ہوں۔ تمہیں اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی!"

لزی پر بدحواسی کا دورہ پڑ چکا تھا!

"جوزف اسے بٹھا دو۔" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

جوزف اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ خود ہی بیٹھ گئی۔

"سب سے پہلے میں لوکاوا کی کہانی سنوں گا۔" عمران بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتی!"

"مس ٹرانی میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

"یقین کرو۔ میں کچھ نہیں جانتی!"

"لوکاوا پر تمہیں کس نے مسلط کیا تھا!"

لزی کا چہرہ زرد تھا اور سارے جسم پر کپکپی سی طاری تھی کچھ دیر بعد اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اگر تمہیں کچھ معلوم ہو جائے تو تم کیا کروگے؟"

"غیرملکی مجرموں سے خراج وصول کرنا ہی میرا پیشہ ہے"

"مجھے اس کے ساتھیوں کی تعداد معلوم کرنی تھی! پتہ لگانا تھا کہ وہ کہاں کہاں مقیم ہیں!"

"تو پھر؟"

"مجھے آج تک نہ معلوم ہوسکا۔"

"مونڈے کیسا آدمی ہے؟"

"پتہ نہیں۔ میں نے اُسے آج تک نہیں دیکھا!"

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں۔ میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا۔ ہمفرے اس کا معتمد ہے! اسی کے ذریعے سارے کام چلتے ہیں! وہی مجھے اس کے نوٹس لاکر دیتا تھا اور میں انہیں ٹائپ کرکے فائل بناتی تھی۔"

"اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو تم کہاں جاؤگی!"

"مم... میں... پتہ نہیں کہاں جاؤں گی۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ کیا یہ سچ مچ لوکاوا کی لاش کی تصویر ہے!"

"مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو مس [illegible]" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"مم... میں جھوٹ نہیں کہہ رہی!"

"تم اتنی [illegible] نہیں ہو! اس وقت تمہارے چہرے پر پریشانی [illegible] نہیں تھے جب تم لوکاوا کے قتل کے متعلق [illegible] اشتہار [illegible] تھیں۔"

"[illegible] بہاں نہ تھے تم کیا جاو"

سامنا ہے اُس سے بھی میں واقف ہوں!

"اب مزید گفتگو اسی صورت میں ہوسکے گی جب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے۔" پنگ نے کڑے تیوروں کے ساتھ کہا۔

"میں وہی ہوں جس پر لوکاوا نے لزی کو مسلط کیا تھا!" عمران بولا۔

"اوہ!"

"اب تم بتاؤ کہ اس فلیٹ میں کون تھا؟"

"لیکن محض اتنا کافی نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور اُن معاملات میں کیوں دلچسپی لے رہے ہو!"

"ناتوپنگ تم یہاں اس لیے نہیں لائے گئے کہ گفتگو کے لیے شرائط پیش کرو!"

"میری زبان نہیں کھل سکتی۔"

"تم نے ایڈنبی سے باہر قدم نکالنے سے بھی انکار کر دیا تھا!" عمران کا لہجہ طنزیہ تھا۔

ناتوپنگ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔ پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ اُس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے۔

"میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی ذہنی یا جسمانی اذیت میں مبتلا کروں۔" عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا...!" پنگ نے بالآخر سوال کیا۔ "میری جماعت کو کون سا خطرہ لاحق ہے۔"

"اس ملک کی سیکرٹ سروس جس کے اقتصادی غلبے سے تم اپنے ملک کو نجات دلانا چاہتے ہو!"

"یہاں اُس کا کیا سوال؟"

"دوست پنگ!" عمران اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "تم لوگوں کے بارے میں کسی کا یہ قول سچ ہی معلوم ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر تم سب بالکل ڈفر ہوتے ہو... شاید اسی لیے وہ ایک ایک کرکے مار رہے ہیں!"

"کیا مطلب!"

"لوکاوا مار ڈالا گیا... اب تمہاری باری ہے!"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں!"

"کیا لوکاوا تمہارا لیڈر تھا؟"

"ہاں... ہم میں وہی سینئر تھا!"

"پھر وہ کس کے احکامات کی تعمیل کرتا تھا؟"

"اپنے سینئر کے احکامات کی!"

"[illegible] کون ہے؟"

"لوکاوا نے اس کے بارے میں مجھے نہیں بتایا۔"

"کیا اُس سینئر کی طرف سے کبھی تمہیں بھی احکامات ملے ہیں؟"

"کبھی کبھی!"

"میں پھر اپنا سوال دہراؤں گا کہ سکس تھرٹین کے چوراہے پر تم دونوں کیوں ملے تھے؟"

"لوکاوا نے مجھے وہاں طلب کیا تھا۔"

"کس لیے؟"

"اُسے احکامات ملے تھے لیکن مجھے ان کی نوعیت کا علم نہیں! ویسے کچھ ہی دیر قبل مجھے بھی حکم ملا تھا کہ اگر لوکاوا کے ساتھ سکس تھرٹین کے چوراہے پر جانا ہو تو ایک مخصوص وقت پر ہاتھوں سے کراس بناؤں تب سامنے والی عمارت کے کسی فلیٹ سے "مقدس عہد" کی نشانی ظاہر ہوگی!"

"یعنی گیارہ نومبر؟"

"ہاں۔ تم پارٹی کے متعلق سب کچھ جانتے ہو۔ بہرحال نشانی ظاہر ہوجانے کے بعد مجھے لوکاوا کو وہیں چھوڑ دینا تھا سو میں اُسے وہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا!"

"تمہیں یقین ہے کہ صرف تم دونوں ہی کو احکامات ملتے تھے... تمہارے کسی اور ساتھی کو نہیں!"

"ہاں مجھے یقین ہے!"

"کیا لوکاوا کا سینئر کوئی سفید فام آدمی بھی ہوسکتا ہے؟"

"ہرگز نہیں!" پنگ بے ساختہ بولا۔

"کیوں؟"

"پارٹی کسی سفید فام پر اعتماد نہیں کرسکتی!"

"تو پھر لزی کو ساتھ رکھنے کا کیا مقصد تھا؟"

"سینئر کی طرف سے لوکاوا کو ہدایت ملی تھی کہ وہ اُس لڑکی سے دوستی کرے!"

"مقصد؟"

"لوکاوا نے مجھے نہیں بتایا!"

"وہ لڑکی جو زینوں سے گر کر مرگئی اُس کی نگرانی کیوں ہورہی تھی!"

"اس کا علم بھی لوکاوا ہی کو تھا!"

"اب اور کون زیر نگرانی ہے؟"

"آج سے دس دن بعد خود لزی زیر نگرانی آجائے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"میں تفصیل سے واقف نہیں ہوں" لوکاوا نے [illegible] کیا

"غیر ضروری سوالات سے گریز کرو اور میری باتوں کا جواب دو۔" اتنے میں پھر کسی نے اطلاعی گھنٹی بجائی اور عمران لزی کو گھورتا ہوا اُٹھ گیا۔ پھر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا جوزف سے بولا۔
"اسے کڑی نگرانی میں رکھو۔ میں تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گا۔۔!"

••

برآمدے میں صفدر نظر آیا۔
"کیا اس سے پہلے بھی تم نے ہی گھنٹی بجائی تھی؟" عمران نے اس سے پوچھا۔
"جی ہاں۔ لیکن مجھے شبہ ہوا تھا جیسے کوئی میرے تعاقب میں ہو۔ لہٰذا فوری طور پر یہی مناسب سمجھا کہ اس شبے کی تصدیق کر لوں۔"
"تو پھر؟"
"وہم تھا۔!"
"آئندہ محتاط رہنا۔۔ یہاں جوزف ہے تمہارے چلے جانے کے بعد ہی اُس نے دروازہ کھولا ہوگا۔ ورنہ تم اس طرح نظر آجاتے تو بے دریغ فائر کر دیتا!"
"اب وہ گفتگو کرنے کے قابل ہو گیا ہے۔" صفدر بولا۔
"چلو۔ پہلے اُسے ہی دیکھیں۔" عمران نے کہا اور مڑ کر دروازہ باہر سے مقفل کر دیا۔
دونوں کمپاؤنڈ سے نکل کر سڑک پر آگئے!
"آخر وہ اعصابی اختلال میں کیسے مبتلا ہو گیا تھا؟"
"ایک ایسا گیت ٹیپ کر رکھا ہے میں نے جو آدمی کو عالمِ بالا کی سیر کرا دیتا ہے کبھی تمہیں بھی سناؤں گا۔!"
وہ پیدل ہی چل پڑے تھے شاید قریب ہی کہیں جانا تھا اسی لائن کی ایک عمارت کے کمپاؤنڈ میں مڑتے ہوئے صفدر نے کہا۔ "مجھے دو رپورٹیں دینی پڑ رہی ہیں۔ ایک آپ کو اور ایک چیف کو!"
"فکر نہ کرو!" عمران بولا۔ "کار بہ کثرت تجربات میں اضافہ بھی ہو رہا ہے اس طرح اور۔۔۔!"
اُس نے جملہ پورا کیے بغیر خاموشی اختیار کر لی۔
عمارت میں داخل ہو کر وہ ایک کمرے میں پہنچے جہاں ناتو ینگ ایک کرسی سے بندھا ہوا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ جھلاتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تم لوگ کون ہو اور مجھے کیوں ہراساں کر رہے ہو؟"

عمران اسے خاموشی سے بغور دیکھتا رہا۔ پھر ایک قدم آگے بڑھ کر نرم لہجے میں پوچھا۔ "کیا تم قانونی طور پر یہاں آئے ہو؟"
"یقیناً۔ میرے اس دعوے کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا کاغذات موجود ہیں اور وہ جعلی نہیں ہیں۔ ہمارے سفارت خانے سے تصدیق کی جا سکتی ہے؟"
"یوکاوا سے تمہارا کیا تعلق تھا؟"
"وہ میرا دوست تھا!"
"لیکن حقیقتاً تم اُس کے دشمن تھے!"
"یہ غلط ہے۔"
"اگر یہ غلط ہے تو پھر تم اُسے سکس تھرٹین کے چوراہے پر تنہا کیوں چھوڑ گئے تھے!"
"پھر کیا کرتا؟"
"کیا تم نے ہی اُسے اُس فلیٹ میں بھیجا تھا!"
"میں کیوں بھیجتا!"
"تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ بعض احکامات تم تک براہِ راست بھی پہنچتے رہے ہیں!"
"کیسے احکامات؟" ناتو ینگ چونک پڑا۔
عمران نے اس تبدیلی کو غور سے دیکھا اور لہجہ بدل کر بولا۔ "خیر اسے چھوڑو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارا تعلق انقلابی جماعت "کیو شو ینگ من آرگنائزیشن" سے ہے جو اپنے ملک میں ایک غیر ملکی غلبے کے خلاف انقلاب لانا چاہتی ہے!"
"تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے!" ناتو ینگ ایک دم بھڑک اُٹھا۔
"میں یہاں تمہاری حکومت کی رضامندی سے بحیثیت ٹیکسٹائل انجینئر خدمات انجام دے رہا ہوں اور مجھے یہاں بھجوانے کی ذمے دار میرے ملک کی حکومت ہے۔"
"تو تمہیں یوکاوا کی موت سے صدمہ نہیں پہنچا؟"
"میں یقین ہی نہیں کر سکتا۔"
"کیا تم نے لاش کی تصویر نہیں دیکھی تھی؟"
"میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔"
"یقین نہ کرنے کی وجہ؟"
ینگ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے اور آنکھیں کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔
عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تمہاری جماعت کو جس خطرے کا

تھا کہ دس دن بعد لزی کی بھی اسی طرح نگرانی شروع کر دی جائے گی جیسے روزی کی ہوتی رہی تھی!"
"اور اس نگرانی کے دوران میں اُسے گرایا جائے گا۔"
"ہاں!"
"کیوں؟"
"اس کے بارے میں یوکاوا کو بھی علم نہیں تھا! وہ خود اس پر متحیر رہتا تھا"
"تم اپنے بقیہ ساتھیوں سے کٹ کر اپڈلفی میں کیوں مقیم تھے؟"
"لزی کی دیکھ بھال کے لیے۔۔۔ لزی وہیں مقیم تھی!"
"اور یوکاوا کہاں رہتا تھا؟"
"کبھی لزی کے ساتھ اور کبھی دوسروں کے ساتھ!"
"اچھا اب تم آرام کرو۔"
"تت۔۔۔ تم آخر۔۔۔ ہو کون؟"
"میں اپنے ملکی قوانین کا وفادار ہوں!" عمران بولا۔ "تم اس کی پروا نہ کرو۔ ایک بات اور بتاؤ۔۔۔ کیا تمہیں احکامات انگریزی زبان میں ملتے ہیں؟"
"نہیں۔ قومی زبان میں!"
"اور لہجہ بھی تمہارا اپنا ہی ہوتا ہے۔"
"یقیناً!"
"لیکن تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ یوکاوا کو اس فلیٹ سے ایک سفید فام آدمی دوسرے علاقے کی ایک عمارت میں لے گیا تھا اور پھر اُسی عمارت میں یوکاوا کی لاش پائی گئی!"
"میرے لیے یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے!"
"تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی!"
"تو کیا میں خود کو قیدی سمجھوں!"
"فی الحال۔۔۔ یوکاوا کا قتل میرے ملک میں ہوا ہے اس لیے"
"میں یقین نہیں کر سکتا۔

••

کچھ دیر بعد عمران اور صفدر پھر سڑک پر نظر آئے۔ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اُس عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں لزی اور جوزف کو چھوڑا تھا!
"اب کیا ارادہ ہے؟" صفدر نے پوچھا۔
"لزی کو نکل جانے کا موقع دے کر اُس کا تعاقب کیا جائے!" عمران بولا۔
"اسکیم کیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ لوگ ان انقلابیوں کے ساتھ لزی کو بھی دھوکا دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کی نگرانی لزی سے کراتے رہے ہیں اور لزی کی نگرانی ان لوگوں سے۔"
"لیکن لڑکیوں کو گرانے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟"
"جو میرے ہاتھوں گری تھی اس کا انجام تو دیکھ ہی چکے! اب اس کا بھی دیکھ لینا۔"
"آخر ہے کیا چکر؟"
"یہی تو دیکھنا ہے۔ ویسے یوکاوا اور اُس کے ساتھیوں کا معاملہ تو صاف ہو گیا! اس کے ساتھ کسی سفید فام آدمی کا پایا جانا اور پھر اس کا قتل اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انتقادی غلبہ والے ملک کی سیکرٹ سروس ان لوگوں کا ستھراؤ کر رہی ہے۔"
"لیکن یہاں ہمارے ملک میں کیوں!"
"جہاں بھی موقع ملے والی پالیسی ہے۔"
"ہاں آپ کسی ڈاکٹر موندرے کا بھی ذکر کر رہے تھے!"
"ہمفرے نے جو ٹیلی فون نمبر لزی کو دیا تھا وہ ڈاکٹر موندرے کا ہے۔"
"یہ کون ہے؟"
"ڈاکٹر موندرے۔۔۔ ایک فرانسیسی ہے۔ بہت عرصے سے یہاں مقیم ہے اور مقامی جڑی بوٹیوں پر ریسرچ کر رہا ہے!"
وہ اس عمارت کے قریب پہنچ کر رک گئے۔
عمران بولا۔ "اب تمہیں لزی پر نظر رکھنی ہے! وہ بھی اپڈلفی ہی میں مقیم تھی۔ تم تو اس کا کمرہ دیکھ ہی چکے ہو۔ میرا خیال ہے کہ وہ یہاں سے نکل کر سیدھی وہیں جائے گی۔ اس کی ٹیلی فون کالیں ٹیپ کرنے کی کوشش کرنا۔"
پھر وہ اسے وہیں چھوڑ کر عمارت کے اندر آیا۔ یہاں جوزف اور لزی چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے انہیں غالباً خبر ہی نہیں تھی کہ کمرے میں ان کے علاوہ اور کوئی بھی موجود ہے!
دفعتاً عمران چیخ کر بولا۔ "میں تم دونوں کو نکال باہر کروں گا سمجھے!" دونوں خاموش ہو کر اُس کی طرف متوجہ ہو گئے!
"شادی سے پہلے غل غپاڑہ مچانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" عمران انہیں گھونسا دکھا کر بولا۔
"میں ہرگز اس سے شادی نہیں کروں گا باس!"
جوزف نے آنکھیں نکالیں۔
"۔۔۔ دھمکیاں دے رہی ہے اگر تمہارا خیال نہ

ہوتا تو گردن مروڑ دیتا۔"

"شادی کے بعد میرا خیال نہ رکھنا!"

لزی پھر اُبل پڑی! ایک سانس میں نہ جانے کیا کیا بک گئی تھی۔ اچانک عمران گرجا۔ "اچھا نکل جاؤ... تم دونوں یہاں سے نکلو۔ میری نظروں سے دُور ہو جاؤ۔"

"بب۔ باس۔" جوزف ہکلایا۔

"چلے جاؤ!" عمران نے اُسے دروازے کی طرف دھکا دیا اور گھونسا تان کر لزی کی طرف جھپٹا۔ غرضیکہ ذرا ہی سی دیر میں دونوں کو نکال باہر کیا۔ لزی بھی ارے ارے کرتی رہ گئی...

تقریباً پندرہ منٹ بعد عمران باہر نکلا تو لزی برآمدے میں دیوار سے لگی کھڑی نظر آئی لیکن جوزف کا کہیں پتہ نہ تھا۔

"تم یہیں ہو ابھی تک۔" عمران غرّایا۔

"اس حال میں کہاں جاؤں!" لزی روہانسی ہو کر بولی۔ "تمہارا تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کیا چاہتے ہو!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا! صاف صاف کہہ رہا تھا کہ تمہیں اس شب تار کے بچے سے شادی کرنی ہے۔"

دماغ تمہارا چل گیا ہے۔ میں اس سے شادی کروں گی؟"

"کیا بُرائی ہے۔ وہ بھی تو کرسچین ہے آخر!"

"خاموش رہو۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں سننا چاہتی میں نے ابھی تک کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا۔ مجھے شوق سے بلیک میل کرو۔"

عمران بڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ "اچھی بات ہے اندر آ جاؤ! اب میں تمہیں زندہ رہنے کے گُر سکھاؤں گا!"

"میری زندگی اسی میں ہے کہ تم خاموش رہو!"

وہ دونوں پھر اندر آ گئے!

"کیا آج کل تم کوئی دوا استعمال کر رہی ہو!" عمران نے اُس سے پوچھا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر اس کی طرف مُڑی۔

"میرا خیال ہے کہ تم کوئی ٹانک استعمال کر رہی ہو!"

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

"موندرے کی سیکرٹری اور ٹانک نہ استعمال کرے... بڑی عجیب بات ہوگی۔ بات دراصل یہ ہے کہ جڑی بوٹیوں پر تحقیق کرنے والے کوئی نہ کوئی حیرت انگیز دوا ضرور بناتے ہیں ایسی جو مرتے دم تک جوان رکھ سکے؟"

لزی ہنس پڑی اور بولی۔ "تمہارا اندازہ بالکل درست ہے! ڈاکٹر ایک ایسا عرق بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو آدمی کو حیرت انگیز توانائی بخشتا ہے! صرف تیس دن مسلسل استعمال کرنے سے کایا پلٹ جاتی ہے!"

"اور تم بیس دن سے استعمال کر رہی ہو اور تمہاری کایا پلٹنے میں ابھی دس دن باقی ہیں!"

"تم کیا جانو۔ تمہیں اس کا علم کیوں کر ہوا!" وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ "اس کا علم تو لوکادا کو بھی نہیں تھا!"

"کسی نہ کسی کو تو علم ہوگا ہی!"

"صرف... وہ جانتا ہے... ہمفرے۔!"

"کیا یہ ٹانک تمہیں ڈاکٹر موندرے سے ملا تھا؟"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں نے آج تک موندرے کو نہیں دیکھا۔ ہمفرے اس کا معتمد خاص ہے۔ اسی سے مجھے نوٹس ٹائپ کرنے کے لیے ملتے تھے اور یہ ٹانک بھی اُسی نے دیا تھا۔ کیا تم نے ہمفرے پر بھی ہاتھ ڈال دیا ہے؟"

"ابھی تو نہیں! اس کے لیے مجھے تمہاری موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"آج سے ٹھیک دس دن بعد... وہ تمہیں بھی گرانے کی کوشش شروع کر دیں گے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو!" وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"وہ روزی کی نگرانی کیا کرتے تھے اور اسے گرانا چاہتے تھے! جانتی ہو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے کیا بتایا ہے؟"

"نہیں... میں نہیں جانتی!"

"گرتے ہی اُس کا دل پھٹ گیا تھا اور وہ مر گئی تھی!"

"نہیں.. نہیں۔ میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔ روزی ہم میں سے نہیں تھی! میں نے اُسے موندرے کی کوٹھی میں کبھی نہیں دیکھا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"تم خواہ مخواہ سہما رہے ہو!"

"لاؤ نکالو وہ ٹانک۔"

لزی نے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نیلے رنگ کے شیشے کا ایک ٹیوب نکالا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔ ٹیوب میں کوئی سیال مادّہ تھا اور ٹیوب دو تہائی خالی ہو چکا تھا۔

"اور اب تم باہر چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" عمران نے کہا

"کہاں... پتہ نہیں تم کیا کر رہے ہو! تم نے مجھے باہر نکال دیا تھا۔ اگر میں چلی جاتی تو...!"

"میری اسکیمیں بدلتی رہتی ہیں! جلدی کرو۔"

"کہاں لے چلو گے؟"

"میڈیکل چیک اپ کراؤں گا!"

"تم نے مجھے نروس کر دیا ہے!" لزی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "لیکن وہ مجھے کیوں مار ڈالنا چاہے گا!"

"اگر تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے تو چلتی پھرتی نظر آؤ... میں تو پہلے ہی تمہیں باہر نکال چکا تھا۔ پھر خیال آیا خواہ مخواہ ایک اور زندگی کیوں ضائع ہو۔"

"اچھا چلو... کہاں چلتے ہو!" لزی نے کہا اور تھکے تھکے سے انداز میں ایک کرسی پر ڈھیر ہو گئی۔

دُوسری صبح لزی کی آنکھ ایڈلفی کے اُسی کمرہ نمبر بیاسی میں کھلی تھی جہاں وہ پہلے مقیم تھی۔ وہ متحیر نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اُسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ عمران کے ساتھ میڈیکل چیک اپ کرانے کے لیے روانہ ہوئی تھی اور پھر شاید اُسے گاڑی ہی میں نیند آ گئی تھی۔

اور اب آنکھ کھلی تو یہاں۔ لیکن میڈیکل چیک اپ تو رہ ہی گیا تھا اُسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس کی نوبت آئی ہو پھر وہ یہاں کیسے پہنچی۔

پھر اُسے روزی سے متعلق عمران کی گفتگو یاد آئی۔ تو کیا سچ مچ اُس کا بھی وہی انجام ہونے والا تھا۔ اس خیال سے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اُسے نیلے رنگ کا وہ ٹیوب یاد آیا۔ جو عمران نے اُس سے لیا تھا اور پھر واپس نہیں کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ بے حس و حرکت پڑی رہی۔ پھر اُٹھی اور فون پر سپر وائزر سے رابطہ قائم کر کے ناشتہ طلب کیا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ اُسے کیا کرنا چاہیے! ہمفرے نے اُسے جو نمبر دیے تھے کیا اُن پر اُس سے رابطہ قائم کرے لیکن اس سے کہے گی کیا؟ نہ جانے کیوں اُس کا دل چاہا کہ عمران سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں اُسے کچھ بھی نہ بتائے لیکن اُسے تو ہمفرے نے ہدایت کی تھی کہ عمران کا ساتھ نہ چھوڑے اور اب وہ ایڈلفی میں تھی! یہاں اپنی موجودگی کا باعث [illegible] کرے گی۔

ناشتے کے بعد جب جسم میں کسی قدر توانائی محسوس ہونے لگی تو اُس نے اُٹھ کر لباس تبدیل کیا اور ایڈلفی سے باہر آ گئی! ہمفرے سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ہوٹل کا فون استعمال کرنا مناسب نہ معلوم ہوا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ تھا۔ اُس نے وہاں سے ہمفرے کے دیے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔

"کون ہے۔؟" دُوسری طرف سے آواز آئی۔

"الزبتھ فاؤلر!" لزی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اوہ... کہو... کیا بات ہے؟"

"نکولائی... وہ مجھے اس عمارت میں تنہا چھوڑ کر غائب ہو گیا! میرے لیے ایک تحریر چھوڑ گیا ہے! لکھتا ہے کہ تم پتہ نہیں کیوں میرے پیچھے پڑ گئی ہو! میں یہاں سے جا رہا ہوں... اگر تم اسی عمارت میں مقیم رہیں تو تمہیں گذشتہ چھ ماہ کا کرایہ ادا کرنا پڑے گا۔ جو میں بعض مجبوریوں کی بنا پر ادا نہیں کر سکا۔ میں ایڈلفی میں واپس آ گئی ہوں!"

"کیا وہیں سے گفتگو کر رہی ہو؟"

"نہیں۔ اُس کے قریب والے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے!"

"ٹھیک ہے! اچھا دیکھو ایڈلفی کے گراؤنڈ فلور پر کمرہ نمبر گیارہ میں ایک آدمی نانو پنگ مقیم ہے! وہ میری کال کا جواب نہیں دے رہا کیا وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ معلوم کر کے مجھے مطلع کرو۔"

"میں دیکھ لوں گی؟" لزی نے کہا۔ "ایک غلطی ہو گئی ہے!"

"کیسی غلطی؟"

"اس بھاگ دوڑ میں میرا ٹیوب کہیں گر گیا!"

"اوہ۔ کب؟"

"کل..."

"تو کل تک تم نے وہ ٹانک استعمال کیا تھا؟"

"ہاں... کل استعمال کیا تھا۔"

"اس دوران میں کسی دن ناغہ تو نہیں ہوا؟"

"نہیں۔!"

"پابندی سے ایک ماہ استعمال کرنا چاہیے! کتنے دن ہو چکے ہیں؟"

"کل بیسواں دن تھا۔"

"دس دن اور استعمال کرنا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ میں آج ہی تمہارے لیے مہیا کروں گا!"

"شکریہ نکولائی... اور کچھ!"

"تم گیارہ نومبر کے حوالے سے ناتوپنگ سے مل بھی سکتی ہو اور اب تمہیں یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ اُس کے مزید کتنے ساتھی یہاں مقیم ہیں!"

"اچھی بات ہے۔" لزی نے کہا اور دُوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سُن کر ریسیور رکھ دیا۔ اُس کا چہرہ پسینے میں ڈوبا ہُوا تھا... دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا... ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے ہزاروں زینے طے کر کے یہاں تک پہنچی ہو۔ بوتھ سے باہر نکلی تو ایسا لگا جیسے پیر پُوری قوت سے زمین پر نہ پڑ رہے ہوں۔ "تو حقیقتاً یہ لوگ اسے کسی تجربے کی بھینٹ پر چڑھا رہے تھے۔ کتے!" اُس کے سینے میں نفرت کا لاوا اُبل پڑا...!

شاید وہ احمق سچ ہی کہہ رہا تھا... وہ سوچتی رہی۔ روزی کی نگرانی اسی تجربے کے سلسلے میں کرائی جا رہی تھی۔ لوکاوا کے مارے جانے کا اُسے غم نہیں تھا لیکن روزی تو سفید فام ہی تھی اسی کی طرح یوروپین تھی۔ پتہ نہیں خود اس کا کیا انجام ہو... ہمفرے نے اس ٹانک کی دس خوراکیں آج ہی مہیا کرنے کا وعدہ کیا تھا تاکہ ناغہ نہ ہو... اور وہ بھی ایک دن کُتے کی موت مر جائے!

کسی نہ کسی طرح اپنے کمرے میں پہنچی اور بستر پر گر گئی! سر چکرا رہا تھا۔ ذرا ہی دیر میں دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ تو کیا وہ بھی روزی ہی کی طرح مر جائے گی۔ کیا کچھ لوگ اُس کی نگرانی بھی کر رہے ہوں گے۔ اسے بھی گرا دینے کے درپے ہوں گے۔ اُسے کیا کرنا چاہیے! نہیں وہ اس طرح بے لبسی سے نہیں مر جائے گی!

بستر سے اُٹھ کر فون کے قریب آئی۔ ریسیور اُٹھایا اور آپریٹر سے کہا کہ وہ رُوم نمبر گیارہ سے رابطہ چاہتی ہے!

تھوڑی دیر بعد دُوسری طرف سے کسی قسم کی انسانی آواز آئی۔ پتہ نہیں اُس نے کچھ کہا تھا یا کراہا تھا!

"کیا بات ہے... تم کیا کہہ رہے ہو!"

"کون ہے... اوہ... وہ...!"

"میں لوکاوا کی دوست ہُوں۔ دو دن سے اُس کی تلاش میں ہُوں۔ اُس نے مجھے بتایا تھا کہ تم بھی ایڈلفی ہی میں رہتے ہو... کیا نام ہے تمہارا؟"

کراہ کے ساتھ کہا گیا۔ "ناتوپنگ!"

"ہاں۔ اُس نے یہی نام بتایا تھا... ہوسکتا ہے اُس نے تم سے میرا ابھی ذکر کیا ہو۔ میں الزبتھ فاؤنر ہوں!"

"تم کوئی بھی ہو۔ خدا کے لیے میرے پاس آجاؤ۔ میرا نچلا دھڑ مفلوج ہو چکا ہے! بستر سے اُٹھ نہیں سکتا! اگر فون سرہانے نہ ہوتا تو میں تم سے گفتگو نہ کرسکتا۔ گھنٹی بجتی رہتی!"

"تم... میں آرہی ہُوں!" لزی نے کہہ کر ریسیور رکھ دیا پھر وہ باہر نکلی اور رُوم نمبر گیارہ کی طرف چل پڑی!

ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھُل گیا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی سامنے ہی ایک جاپانی بستر پر چِت پڑا تھا۔ اس کے داخل ہوتے ہی اُس نے گردن گھمائی!

"تم... میں اس پوزیشن میں بھی نہیں ہُوں کہ خود سے کسی کے نمبر ڈائل کرسکوں!" اُس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "ان لوگوں نے پتہ نہیں کس قسم کا انجکشن دیا تھا کہ میری ٹانگیں مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں!"

"کن لوگوں نے...؟" لزی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"کیا تم لوکاوا کی دوست ہو؟"

"ہاں... میں دو دن سے اس کی تلاش میں ہُوں!"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا چکر ہے۔ پرسوں رات میں یہیں اپنے کمرے میں تھا کہ ایک آدمی آیا... اس نے مجھ سے کہا کہ لوکاوا قتل کر دیا گیا ہے! میں نے کہا کہ میں کیسے یقین کر لوں... اُس نے اپنے چرمی بیگ سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکالا اور اُس سے ایئر فون میری طرف بڑھاتا ہُوا بولا۔ "لو سُنو۔ ثبوت مل جائے گا۔ جیسے ہی میں نے ایئر فون کان سے لگایا ایسا زبردست دھماکا سُنائی دیا کہ فوری طور پر میرا اعصابی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا! پھر مجھے یاد نہیں کہ وہ مجھے کس طرح یہاں سے لے گیا تھا۔"

"وہ تمہیں کہاں لے گیا تھا؟"

"اس کا ہوش نہیں... اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ یہاں واپس کیسے آیا۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے مجھے ہوش آیا ہے!"

"وہ آدمی کیسا تھا... جو تمہیں یہاں سے لے گیا تھا؟"

"گھنی مونچھوں اور پھولی ہوئی ناک والا۔"

لزی سوچنے لگی... وہ عمران نہیں ہوسکتا! پھر چونک کر بولی۔ "تم لوکاوا کے قتل کی بات کر رہے تھے!"

"ہاں... وہ لوگ مجھے یہی باور کرانا چاہتے تھے کہ لوکاوا قتل کر دیا گیا!"

"لیکن کس نے قتل کیا...؟"

"مجھے یقین نہیں ہے۔ پتہ نہیں وہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں!"

"مقامی ہی آدمی تھے!"

"ہاں مقامی ہی... لل... لیکن اب میرا کیا ہوگا؟"

"میں سپروائزر سے بات کرتی ہُوں کہ کسی اچھے ڈاکٹر کا انتظام کر دے!"

ناتوپنگ کچھ نہ بولا۔ وہ پھر کراہنے لگا تھا!

لزی اُس کے کمرے سے نکل کر پھر پبلک ٹیلی فون بوتھ کی طرف چل پڑی۔ دوبارہ ہمفرے نکولائی کے نمبر ڈائل کیے اور اُسے ناتوپنگ کے بارے میں اطلاع دی۔

"یہ لوگ کون ہوسکتے ہیں؟" ہمفرے پُوری کہانی سُننے کے بعد بولا۔

"میں کیا بتا سکتی ہُوں!"

"تمہاری دانست میں وہ آدمی تو نہیں ہوسکتا جس کے ساتھ تم ابھی تک رہی تھیں!"

"ارے وہ!" لزی ہنس پڑی! "وہ تو بالکل گاؤدی تھا!"

"خیر یہ بہترین موقع ہے!" دوسری طرف سے آواز آئی "اس وقت تم اُس کے بقیہ ساتھیوں کا پتہ معلوم کرسکتی ہو!"

"کیا وہ بتا دے گا!"

"تم کوشش کرو! ناتوپنگ سمیت گیارہ آدمی ہیں!"

"میں اس سے کہہ کر آئی ہُوں کہ ڈاکٹر کا انتظام کرنے جا رہی ہُوں۔"

"کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ تم کرسکتی ہو!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "ایک گھنٹے بعد پھر رنگ کر لینا!"

لزی نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سُن کر ریسیور رکھ دیا اور بوتھ سے باہر آگئی۔ لیکن اُسے دوبارہ بوتھ ہی کی طرف پلٹ جانا پڑا۔ ذہن میں ایک نئے خدشے نے سر اُبھارا تھا۔ اُس نے جلدی جلدی پھر وہی نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے ہمفرے ہی کی آواز آئی!

"مجھے مشورہ چاہیے!" لزی بولی۔

"اب کیا ہے؟" ہمفرے کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

"ڈاکٹر کو وہ اپنے مفلوج ہو جانے کی وجہ ضرور بتائے گا اور ڈاکٹر پہلی فرصت میں پولیس کو مطلع کر دے گا!"

"جہنم میں جائے تمہیں کیوں فکر ہے!"

"غور طلب بات ہے!" لزی بولی۔ "پولیس اُس سے لوکاوا کی کہانی پُوچھے گی اور وہ مجھے لوکاوا کی دوست کی حیثیت سے پیش کر دے گا... کیا میں اس طرح دشواری میں نہ پڑ جاؤں گی؟"

"ہاں یہ بات تو ہے۔"

"تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے!"

"اچھا تو تم اُسے کسی طرح یہاں لے آؤ!"

"کہاں؟"

"ٹھیک ہے تمہیں اس عمارت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم! ٹھہرو ایک منٹ ہولڈ کرو!"

وہ ریسیور کان سے لگائے کھڑی رہی! ساتھ ہی گھبرائی ہوئی نظریں باہر بھی ڈالتی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ "تم اُسے سکس ایک روڈ لے جاؤ۔ کچھ دیر بعد ایک نیلے رنگ کی وین ایڈلفی پہنچے گی.. سپروائزر سے کہنا۔ وہ اسٹریچر کا انتظام کر دے گا۔"

"اور کچھ؟" لزی نے پوچھا۔

"بس... جاؤ اور انتظار کرو۔ ابھی عمارت میں تمہارا ٹانک بھی مل جائے گا... ایڈلفی سے ناتوپنگ کا حساب صاف کرا دینا!"

لزی ہوٹل پہنچ کر پھر ناتوپنگ کے کمرے میں پہنچی۔ وہ پہلے ہی کی طرح چِت پڑا کراہے جا رہا تھا!

"میں تمہیں یہاں سے لے چلوں گی!" اُس سے کہا۔

"کہاں لے چلو گی؟"

"کسی محفوظ جگہ!... ورنہ اگر ڈاکٹر نے وجہ پوچھ لی تو کیا کرو گے"

"ہاں... مجھے پُوری کہانی دُہرانی پڑے گی... تم بہت سمجھ دار معلوم ہوتی ہو۔ کیا لوکاوا کی بہت اچھی دوست ہو؟"

"ہم دوستی سے بھی آگے بڑھ چکے ہیں۔" وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر لزی نے کہا۔ "میں اسٹریچر کا انتظام کرنے جا رہی ہُوں اور یہاں کا حساب صاف کیے بغیر وہ تمہیں جانے نہ دیں گے!"

"حساب بے باق کر دو۔" ناتوپنگ کراہا۔ "میرے پرس میں کافی رقم موجود ہے۔"

دو گھنٹے کے اندر اندر وہ ہمفرے کی بتائی ہُوئی عمارت میں منتقل ہو گئے۔

ایک غیر ملکی ڈاکٹر نے ناتوپنگ کا معائنہ کیا اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دُوسرا آیا اور اُس نے ایک انجکشن دے کر مکمل آرام کی تاکید کی!

پھر کچھ دیر بعد دُوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی بجی۔ لزی نے کال ریسیو کی تھی! دُوسری طرف سے ہمفرے کی آواز آئی۔ "تم نے اُس کے ساتھیوں کا پتہ لگایا؟"

"ابھی نہیں۔ جلد بازی ٹھیک نہیں۔"

"وقت نہ ضائع کرو۔۔۔ پتہ نہیں کس نے اُسے اِس حال کو پہنچایا؟"

"اگر وہ لوگ ایسے ہی ہیں تو پھر تعاقب بھی ہوتا رہا ہوگا۔"

"یہی معلوم کرنے کے لیے تو تمہیں اس عمارت میں منتقل کیا گیا ہے!"

"تو پھر کیا رہا؟"

"ابھی تک ایسی کوئی رپورٹ نہیں ملی لیکن اب تم اسی عمارت تک محدود رہنا!"

"اور میرا ٹانک؟"

"وہ تمہیں کچھ دیر بعد مل جائے گا!"

اس کے بعد سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر لزی نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ اُس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہُوا تھا اور پیشانی پر شکنیں تھیں۔ پھر وہ ناتو ینگ والے کمرے میں آئی اور وہ دروازے کی طرف اشارہ کر کے نحیف آواز میں بولا۔ "وہ پیکٹ۔۔۔ کسی نے نیچے سے اندر سرکایا تھا۔ وہ!"

لزی کو دروازے کے قریب براؤن رنگ کا ایک لفافہ پڑا نظر آیا۔ وہ آگے بڑھی اور جھک کر اُسے اُٹھا لیا۔ لفافے پر صرف "لزی" تحریر تھا! اُس نے بڑی بے صبری سے لفافہ چاک کیا۔ اُس میں سے کئی پرچے برآمد ہُوئے۔۔۔ ایک خط بھی تھا۔

"لزی۔۔۔!

"تمہاری بے ہوشی کے دوران میں ایک میڈیکل ایکسپرٹ نے تمہارا طبی معائنہ کیا تھا۔ رپورٹ بھیج رہا ہوں۔ اسے غور سے دیکھو۔ اگر زندگی عزیز ہے تو اب اس ٹانک کا ایک قطرہ بھی اپنے جسم میں داخل نہ ہونے دینا۔۔۔ اگر مزید دس دن اور تم اس کا استعمال جاری رکھتیں تو تمہارا بھی وہی حشر ہوتا جو روزی کا ہُوا تھا۔ ڈاکٹر نے کچھ مشورے تحریر کیے ہیں ابھی سے اُن پر عمل شروع کر دو۔ میں بُرا آدمی ضرور ہُوں لیکن اتنا بھی نہیں کہ انسانی زندگی کی میری نظروں میں کوئی وقعت نہ ہو۔ جن کے لیے تم کام کر رہی ہو۔۔۔ وہ بے ضمیر ہیں۔ اُنہیں صرف اپنے کام سے کام ہے۔۔۔ تمہاری زندگی اگر اُن کے کسی تجربے کی بھینٹ چڑھ جائے تو اس کی کامیابی پر انہیں مسرت ہوگی۔ میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔۔۔ اب تم جانو۔ اِن سارے کاغذات کو دیکھ کر نذرِ آتش کر دینا۔۔۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔۔۔!"

لزی اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آئی۔ اور میڈیکل رپورٹ دیکھنے لگی۔ ڈاکٹر نے آخر میں ہدایت کی تھی کہ اُسے زیادہ سے زیادہ مقدار میں پانی پیتے رہنا چاہیے۔ کچھ اور ہدایات تھیں، جنہیں ذہن نشین کر لینے کے بعد اُس نے ان کاغذات کو جلا دیا۔

اب وہ عجیب سا اطمینان محسوس کر رہی تھی۔ ناتو ینگ کے کمرے میں آکر اُس سے پُوچھا کہ اُسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں!

"نہیں شکریہ! مَیں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا" اُس نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"کیا تمہارا اور کوئی دوست یہاں نہیں ہے؟" لزی نے پوچھا لیکن اُس نے فوری طور پر اس سوال کا جواب نہ دیا۔

"تم کیا سوچنے لگے۔ مجھے بتاؤ! میں اُسے تم تک لانے کی کوشش کروں گی!"

"یہاں میرا کوئی دوست نہیں ہے!" ناتو ینگ بولا۔

اور وہ مطمئن ہو گئی! اب وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کی بھی تباہی کا باعث بنے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اُن جاپانیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ چھوڑا جائے گا۔۔۔ ہمفرے اور اُس کے مشن سے وہ اچھی طرح واقف تھی لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ہمفرے خود اُسے بھی کسی تجربے کی بھینٹ چڑھا دے گا لیکن یہ آدمی عمران کہاں سے آکودا! یقیناً کسی اہمیت کا حامل ہے ورنہ یہ سب کچھ کیسے کر گزرتا۔۔۔!

اُسے پھر فون کی گھنٹی سُنائی دی اور وہ اُسی کمرے کی طرف لپکی جہاں فون تھا۔ یہ بھی ہمفرے ہی کی کال تھی! وہ ناتو ینگ کے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے بے چین تھا!

"وہ نہیں بتاتا۔۔۔ کہتا ہے کہ لوکادا کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتا!" لزی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"اچھی بات ہے تو پھر مجھے ہی آنا پڑے گا۔"

"میرا ٹانک؟"

"اوہ۔۔۔ شام تک پہنچ جائے گا اور پوری طرح مطمئن ہو جانے کے بعد میں بھی آؤں گا!"

"اچھی طرح اطمینان کر لینا۔۔۔ میں مطمئن نہیں ہُوں!" ۔ لزی لہجے میں زہریلے انداز میں مُسکرائی!

"تم فکر نہ کرو!" دُوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ اس کے بعد لزی شام تک زیادہ سے زیادہ پانی پیتی رہی۔۔۔!

تقریباً سات بجے ایک لمبی سی سیاہ گاڑی کمپاؤنڈ میں رُکی اس پر سے تین آدمی اُترے! لزی کھڑکی سے دیکھ رہی تھی اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ عجیب سا خوف ذہن پر مسلط ہوتا جا رہا تھا وہ برآمدے میں آئے اور کال بیل کا بٹن دبایا! ۔۔۔۔ لزی غیر ارادی طور پر صدر دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اُس نے دروازہ کھولا۔

ہمفرے ایک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہُوا۔ دُوسرا شاید باہر ہی رہ گیا تھا۔

"وہ کہاں ہے؟" ہمفرے غرّایا۔

"م۔۔۔ میرے ساتھ آؤ!" لزی بولی۔

"تمہیں کیا ہُوا۔ کیا تم خائف ہو؟" وہ اُسے گھورتا ہُوا بولا۔

"نہیں۔ مَیں کیوں خائف ہوتی؟"

وہ اُسے اس کمرے میں لائی جہاں ناتو ینگ لیٹا ہُوا تھا

اب لزی نے ہمفرے کے ساتھی کو دیکھا۔ صُورت اس کے لیے نئی تھی! لیکن وہ آنکھوں سے سخت گیر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ نسلاً سفید فام ہی تھا۔

ناتو ینگ نے اُنہیں دیکھ کر اُٹھنے کی کوشش کی اور چیخ مار کر پھر لیٹ گیا! اُس کا یہ فعل قطعی طور پر اضطراری معلوم ہُوا تھا! لزی خاموش کھڑی تھی! ہونٹ سختی سے بھینچے ہُوئے تھے

"کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟" ہمفرے نے ناتو ینگ سے پوچھا۔

"نہیں۔ تم شاید اسی رحم دل خاتون سے تعلق رکھتے ہو!"

"میں بلاشبہ اسی خاتون کا ساتھی ہُوں لیکن رحم دل ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے!"

"ارے!" ناتو ینگ نے ہنسنے کی ناکام کوشش کی اور بولا۔ "مجھ پر تو تم لوگوں نے بڑا کرم کیا ہے!"

"تمہارے بقیہ نو ساتھی کہاں ہیں؟"

"تم۔۔۔ میرا تو کوئی بھی ساتھی نہیں لوکادا کے علاوہ!"

"تم جھوٹے ہو۔ میری اطلاع کے مطابق پُورے گیارہ عدد میری تلاش میں آئے تھے!"

"تت۔۔۔ تو یہ صحیح ہے کہ۔۔۔ تم نے لوکادا کو مار ڈالا!"

"ہاں یہ صحیح ہے۔۔۔ لیکن صرف تمہیں زندہ رکھا جائے گا اس شرط پر کہ اپنے بقیہ نو ساتھیوں کی نشان دہی کر دو!"

"میرے خدا۔۔۔!" ناتو ینگ کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قوتِ گویائی ہی کھو بیٹھا ہو!

وہ لوگ خاموش کھڑے رہے۔

آہستہ آہستہ ناتو ینگ کی آواز دبتی گئی! اسی دوران میں ہمفرے غرّایا۔

"اب تم بے ہوشی کا ڈھونگ کرو گے لیکن تمہیں زبان کھولنی ہی پڑے گی!"

"مَیں بے ہوشی کا ڈھونگ نہیں کروں گا" ناتو ینگ نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہُوئے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "مرنے کے لیے تیار ہُوں!"

"اِسے دھمکی نہ سمجھنا۔۔۔ لوکادا بھی اسی لیے مارا گیا۔ اُس نے بقیہ لوگوں کا پتہ بتانے سے انکار کر دیا تھا!"

"تو مجھے بھی مار ڈالو۔ گیارہ نومبر کی قسم تم میری زبان سے کچھ بھی نہ سُن سکو گے!"

ہمفرے نے جیب سے ایک بڑا سا چاقو نکالا اور جب اُسے کھولا تو اس کی کڑکڑاہٹ کمرے کی خاموش فضا میں۔۔ گونج کر رہ گئی!

لزی نے بوکھلا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اُسے اپنا دَم گھٹتا سا محسوس ہو رہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین ہل رہی ہو۔ اِس مفلوج آدمی کو ذبح کر دینے کا تصوّر بھی اُس کے لیے اذیت ناک تھا!

"بتاؤ!" ہمفرے کسی خونخوار درندے کی طرح غرّایا اور لزی نے آنکھیں کھول دیں۔۔ ناتو ینگ بے حس و حرکت پڑا ہُوا تھا!

دفعتاً ہمفرے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "اِسے ذبح کر دینے میں میری مدد کرو!"

ٹھیک اُسی وقت تیسرا آدمی اندر داخل ہو کر بولا۔ "مجھے شُبہ ہے کہ آس پاس کچھ آدمی چھپے ہوئے ہیں!"

"جاؤ۔۔۔ دیکھو!" ہمفرے نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ دونوں باہر چلے گئے۔۔۔

پھر ہمفرے لزی کی طرف مڑا۔ کھلا ہوا چاقو اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھا۔

"یہ فون تک تو نہیں پہنچ سکا تھا؟" اُس نے لزی سے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!" وہ تھوک نگل کر بولی۔ "خود سے کروٹ تک تو لے نہیں سکتا اور پھر میں اس وقت سے اب تک اُس کی نگرانی کرتی رہی ہوں!"

"تم بھول رہی ہو!" ناتوپنگ ہنس کر بولا۔ "ایک بار تم آدھے گھنٹے کے لیے یہاں سے چلی گئی تھیں!" اور وہ دونوں ہی تیزی سے اُس کی طرف مڑے!

"ارے!" لزی اُچھل پڑی!

ناتوپنگ کی بجائے اُسے عمران نظر آیا تھا اس بار! اور پھر وہ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"چاقو زمین پر ڈال دو!" اُس نے ریوالور کا رُخ اُن کی طرف کرتے ہوئے کہا... ساتھ ہی وہ دروازے کی طرف بھی بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ دروازے کو بولٹ کر کے وہ پھر ہمفرے سے بولا۔ "تم نے ابھی تک چاقو نہیں چھوڑا!"

ہمفرے نے چاقو زمین پر گرا دیا۔

"لڑکی! چاقو اُٹھا کر میرے پاس لاؤ!" عمران بولا۔

لزی نے چاقو اُٹھایا اور عمران کو تحیّر آمیز نظروں سے گھورتی ہوئی اُس کی طرف بڑھنے لگی اور ٹھیک اُسی وقت ہمفرے لزی کو ڈھال بنا کر عمران پر ٹوٹ پڑا۔ لزی اُن کے نیچے دب کر چیخی تھی! اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پس کر رہ جائے گی! پھر اچانک اُن میں سے کسی کا بازو اس کے دانتوں میں آگیا۔ جیسے وہ جبلّی ہی چلی گئی! اور پھر اُسے اُن کے نیچے سے نکل جانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ بھاگ کر دُور جا کھڑی ہوئی۔!

دونوں گتھے ہوئے تھے! ریوالور ایک جانب پڑا تھا لیکن چاقو کہیں نظر نہ آیا۔ وہ پہلے ہی اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اتنے میں کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔

لیکن لزی جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

دفعتاً ہمفرے بولا۔ "لزی... ریوالور اُٹھا لو۔ بے دریغ فائر کر دو اس پر۔"

لزی چونکی۔ آگے بڑھی... ریوالور اُٹھایا...

"اندر کیا ہو رہا ہے۔ دروازہ کھولو!" باہر سے آواز آئی۔ غالباً یہ ہمفرے کا کوئی ساتھی ہی تھا۔

"لزی دروازہ کھول دو!" ہمفرے ہانپتا ہوا بولا۔

"ضرور سُوّر کے بچے۔ ضرور کھولوں گی دروازہ!" وہ دانت پیس کر بولی۔ "ابھی تم نے مجھے ڈھال بنایا تھا!"

"تم پاگل ہو گئی ہو!" وہ چیخا۔

"نہیں لزی ڈارلنگ۔ تم دروازہ ہرگز نہ کھولنا۔" عمران چڑانے والے انداز میں بولا۔

اتنے میں لزی کو چاقو بھی نظر آگیا۔ وہ انہیں دونوں کے نیچے دُبارہ گیا تھا...!

اُس نے جھپٹ کر اُسے بھی قبضے میں کر لیا!

"شاباش...!" عمران بولا۔ "یہ کام کیا ہے تم نے۔ اب میں اسے پکڑوں گا اور پنجرے میں بند کر کے تیس دن تک وہی ٹانک پلاؤں گا۔"

"ہم دروازہ توڑ دیں گے۔" باہر سے آواز آئی۔

"ضرور توڑ دو!" لزی بھی چیخ کر بولی۔ "دو گولیاں کافی ہوں گی۔ میرے ہاتھ میں ریوالور ہے؟"

"ارے! تم تو جون آف آرک کی طرح بول رہی ہو... شاباش!" عمران نے کہا اور اس بار ہمفرے کو کمر پر لاد کر دے پٹخا۔

اب وہ اُس کے سینے پر سوار اُس کا گلا گھونٹ رہا تھا لیکن ہمفرے نے اُس کے ہاتھ پکڑ لیے!

لزی ہمفرے کی قوت سے بخوبی واقف تھی۔ بیک وقت کئی آدمیوں سے تنہا نپٹنا اُس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ ورزش کے طور پر وہ روزانہ کئی آدمیوں سے زور کرتا تھا۔ اُنہیں کھلی اجازت ہوتی تھی کہ جس طرح چاہیں حملہ کریں لیکن وہ اُنہیں تھکا مارتا...!

لیکن اس وقت وہ پسینے میں شرابور تھا اور بُری طرح ہانپ رہا تھا! اِس کے برخلاف عمران کے چہرے پر کھلنڈری سی مُسکراہٹ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ محض تفریحاً ہمفرے سے لپٹ پڑا ہو!

ہمفرے نے بالآخر اُس کے ہاتھ اپنی گردن سے ہٹا دیے لیکن اُچھال پھینکنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔!

باہر سے دروازے پر ٹھوکریں ماری جا رہی تھیں... لزی اُس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اُس نے تہیّہ کر لیا تھا کہ اگر دروازہ ٹوٹ گیا تو وہ فائرنگ شروع کر دے گی۔

"تم تھک گئے ہو شاید!" عمران نے ہمفرے سے کہا۔

"اچھی بات ہے تھوڑی دیر آرام کر لو۔"

پھر لزی نے دیکھا کہ وہ اُسے چھوڑ کر دُور ہٹ گیا!

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟" وہ بوکھلا کر بولی۔

"سب ٹھیک ہے!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ اور پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگا!

پھر جیسے ہی ہمفرے نے اُٹھ کر لزی کی طرف چھلانگ لگائی۔ عمران نے کوئی چیز اُس کی طرف پھینکی اور وہ دھم سے فرش پر جا رہا۔ غالباً لزی سے چاقو یا ریوالور چھین لینے ہی کے لیے اُس کی طرف جھپٹا تھا۔ ہمفرے نے دوبارہ اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اب یہ ناممکن تھا کیوں کہ اُس کی دونوں ٹانگیں ایک پتلی سی ڈور کے پھندے میں پڑ گئی تھیں جس کا دُوسرا سرا عمران کے ہاتھوں میں تھا!

دروازے پر بدستور ضربیں پڑ رہی تھیں!

پھر لزی نے دیکھا کہ ہمفرے کی جدوجہد اُس کے لیے مزید مصیبتیں لا رہی ہے جب بھی وہ اُٹھنے کی کوشش کرتا... عمران اس ڈور کو ڈھیل دے کر اِس طرح گردش دیتا کہ وہ ہمفرے کے گرد لپٹتی چلی جاتی۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا پورا جسم اس ڈور میں جکڑ کر رہ گیا۔ آخر میں عمران نے اُسے کسی بنڈل کی طرح گھسیٹ کر ایک کنارے ڈال دیا اور لزی سے بولا۔ "اب تم ذرا میرے لیے ایک کپ کافی بنا لاؤ۔ اتنے میں میں ان دونوں کو بھی پیک کیے دیتا ہوں۔"

"لزی کُتیا تو پچھتائے گی!" ہمفرے دھاڑا۔

"بہت طاقت وَر ہو!" عمران لزی کے بولنے سے پہلے بول پڑا۔ "اگر اس ڈور کو توڑ کر دکھاؤ تو تمہارے لیے بھی ایک کپ کافی بنوا دوں گا!"

"شٹ اپ!" ہمفرے پھر دھاڑا۔

"اور تم میرے لیے دس خوراکیں ٹانک کی لائے ہو۔" لزی مضحکہ اُڑانے والے انداز میں ہنسی۔

"کیا سچ مچ تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے؟"

عمران اُنہیں وہیں چھوڑ کر بائیں جانب والے دروازے سے گزرتا چلا گیا۔

"روزی کون تھی نکولائی؟" لزی نے پُرنفرت لہجے میں پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"تم نے یہ تو سوچا ہوتا کہ وہ بھی اپنوں ہی میں سے تھی۔"

"تم بہکائی گئی ہو... میں اچھی طرح سمجھتا ہوں!"

اتنے میں دُوسری طرف سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کچھ لوگ آپس میں ٹکرا گئے ہوں۔ دروازے پر ضربیں پڑنی بند ہو گئی تھیں!

لزی پل بھر کے لیے ادھر متوجہ ہوئی اور پھر ہنس کر بولی۔ "اب وہ ان دونوں کو ٹھیک کر رہا ہے۔ بلا کا آدمی ہے اور ہاں شاید تمہیں نہ معلوم ہو کہ یہ وہی آدمی ہے!"

"کون؟"

"جس پر لیوکا دانے مجھے مسلّط کیا تھا!"

"اوہ...!"

"اور یہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو کہ وہ کس طرح ناتوپنگ سے عمران بن گیا تھا!"

"لزی تم اپنے ملک سے غدّاری کر رہی ہو۔ ہوش میں آؤ۔"

"لعنت ہے تم پر اور تمہارے مُلک پر۔ میں اپنی توہین سمجھتی ہوں درندوں کی اس بستی کی باشندہ کہلانے میں!"

"کُتیا...!" ہمفرے دھاڑا۔

"تھو...!" لزی نے اُس کے مُنہ پر تھوکتے ہوئے ایک ٹھوکر بھی رسید کی اور ہمفرے کی زبان سے گالیوں کا طوفان اُمڈنے لگا۔

"ویل ڈن!" عمران بائیں جانب والے دروازے سے اندر داخل ہوتا ہوا بولا۔ "اب میں تمہاری شادی اس کلوٹے سے ہرگز نہیں کروں گا۔"

پھر آگے بڑھ کر وہ دروازہ کھولا جس پر باہر سے ٹھوکریں پڑتی رہی تھیں! سامنے ہی ہمفرے کے دونوں ساتھی فرش پر لمبے لمبے لیٹے نظر آئے۔ دونوں بے ہوش تھے۔

عمران اُن کی ٹانگیں پکڑ کر اُنہیں بھی اسی طرح کمرے میں گھسیٹ لایا...

ہمفرے فرش پر پڑا اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا... جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو! عمران نے اُس کے بے ہوش ساتھیوں کے ہاتھ پیر بھی جکڑ دیے!

"تم آخر کون ہو! اور کیا چاہتے ہو؟" ہمفرے بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

"میں ڈاکٹر مونڈرے کا اسسٹنٹ ہوں اور تم نے جو کچھ بھی کیا ہے غلط کیا ہے!"

"کیا ڈاکٹر موندرے تمہاری ان حرکتوں سے واقف ہے؟"

"یہ میرے نجی معاملات ہیں۔ اِن کا اور کسی سے کوئی تعلق نہیں!"

"لیکن تم اس طرح یوکادا کے قتل کے الزام سے تو نہ بچ سکو گے! تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی!"

"لزی نے بتایا تھا کہ تم بلیک میلر ہو۔ بتاؤ اس راز کی کیا قیمت مقرر کرتے ہو؟"

"تمہاری اپنی زندگی!" عمران جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکال کر اُسے پھاڑتا ہوا بولا۔ پھر ایک پیس نکال کر لزی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "چیونگم تمہاری سانسوں کو قابو میں لائے گی!"

"بڑی سے بڑی جو رقم چاہو!" ہمفرے لجاجت سے بولا۔

"خاموش پڑے رہو... ہاں لزی کافی!"

"میں ابھی لائی!" لزی نے کہا اور عمران کے قریب آکر اُس کے گالوں کو بڑے پیار سے تھپ تھپاتی ہوئی کمرے سے چلی گئی!

"بڑی سے بڑی رقم تمہیں یہاں بھی مل سکتی ہے اور اگر تم چاہو تو... سوئٹزر لینڈ کے کسی بینک میں تمہارے نام سے جمع بھی کرائی جاسکتی ہے!"

عمران کچھ نہ بولا۔ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور ہمفرے کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو... تھوڑی دیر بعد لزی واپس آگئی۔ اس کے ہاتھوں میں کافی کی دو پیالیاں تھیں ایک اُس نے عمران کی طرف بڑھادی اور دوسری سے خود پیتی رہی...!

"کیا تم نے اس شخص کی اصلی شکل بھی کبھی دیکھی ہے؟" عمران نے ہمفرے کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

"اصلی شکل سے کیا مُراد ہے؟"

"نہ اس کا اصل نام ہمفرے نکولائی ہے اور نہ یہ اس کی اصلی صُورت!"

"دونوں ہی باتیں میرے لیے حیرت انگیز ہیں!" لزی نے کہا...

"آپ مسٹر مکی برنارڈ ہیں۔ اپنے ملک کی سیکرٹ سروس کے اس یونٹ کے سربراہ جو جاپان میں انقلابیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے متعین کیا گیا تھا!"

"بکواس ہے!" ہمفرے حلق کے بل چیخا۔

"جیسے میں نے اپنے چہرے پر ناتوپنگ کا چھلکا چڑھا رکھا تھا اسی طرح اس نے بھی کسی چھلکے ہی کی آڑ لے رکھی ہے کہو تو اُتاروں وہ چھلکا!"

"خبردار میرے قریب نہ آنا!" ہمفرے غرّایا...

لیکن عمران آگے بڑھا اور اُس کے قریب دوزانو بیٹھ کر اُس کی گردن ٹٹولنے لگا اور پھر لزی نے ہیچ پچ ہمفرے کے چہرے سے غلاف سا اُترتے دیکھا سر پر پائے جانے والے سفید بال بھی چھلکے کے ساتھ ہی اُترتے چلے گئے تھے... اور اب ایک بہت ہی توانا اور جوان چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا

"مسٹر مکی برنارڈ...!" عمران گمبھیر آواز میں بولا۔ "مجھے اس سے قطعی سروکار نہیں کہ تم کیا ہو... میں تو اُس قتل کے سلسلے میں تمہیں حراست میں لے رہا ہوں، جو میرے ملک میں تمہارے ہاتھوں ہُوا... یوکادا کا قتل... اور... اوہ میں اس بے چاری روزی کو تو بھول ہی گیا اور یہ لزی جو کچھ دنوں کے بعد گرا کر مار ڈالی جاتی!"

عمران خاموش ہوگیا۔ کمرے کی فضا پر گہرا سکوت طاری تھا۔ دفعتاً... لزی عمران کی طرف بڑھی اور اپنے ہونٹ اُس کی پیشانی پر رکھ کر سسکیاں لینے لگی۔ گرم گرم قطرے اُس کی آنکھوں سے ڈھلکتے رہے...!

دُوسرے دن صفدر اور عمران "ادارہ تحقیقاتِ نفسی" کی عمارت کی طرف جارہے تھے! صفدر کار ڈرائیو کررہا تھا اور عمران اُس کے برابر بیٹھا کہہ رہا تھا: "تین سال گزرے "کیوشو انقلابی جماعت" نے ایک بیرونی اقتصادی غلبے سے نجات پانے کے لیے ایک پروگرام مرتب کیا تھا۔ وہ ایسے تمام مقامی افراد کو ختم کردینا چاہتی تھی، جو اُس غلبے کے حامی تھے لیکن برنارڈ عرصہ سے اُن کی تاک میں تھا۔ اُس نے عین وقت پر اُن سبھوں کو گرفتار کرادیا جو بچ گئے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے دوبارہ جماعت کی تنظیم کی اور اس تاریخ کو اپنے لیے مقدس عہد قرار دیا۔ جب اُن کی جماعت کے بہترین دماغ گرفتار کیے گئے تھے...! وہ تاریخ گیارہ نومبر تھی۔ ساتھ ہی انہوں نے قسم کھائی تھی کہ مکی برنارڈ کو اُس کے یونٹ سمیت نیست ونابود کردیں گے! برنارڈ حقیقتاً اُن سے دہشت زدہ ہی ہوکر وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ وہ اس کی تلاش میں رہے پھر انہیں کسی طرح علم ہُوا کہ وہ یہاں ہے... لہٰذا گیارہ

آدمیوں کی ایک جماعت مختلف طریقوں سے یہاں پہنچی۔ یوکادا اُن کا سربراہ تھا۔ یوکادا اور ناتوپنگ اپنی جماعت کے بڑے لوگوں میں سے تھے! اور مکی برنارڈ انہیں پہچانتا تھا بہرحال وہ یہاں آئے اور مکی برنارڈ کے ہتھکنڈوں کی وجہ سے پھر اُس سے مار کھا گئے! اِن لوگوں کے لیڈروں میں ایک شخص کیتونا بھی تھا! گیارہ نومبر کے بعد سے وہ ایسا لاپتہ ہُوا کہ پھر اُس کا سراغ نہ مل سکا۔ مکی برنارڈ اس سے بھی واقف تھا۔ کیتونا بہت سینئر تھا اور اُس نے پارٹی کے لیے بہت بڑے بڑے کام کیے تھے۔ بہرحال برنارڈ صرف ان دونوں کو دیکھتا ہے اور یقین نہیں کرسکتا کہ صرف یہ دو ہی ہوں گے لہٰذا ایک دن وہ یوکادا کو فون پر اطلاع دیتا ہے کہ وہ ان کا گم شدہ لیڈر کیتونا ہے اور عرصۂ دراز سے مکی برنارڈ کے پیچھے لگا ہُوا ہے... وہ یوکادا سے یہ بھی کہتا ہے کہ وہ اس کے سامنے نہیں آسکے گا۔ وہ اسے بتاتا ہے کہ مکی برنارڈ ہیں ہے لیکن کُھل کر سامنے نہیں آرہا ہے۔ اس کے کچھ لوگ نظر میں ہیں ان کی نگرانی کی جائے۔ پھر وہ اُسے روزی کا پتہ بتاتا ہے اور لزی کے لیے کہتا ہے کہ یوکادا اس سے دوستی کرنے کی کوشش کرے۔ روزی حقیقتاً برنارڈ کی داشتہ تھی۔"

عمران خاموش ہوگیا۔ صفدر کچھ دیر بعد بولا۔ "میں نے آپ سے اس ٹانک کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"بتاتا ہوں... میں دراصل برنارڈ کی سفاکی پر غور کرنے لگا تھا۔ وہ اس کی داشتہ تھی اور اُس نے تجربے کے طور پر زہر اُس پر آزما ڈالا تھا۔ لزی جو اُس کی رفیقِ کار تھی اُسے بھی نہیں چھوڑا تھا۔"

"تو یہ ڈاکٹر موندرے!"

"نہیں موندرے قطعی بے قصور ہے۔ اوّل تو وہ برنارڈ کی اصلیت سے واقف نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ اُس نے وہ محلول کسی دُوسرے مقصد کے تحت تیار کیا تھا! کسی طرح برنارڈ کو علم ہوگیا کہ اُس کا مسلسل استعمال دل کو اتنا کمزور کردیتا ہے کہ معمولی سا شاک بھی اُس کے چیتھڑے اُڑا دے... اُس نے اُس محلول کی خاصی بڑی مقدار ڈاکٹر کی لاعلمی میں چُرائی اور اُسے آدمیوں پر آزمانے لگا۔ ڈاکٹر نے جانوروں پر تجربات کیے تھے! خود برنارڈ نے اعتراف کیا ہے کہ موندرے اس سلسلے میں قصور وار نہیں! بہرحال اس کے متعلق پوری طرح اطمینان کیے بغیر فی الحال اس کے بارے میں اظہار خیال غیر ضروری ہے۔ اسے بھی دیکھیں گے! بہرحال وہ ناتوپنگ سے اور یوکادا سے کام بھی لیتا رہا اور انہیں ختم کردینے کے درپے بھی رہا۔ اُس نے لزی اور روزی کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ برنارڈ کے یُونٹ سے تعلق رکھتی ہیں! برنارڈ اس کھیل کو جلد سے جلد ختم کردینا چاہتا تھا کیوں کہ ایک غیر متعلق آدمی یعنی میں بھی بیچ میں آکُودا تھا۔ خواہ میری حیثیت کچھ رہی ہو لہٰذا وہ یوکادا سے اُس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھتا ہے لیکن یوکادا نے اب خطرے کی بُو سُونگھ لی تھی۔ اُس نے بتانے سے انکار کردیا اور برنارڈ نے اُسے قتل کردینے ہی میں بہتری سمجھی۔ اُس کی دانست میں ناتوپنگ زیادہ ذہین نہیں تھا۔ اِس لیے فی الحال اُسے زندہ رکھ کر اُس کے بقیہ ساتھیوں کا سراغ پانا چاہتا تھا۔ تم نے جس ہوسٹل کے بارے میں بتایا تھا اس میں بڑی تعداد میں جاپانی آباد ہیں۔ ان میں سے بقیہ نو آدمیوں کو نکال لینا آسان کام نہیں تھا۔!"

"کیا لزی مر جائے گی؟"

"اگر وہ ڈاکٹروں کے مشوروں پر عمل کرتی رہی تو اس کا خدشہ نہیں رہے گا۔ ویسے اُس زہر سے دل متاثر ہوچکا ہے وقت لگے گا سدھرنے میں!"

"یوکادا کی لاش کا کیا ہُوا؟ پولیس کو تو اُس عمارت میں نہیں ملی تھی!"

ہمفرے کے دونوں ساتھیوں نے اُس کی نشان دہی بھی کردی ہے! اُسے ایک جگہ دفن کردیا گیا تھا۔ بہرحال وہ برآمد کی جاچکی ہے۔ ابھی خاصی دُشواریاں پیش آئیں گی!"

"کیسی دُشواریاں؟"

"وہ لزی... مسلّط ہوگئی ہے میرے سر پر... اور ظاہر ہے کہ اس دُشواری کا تعلق آپ حضرات کی ذاتِ شریفہ سے ہرگز نہ ہوگا... اور نہ وہ میاں ایکسٹو سلیمان ہی ذمّے داری لیں گے... وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ تمہاری قبر تک میں گھس جاؤں گی... تم نے کیوں جان بچائی میری... کیا آج میں تمہیں زیادہ... بے وقوف لگ رہا ہوں...!"

صفدر نے کنکھیوں سے اُسے دیکھا... وہ ایسا منہ بنائے بیٹھا تھا جیسے ڈاڑھ میں درد ہو رہا ہو...!

ابنِ صفی

لیونارڈ کی واپسی

آپ کے محبوب اور ہر دلعزیز مُصنف
ابنِ صفی کی مقبولِ عام تحریریں
جو کبھی مر نہیں سکتی۔ ابنِ صفی
کی جاسوسی دُنیا کا ایک مکمل ناول

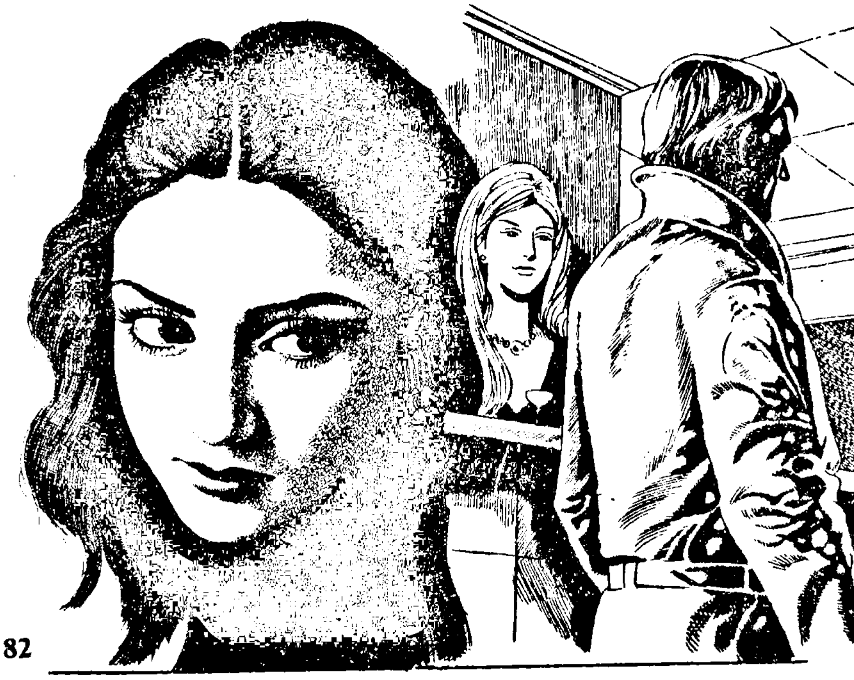

کیپٹن حمید دَم سادھ کر چت لیٹ گیا چھت بالکل سپاٹ تھی۔ اگر وہ اتنی احتیاط سے کام نہ لیتا تو نیچے سے اُس کا دیکھ لیا جانا یقینی تھا۔ رات تاریک ضرور تھی، لیکن مطلع گرد آلود نہیں تھا۔ اس لیے دُور سے بھی دیکھ لیے جانے کے امکانات تھے۔ وہ چند لمحے اسی طرح چُپ چاپ پڑا رہا۔ پھر پیٹ لیٹ کر سینے کے بَل کھسکنے لگا۔ چھت کے کنارے پہنچ کر اُس نے نیچے نظر ڈالی۔ صحن تاریک پڑا تھا۔ لیکن پھر بھی فرش دِکھائی دے رہا تھا۔ چھت صحن کے فرش سے دس فیٹ سے زیادہ اُونچی نہیں تھی۔ بہرحال اُسے فرش تک پہنچنے میں کوئی دُشواری نہیں پیش آئی اور پھر اُس کے قدم ایک کمرے کی طرف اُٹھنے لگے جس کی کھڑکیوں کے شیشوں سے گہری نیلی روشنی نظر آ رہی تھی۔ حمید ایک پَل کے لیے کمرے کے سامنے رُک کر کچھ سوچتا رہا پھر دروازے پر ہاتھ رکھا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اُس نے بہ آہستگی دروازہ کھولا اور بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ گہری نیلی روشنی میں اس کا چہرہ بڑا بھیانک لگ رہا تھا۔ گھنی سیاہ داڑھی اور داڑھی پر کسی مکان کے سائبان کی طرح جھکی ہُوئی مونچھیں۔ لباس بھی امریکی وضع کے اوباشوں کا سا تھا۔ اُس نے چاروں طرف دیکھ کر ایک طویل سانس لی۔ سامنے مسہری پر ایک نوجوان لڑکی سو رہی تھی۔ حمید پھر دروازے کی طرف بڑھا اور چٹخنی چڑھا دی۔ پھر جیب سے ریوالور نکال کر داہنے ہاتھ میں لیا اور بائیں ہاتھ سے لڑکی کو جھنجوڑ کر جگانے لگا۔ وہ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھی۔ ساتھ ہی حمید کی مصنوعی مونچھوں سے جا لگی اور ریوالور کا رُخ لڑکی کی طرف ہو گیا۔ لڑکی کی آنکھیں پھٹی ہُوئی تھیں اور چہرے پر کچھ ایسے آثار نظر آنے لگے تھے جیسے وہ کسی لاش کا چہرہ ہو۔

"یہ ریوالور بے آواز ہے۔ اس لیے شور و غل پسند نہیں کرتا۔"

حمید آہستہ سے بولا۔

لڑکی کی حالت میں کوئی تغیر نہیں ہُوا۔

"تمہیں اس مکان میں کس نے ٹھہرایا ہے؟" حمید نے پوچھا۔ اس کے لہجے سے سفاکی مترشح ہو رہی تھی۔

اچانک لڑکی سنبھل کر بیٹھ گئی اور اب اس کی پلکیں بھی جھپکنے لگی تھیں۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" لڑکی نے دلیر بننے کی کوشش کی۔

"میرے سوال کا جواب دو؟"

"اور اگر میں نہ دُوں تو؟"

"تب میں ریوالور جیب میں ڈال کر اُس وقت تک تمہارا گلا گھونٹتا رہوں گا جب تک کہ تم میرے سوال کا جواب دینے پر آمادہ نہ ہو۔"

"تم صرف اسی لیے یہاں آئے ہو؟" لڑکی نے بے پروائی سے پوچھا۔

"ہاں۔ وقت ضائع نہ کرو۔"

"لیکن تم کیوں یہ جاننا چاہتے ہو؟"

"مَیں صرف اِس لیے معلوم کرنا چاہتا ہُوں کہ وہ کون جیالا ہے؟ جس نے یہ مکان کرائے پر حاصل کیا ہے۔ یہ مکان کبھی آباد نہیں رہتا۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی!"

"مطلب یہ کہ ہم نہیں چاہتے کہ یہ مکان کبھی آباد رہے۔"

"میں سمجھی۔" لڑکی کے ہونٹوں پر خفیف سی مُسکراہٹ نمودار ہُوئی۔

"کیا سمجھیں؟"

"یہی کہ یہ مکان کسی غیر قانونی حرکت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔"

"لڑکی! بکواس بند کرو! مَیں جو کچھ پُوچھ رہا ہُوں۔ اس کا جواب دو۔"

لڑکی چند لمحے خاموشی سے اُسے گھُورتی رہی پھر بولی۔

"محکمۂ سُراغ رسانی کے آفیسر کیپٹن حمید کو جانتے ہو؟"

"کیوں؟" وہ چونک پڑا۔

"اِسی نے میرے لیے یہ مکان کرائے پر حاصل کیا ہے۔"

"تم جھُوٹی ہو۔"

"مَیں بالکل صحیح کہہ رہی ہُوں۔ اب تم چُپ چاپ یہاں سے کھِسک جاؤ۔ اُن لوگوں کو تم اچھی طرح جانتے ہو گے!"

"شٹ اپ! تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتیں۔ مَیں نے اِس سلسلے میں کسی مسٹر اسلم کا نام سُنا ہے۔ مجھے بتاؤ۔ وہ اسلم کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟"

"اسلم... ہاں... مکان اِسی نام سے حاصل کیا گیا ہے لیکن وہ کیپٹن حمید ہے اور غالباً تم اچھی طرح جانتے ہو گے کہ وہ کرنل فریدی کی کوٹھی میں رہتا ہے۔"

"مَیں اچھی طرح جانتا ہُوں۔" حمید نے ایک طویل سانس لی اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ دُوسرے ہی لمحے میں وہ اپنے چہرے سے مصنوعی داڑھی الگ کر رہا تھا۔

اور پھر لڑکی کی ظاہری حالت میں ایک زبردست تغیر واقع ہُوا۔ اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اُڑنے

گئی تھیں۔

"اب بتاؤ" حمید اُسے گھورتا ہُوا بولا۔ "کرنل فریدی پر کس نے گولی چلائی تھی؟"

لڑکی کچھ نہ بولی۔

حمید کہتا رہا۔ "تم نے مجھے پہلے یہ نہیں بتایا تھا کہ اسلم ہی کیپٹن حمید ہے اور اب... اب تو تمہاری گردن پوری طرح میری گرفت میں آگئی ہے۔ تم ابھی اور اسی وقت مجھے بتاؤ گی کہ فریدی پر کس نے گولی چلائی تھی؟"

"مَیں نہیں جانتی۔"

"بکواس۔! تمہیں بتانا پڑے گا۔ جب تم اسلم کو کیپٹن حمید کی حیثیت سے جان سکتی ہو تو تمہیں اس کا بھی علم ہوگا؟"

"مَیں نہیں جانتی۔ آپ کا جو دل چاہے کیجیے۔"

"میرا دل" حمید اتنا کہہ کر خاموش ہوگیا۔

لڑکی اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ" حمید نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مجھے اس معاملے سے دلچسپی نہیں۔ میں تو کسی طرح تم پر اپنی گرفت مضبوط کرنا چاہتا ہُوں۔"

"کیوں؟"

"مجھے تم سے..." حمید نے جملہ پُورا کرنے سے پہلے ہی شرما کر سر جُھکا لیا۔

لڑکی کچھ نہ بولی۔ حمید اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

"مجھے تم سے... کیا؟" لڑکی تھوڑی دیر بعد استفہامیہ انداز میں بولی۔

"نہیں بتاتا" حمید دانتوں میں اُنگلی دبا کر ہنسنے لگا۔

"میں سمجھتی ہُوں" لڑکی مُسکرائی۔ "تم نہ کہو! مگر میرے دل" اس نے بھی جملہ نہیں پُورا کیا۔

"ہائے تمہارے دل میں بھی... تب تو مَیں بڑا اُلو کا پٹھا ہُوں۔"

لڑکی اُسے سوالیہ انداز میں دیکھتی رہی۔

"مجھے افسوس ہے کہ مَیں نے خوامخواہ تمہیں پریشان کیا۔" حمید بولا۔

"مَیں جانتی ہُوں کہ تم کیپٹن حمید ہو۔ مَیں نے اس واقعے سے پہلے بھی تمہیں اکثر چھُپ چھُپ کر دیکھا ہے۔ مگر تم بہت بڑے آدمی ہو۔"

"مگر سوال تو یہ ہے کہ تم نے مجھے ٹوکا کیوں نہیں؟ تم نے کہا کیوں نہیں کہ تم اسلم نہیں بلکہ حمید ہو۔"

"اگر مَیں یہ کہہ دیتی کہ تم مجھ سے دُور ہوجاتے۔ مَیں تو چاہتی تھی کہ تم مجھ پر شُبہ کرتے رہو۔ اسی صُورت میں تم مجھ سے قریب رہ سکتے تھے۔ مَیں تمہیں بہت دِنوں سے جانتی ہُوں۔"

"تو کرنل فریدی پر حملہ میرے لیے ایک خوشگوار واقعہ ثابت ہُوا... ہا... ہا... مَیں خوش ہوں۔"

"یہ نہ کہو" لڑکی بولی۔ "مجھے بڑی پریشانیاں اُٹھانی پڑی ہیں۔ میرے فلیٹ سے کسی نے تمہارے چیف پر گولی چلائی تھی۔ مَیں خود کہتی ہُوں کہ گولی میرے فلیٹ سے چلائی گئی تھی۔ مجھے اس کا بھی اعتراف ہے کہ غسل خانے میں ایک خالی کارتُوس ملا تھا لیکن مَیں نہیں جانتی کہ وہ کہاں سے آیا تھا؟ اس سے پہلے مَیں نے کبھی کارتوس کی شکل تک نہیں دیکھی تھی۔ اسی بنا پر کہہ سکتی ہُوں کہ گولی میرے فلیٹ ہی سے چلائی گئی تھی لیکن مَیں مُجرم کے وجود سے ناواقف ہُوں۔ بہت دِنوں تک پولیس پریشان کرتی رہی پھر تم ہمدرد بن کر آئے اور مجھے اس فلیٹ سے اس مکان میں منتقل کر دیا۔"

"اور اب تم ہمیشہ سے یہیں رہوگی۔"

"مگر پولیس تو اب بھی میری تلاش میں ہوگی۔"

"ہُوا کرے! جب تک میرے دَم میں دَم ہے۔ تمہارا کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔"

"نہیں مَیں اسے درست نہیں سمجھتی۔"

"کیوں؟"

"اس طرح میرے خلاف شُبہات اور زیادہ مستحکم ہوجائیں گے اور پھر اس رُوپوشی کی بناء پر میرا نقصان بھی ہورہا ہے۔ میری ملازمت تو گئی ہی سمجھو۔"

"تم شاید ٹیلیفون ایکس چینج میں تھیں؟"

"ہاں۔"

"فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"لیکن اس وقت تم اس ہیئت میں کیوں آئے تھے؟"

"محض یہ معلوم کرنے کے لیے کہ تم میری شخصیت سے حقیقتاً واقف ہو یا نہیں؟"

"مَیں سمجھی۔ اگر مَیں تمہاری شخصیت سے واقف ہُوں تو اس کا یہ مطلب ہُوا کہ مَیں مُجرم سے ملی ہُوئی ہُوں۔"

"بالکل یہی خیال تھا میرا۔ مگر اب حقیقت مجھ پر واضح ہوگئی اور مَیں شرمندہ ہُوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر میری پوزیشن پولیس کی نظر میں کیا ہوگی؟"

"مَیں اس کیس کا انچارج ہُوں۔" حمید سینے پر ہاتھ مار کر

بولا۔ "کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں نے تمہیں معذور قرار دیا ہوگا۔ ہرگز نہیں اور کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تمہاری ملازمت ختم ہوگئی ہوگی! ہرگز نہیں۔ مَیں نے تمہارے لیے ایک ماہ کی رخصت میڈیکل گراؤنڈ پر حاصل کرلی ہے۔"

"سچ!" لڑکی پُرمسرت لہجے میں چیخی۔

"کیا تمہیں یقین نہیں آیا!" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یقین تو ہے۔ مگر آخر تم نے میرے لیے اتنی دردِسری کیوں مول لی؟"

"یہ نہ پوچھو۔ ورنہ مَیں پھر اپنا وہی پہلا سوال دُہراؤں گا۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔

حمید بھی کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "اچھا اب تم آرام کرو۔ اب تم قطعی آزاد ہو لیکن واضح رہے کہ تم پچھلے ایک ہفتے سے بیمار ہو اور مزید تین ہفتے بیمار رہنے کے بعد اپنے کام پر جاؤ گی۔ وہ فلیٹ ویسے بھی تمہارے لیے موزوں نہیں تھا۔ اس مکان میں آرام سے رہوگی۔ وغیرہ وغیرہ... اچھا... اب آرام کرو۔"

"اب کب ملو گے؟" لڑکی لگاوٹ کے انداز میں بولی۔

"آہ... میرا دل تو چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے کوٹ کے کالر میں لگاؤں اور تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو۔ مگر خیر۔ کل شام آرلکچنو میں گزاریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔"

تھوڑی دیر بعد حمید پھر سڑک پر تھا لیکن اب وہ چھپتا چھُپاتا ہُوا نہیں چل رہا تھا۔ دُوسری سڑک پر پہنچنے کے لیے اُسے ایک مختصر سی گلی پار کرنی پڑی۔ کیڈی لاک اب بھی وہیں کھڑی تھی جہاں وہ اُسے چھوڑ کر گیا تھا۔

"اب مجھے کسی خیراتی اسپتال میں پہنچا دیجیے۔"

یقیناً اُس نے کسی دُوسرے کو مخاطب کیا تھا لیکن دُوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ حمید نے جُھک کر کیڈی کے اندر دیکھا مگر اُسے اگلی سیٹ پر فریدی نظر نہیں آیا حالانکہ وہ اُسے اسٹیئرنگ کے پیچھے بیٹھا ہُوا چھوڑ گیا تھا۔

اس وقت جو کچھ بھی ہُوا تھا۔ فریدی کے ایماء پر۔ ایک ہفتے قبل جب فریدی ایک تقریب میں شرکت کی غرض سے بارکر اسٹریٹ کی ایک عمارت میں موجود تھا کسی نے اُس پر فائر کیا۔ گولی سامنے والی عمارت کی ایک کھڑکی سے چلائی گئی تھی۔ فریدی بال بال بچا۔ صرف ایک بالشت کے فرق نے اس کی جان بچالی ورنہ گولی کھڑکی کی چوکھٹ کے بجائے اس کی پیشانی پر پڑتی جس فلیٹ سے گولی چلائی گئی تھی، اس میں ایک عیسائی لڑکی مس گلوریا مقیم تھی لیکن اس نے واقعہ سے لاعلمی ظاہر کی۔ ویسے اس نے یہ ضرور بتایا کہ اس نے کچھ دیر قبل فائر کی آواز سُنی تھی۔ فلیٹ کی تلاشی لینے پر غسل خانے میں ایک خالی کارتوس ملا، جو کچھ ہی دیر قبل خالی کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود بھی لڑکی یہی کہتی رہی کہ وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ اس نے فائر کی آواز بھی سُنی تھی اور آواز قریب ہی کی معلوم ہوتی تھی لیکن اُس نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی کیونکہ پڑوس کے بچے اکثر نقلی ریوالوروں سے کھیلتے رہتے تھے۔

پولیس تو اُسے حراست میں لینا چاہتی تھی لیکن فریدی نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ ویسے دِن بھر پولیس اُسے پریشان کرتی رہی۔ پھر شام کو حمید اسلم کے نام سے اُس کے پاس پہنچا۔ اس سے ہمدردی ظاہر کی اور بتایا کہ وہ اسے بہت عرصے سے جانتا ہے اور صحیح معنوں میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ لڑکی جو بظاہر پریشان معلوم ہوتی تھی، بے چُوں وچَرا اس کے ساتھ ایک دوسرے مکان میں منتقل ہوگئی۔ حمید اس کے بعد بھی اسے برابر ملتا رہا۔ مگر کیپٹن حمید کی حیثیت سے نہیں اور آج اس وقت اس نے یہ سب فریدی ہی کے کہنے پر کیا تھا۔ فریدی یہاں تک اس کے ساتھ آیا تھا اور اسکیم کے مطابق اسی سڑک پر اُسے حمید کی واپسی کا منتظر رہنا تھا۔ مگر کیڈی لاک خالی تھی۔ حمید نے جیب سے ٹارچ نکالی لیکن ٹارچ روشن کرتے ہی گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اگلی نشست کی پُشت گاہ میں ایک خنجر دستے تک پیوست تھا۔ سیٹ پر کئی جگہ خون کے چھوٹے چھوٹے دھبے نظر آرہے تھے اور کچھ ایسے نشانات بھی دِکھائی دِیے جن سے صاف ظاہر ہورہا تھا کہ گاڑی کے اندر دو یا دو سے زیادہ آدمیوں میں کشمکش ہوچکی ہے۔

مگر...! حمید اُلجھن میں پڑ گیا۔ دو جھگڑنے والوں میں ایک یقیناً بہت اطمینان سے رُخصت ہُوا تھا ورنہ حمید کو کار کا دروازہ بند نہ ملتا۔

ٹارچ کی روشنی کار کے قُرب وجوار کی زمین پر رینگنے لگی۔ لیکن یہاں حمید کو کسی قسم کے بھی نشانات نہیں مل سکے حتیٰ کہ یہ بھی نہ معلوم ہوسکا کہ باہر نکلنے کے لیے کون سا دروازہ استعمال کیا گیا ہوگا! خون کے دھبے بھی سیٹ کے علاوہ اور کہیں نہیں ملے۔ بڑی عجیب بات تھی۔ آخر فریدی کہاں گیا؟ کیا اس کے نامعلوم دُشمن اسے پکڑ کر لے گئے؟ لیکن خنجر کی موجودگی اس خیال کی تردید کر رہی تھی، جو لوگ قاتلانہ حملہ کر سکتے ہیں، انہیں اس کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے کہ وہ کسی کو پکڑ کر لے جائیں؟ تو پھر اس کا مطلب یہ ہُوا کہ حملہ آور اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہُوئے۔ وہ کافی دیر تک کھڑا اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ سوال یہ تھا کہ وہاں ٹھہرے یا چلا جائے؟

فریدی کے لیے تشویش اپنی جگہ پر لیکن وقت کا تقاضا بھی کوئی چیز ہے اور یہ اگر کار کا دروازہ بند کرنے والا فریدی ہی تھا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ کافی اطمینان کے ساتھ یہاں سے گیا ہے۔ اگر وہ حملہ آوروں کو بھگا دینے کے بعد یہاں سے رخصت ہوا ہے تو حمید کا اس کے انتظار میں یہاں رکنا حماقت ہی تھی اور اگر حملہ آور اُسے پکڑ لے گئے ہیں تو کار کا دروازہ بند کر جانا نفسیاتی نقطۂ نظر سے ناقابلِ یقین ہو جاتا ہے۔ بہرحال حمید نے یہی فیصلہ کیا کہ فریدی محفوظ ہے۔ رہ گیا اس طرح غائب ہو جانا تو یہ فریدی کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وقت پر اُسے جو کچھ بھی سوجھ جاتی کر گزرتا تھا۔ حمید کیڈی میں بیٹھ گیا لیکن پھر خیال آیا کہ وہ غلطی کر رہا ہے۔ کیوں نہ کیڈی کو اُن تمام نشانات سمیت یہیں چھوڑ دے خون کے دھبے تو بہرحال محفوظ تھے کیونکہ وہ پہلے ہی خشک ہو چکے تھے۔ وہ چپ چاپ کیڈی سے اُتر آیا اور اس کا ایک دروازہ کھلا چھوڑ کر پیدل چل پڑا۔ آج کی مہم خوشگوار بھی ثابت ہوئی تھی اور ناخوشگوار بھی۔

گلوریا کے متعلق وہ سوچ رہا تھا کہ حقیقتاً وہ فریدی پر گولی چلانے والے سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رکھتی ہے، ورنہ وہ اسی وقت اُسے ٹوک دیتی جب اُس نے اپنا نام اسلم بتایا تھا اور پھر اس کے بعد بھی وہ اُسے ملتی رہی تھی اور اس دوران اُس نے کبھی یہ نہیں ظاہر ہونے دیا تھا کہ وہ اس کی اصلیت سے واقف ہے۔

حمید کو توقع تھی کہ گھر پر فریدی سے ضرور ملاقات ہو گی، لیکن وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ حمید خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دو بج چکے تھے اور ذہن نیند سے بوجھل ہو رہا تھا پھر اُسے پتا نہیں کہ وہ کب سو گیا اور ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ سوچنے لگا کہ آخر آنکھ کھلی ہی کیوں؟ اُس نے میز پر رکھے ہوئے ٹائم پیس کی طرف دیکھا۔ سوا تین بجے تھے اور پھر اچانک آنکھ کھلنے کی وجہ اس کی سمجھ میں آ گئی۔ کوئی اس کے کمرے کا دروازہ پیٹ رہا تھا۔ حمید جھلا کر اُٹھ بیٹھا لیکن وہ سوچنے لگا کہ یہ فریدی نہیں ہو سکتا کیونکہ فریدی ایسے موقع پر اس کے کمرے میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کے بزر سے کام لیا کرتا تھا۔ نوکروں میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اس بدتمیزی سے اس کے کمرے کا دروازہ پیٹ سکتے۔ اس نے جھنجلائے ہوئے انداز میں دروازہ کھولا۔ کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" حمید چیخ کر بولا "آخر تم یہاں آ کیسے پہنچ گئے؟"

"فریدی صاحب کہاں ہیں؟" جگدیش نے پوچھا۔

"یار تم آدمی ہو یا؟"

"حمید صاحب آپ حالات کی نزاکت سے واقف نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"شرمار روڈ پر دو بجے ایک کانسٹیبل کو فریدی صاحب کی گاڑی ملی ہے جس کی اگلی سیٹ پر ایک خنجر پیوست ہے اور خون کے کئی دھبے۔"

"تم نے اس قسم کا کوئی کانسٹیبل خواب میں دیکھا ہو گا۔ کیڈی گیراج میں ہے اور فریدی صاحب اپنے کمرے میں سو رہے ہوں گے۔"

"نہیں کیڈی گیراج میں نہیں ہے اور فریدی صاحب بھی اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔"

"تب تو بات تشویشناک ہے مگر کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ اپنی ہی گاڑی ہے؟"

"آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں اچھی طرح چھان بین کرنے کے بعد یہاں آیا ہوں۔"

قصہ مختصر یہ کہ حمید خود کو دل ہی دل میں گالیاں دیتا ہوا جگدیش کے ساتھ شرمار روڈ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بات بڑھ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے! بہرحال وہ لوگوں کے سوالات کے جوابات گول مول طریقے پر دیتا رہا۔ صبح تک حالات اور کچھ ہو گئے۔ آواز کے روزنامچے سے معلوم ہوا کہ فریدی چار دن سے شہر ہی میں نہیں ہے۔ حمید کو اس کا قطعی علم نہیں تھا، اور ہوتا بھی کیسے جب کہ فریدی پچھلی رات تک اس کے ساتھ رہا تھا۔ اس نے حمید کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ دفتر کے روزنامچے کے مطابق شہر میں موجود نہیں ہے۔ بہرحال اب وہ سوچ رہا تھا کہ پچھلی رات پولیس والوں سے گفتگو کے دوران اُس نے کوئی ایسی بات کہی تھی یا نہیں جس سے روزنامچے کی تردید ہو سکتی ہے۔ اُسے یاد نہیں آیا کہ اُس نے کوئی ایسی بات کہی ہو۔ وہ خود ہی اُن سے کھل کر گفتگو نہیں کر رہا تھا۔ شام کے اخبارات کے ہاکروں نے سر پر آسمان اُٹھا لیا۔ آج کی سب سے زیادہ سنسنی خیز خبر فریدی کی گمشدگی ہی تھی۔ تقریباً سارے ہی اخبارات نے ایک ہفتہ قبل والے حملے کا بھی حوالہ دیا تھا۔ لیکن حمید نے یہ بات ضرور محسوس کی تھی کہ سارے ہی اخبارات نے اس سلسلے میں قیاس آرائیوں سے گریز کیا تھا۔

*

اُسی شام کو حمید گلوریا کے ساتھ آرلکچنو کے ایک فیملی کیبن میں بیٹھا جھک مار رہا تھا۔ جب بے دلی سے کسی تفریح میں حصہ لیا جائے تو اُسے جھک مارنا ہی کہیں گے۔ بے دلی کی وجہ گلوریا ہی تھی۔ وہ حسین ضرور تھی مگر دورانِ گفتگو میں اکثر اس طرح ہونٹ سکوڑ لیتی تھی جیسے چھینک روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کی یہ عادت حمید کی جمالیاتی حس کے لیے سمِ قاتل ثابت ہوئی تھی۔ عورتوں کے معاملے میں اس کے احساسات لارڈ بائرن کے عجیب ترین احساسات سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ وہ اسے طوعاً و کرہاً برداشت کر رہا تھا۔ فریدی نے اُسے خاص طور پر ہدایت دی تھی کہ گلوریا پر نظر رکھے۔

"تم کیا سوچ رہے ہو؟" گلوریا نے پوچھا۔

"تم نے شام کا کوئی اخبار دیکھا ہے؟"

"میں ہمیشہ صبح کے اخبار دیکھتی ہوں۔"

"پچھلی رات کرنل فریدی کی کار شرمار روڈ پر پائی گئی ہے۔ اگلی نشست کی پُشت گاہ میں ایک خنجر پیوست ملا ہے اور خون کے دھبے۔"

"اوہ... تو پھر کسی نے حملہ کیا لیکن کرنل کہاں ہیں؟"

"کرنل!" حمید طویل سانس لے کر بولا۔ "مجھے توقع ہے کہ آج شام تک اُن کی لاش کسی ندی یا نالے میں مل جائے۔"

"نہیں۔" گلوریا حیرت اور خوف سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"ہاں! اور اب مجھے بھی اپنی زندگی خطرے میں نظر آ رہی ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"اور تم یہاں اتنے اطمینان سے بیٹھے ہو۔" گلوریا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مر جانے میں بھی مجھے زیادہ فائدہ نظر آتا ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔ چلو اُٹھو۔ میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔"

"کیوں؟"

"یہاں تم پر نہایت آسانی سے حملہ ہو سکتا ہے۔"

"فکر نہ کرو! میں ڈرپوک نہیں ہوں۔"

"پھر تمہارے چہرے پر ہوائیاں کیوں اُڑ رہی ہیں۔"

"مکھیاں ہوں گی۔" حمید نے بے پروائی سے کہا۔

"نہیں آج تمہارا رویہ پہلے سے بہت بدلا ہوا ہے۔ کیا تمہیں اب تک یقین نہیں آیا کہ میں حملہ آور سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔"

"بھئی ختم کرو۔ یہ قصہ! مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"پھر کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں میرا موڈ خراب ہے۔ چلو چلیں۔" حمید اُٹھ گیا۔

*

ٹھیک دس بجے حمید سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ ڈی۔ آئی۔ جی کا فون آیا۔ اُس نے اُسے اسی وقت اپنے بنگلے پر طلب کیا تھا۔ افسرانِ بالا کے سامنے تنہا جانے سے وہ ہمیشہ کتراتا رہتا تھا۔ یوں تو ڈی۔ آئی۔ جی سے درجنوں بار مل چکا تھا لیکن فریدی کے ساتھ۔ مگر اب تو اُسے ہر حال میں وہاں پہنچنا تھا۔ اس نے گیراج سے لیری آسٹن نکالی اور دل ہی دل میں سر پیٹتا ہوا ڈی۔ آئی۔ جی کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اسے فریدی کے متعلق ڈی۔ آئی۔ جی کو بتانا ہی نہ پڑے۔ ویسے فریدی کا آرڈر تھا کہ وہ اس کے مشاغل کے متعلق کبھی کسی کو کچھ نہ بتائے، خواہ پوچھنے والا محکمے کا کوئی بڑا آفیسر ہی کیوں نہ ہو۔ وہ سخت اُلجھن میں تھا۔ فریدی نے دفتر کے روزنامچے میں دفتر سے اپنی غیر حاضری تحریر کی تھی جس کا کھلا ہوا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے پچھلے تین دنوں کی کارگزاریوں کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ حمید کی اُلجھن بڑھتی رہی اور اس وقت اور زیادہ بڑھ گئی جب کار ڈی۔ آئی۔ جی کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ ڈی۔ آئی۔ جی تک پہنچنے کے لیے اسے "رسمیات" سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔ ایک آدمی باہر اس کا منتظر تھا۔ اس نے اسے ڈرائنگ روم تک پہنچا دیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی تنہا نہیں تھا۔ محکمے کا سپرنٹنڈنٹ اور دو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بھی موجود تھے۔

"فریدی کا کچھ پتا چلا؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"جی نہیں۔ ابھی تک تو کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔"

"خیر۔ ایک بہت پُرانے کیس کے متعلق گفتگو کرنے کے لیے میں نے تمہیں بُلایا ہے۔"

حمید کی اُلجھن رفع ہو گئی۔ بات فریدی سے کسی پُرانے کیس پر ٹل گئی تھی۔

ڈی۔ آئی۔ جی چند لمحے اُسے دیکھتا رہا پھر بولا "لیونارڈ والے کیس میں تم فریدی کے ساتھ ہی تھے نا؟"

لیونارڈ کا نام سُن کر حمید بے ساختہ چونک پڑا۔

"جی ہاں! میں اس کے ساتھ تھا۔"

"اس کیس سے متعلق کچھ معلومات فراہم کرسکو گے؟"

"معلومات... جی ہاں... مگر"

"بات بہت پرانی ہوگئی؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ اس کا موڈ بہت زیادہ خراب معلوم ہورہا تھا۔

"جی ہاں! اگر ریکارڈ روم سے"

"کیس ہسٹری نکلوالیا جائے تو... میں پھر کیا تم سے خاک پوچھوں گا؟" ڈی آئی جی نے اس کا جملہ پورا کر دیا۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی میز پہ گھونسا مار کر بولا۔ "سب سوتے رہتے ہیں۔ لیونارڈ کا کیس ہسٹری ریکارڈ روم سے غائب ہے۔"

اس اطلاع پر حمید سناٹے میں آگیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی چیختا رہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ پھر اس نے سپرنٹنڈنٹ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "ریکارڈ کیپر کے خلاف کارروائی کی گئی؟"

"جواب... جواب طلب کیا گیا ہے۔"

"جواب طلب کیا گیا ہے۔ اسے اور اس کے عملے کو حراست میں ہونا چاہیے تھا مسٹر!"

سپرنٹنڈنٹ کچھ نہ بولا۔

" ڈی۔ آئی۔ جی پھر حمید کی طرف مڑا اور اس کی روح فنا اور بقاء کے مسئلے پر غور کرنے لگی۔

"تم بتلا سکتے ہو کہ لیونارڈ نے بلیک میلنگ کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا تھا؟"

"جی ہاں عرض کرتا ہوں۔" حمید اپنی پیشانی سے پسینہ خشک کرتا ہوا بولا۔ "ایک اخبار تھا اسٹار جو یورپ میں بلیک میلنگ کے مختلف طریقوں پر ایک مضمون شائع کر رہا تھا۔ اس میں ان خطوط کے نمونے دیے جاتے تھے جو لوگوں سے رقم اینٹھنے کے لیے بلیک میلروں کی طرف سے وقتاً فوقتاً لکھے گئے تھے، لیکن حقیقت یہ تھی کہ ان ہی خطوط کے ذریعے لیونارڈ اپنے شکاروں سے رقمیں وصول کیا کرتا تھا۔ اشارۃً کے لیے وہ مضمون اسی کا ایک آدمی لکھتا تھا۔"

"تم نے آج صبح کا کوئی اخبار دیکھا؟"

"جی ہاں۔"

"لیڈی پر کاش کے متعلق خبر دیکھی تھی۔"

"جی نہیں! مجھے اتنا وقت ہی نہیں ملتا کہ پورا اخبار دیکھ سکوں۔"

"دیکھو۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے میز پر رکھے ہوئے اخبارات کی طرف اشارہ کیا۔

حمید نے اخبار اُٹھا لیا۔ پہلے صفحے کی ایک مختصر سی خبر کے گرد سُرخ پنسل سے بنائے ہوئے حاشیے پر اس کی نظر پہلے ہی پڑی تھی۔

خبر تھی۔ "کل شام لیڈی پر کاش کو ایک عجیب و غریب خط موصول ہوا ہے۔ خط کسی گمنام کی طرف سے ہے اور اس کی اُوٹ پٹانگ عبارت لکھنے والے کے ذہنی فتور کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ خط کا مضمون یہ ہے۔

مائی ڈیئر لیڈی پر کاش۔

دریائے ٹیمز میں اس مقام پر مچھلیاں نہیں پائی جاتیں جہاں جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں۔ اگر کوئی سفید گلاب پیش کرے تو کیمرے کا دھیان ضرور رکھنا چاہیے، اللہ بڑا کارساز ہے۔ ویسے سُنا ہے کہ کارسازی میں ہنری فورڈ بھی اپنا جواب نہیں رکھتا۔ دیانا میں ایک تصویر ڈیڑھ لاکھ میں بکی تھی۔ دریائے ٹیمز کی مچھلیاں تین لاکھ مانگتی ہیں۔"

حمید خبر پڑھ کر ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف دیکھنے لگا۔

"لیکن" ڈی۔ آئی۔ جی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "لیڈی پر کاش کو اس قسم کا کوئی خط نہیں ملا۔ اُس نے آج ہی اس خبر رساں ایجنسی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کیا ہے۔"

"تب تو خبر رساں ایجنسی۔"

"خبر رساں کمپنی کے کارکنوں نے اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے۔ اخبارات کے ایڈیٹر کہتے ہیں کہ انھیں یہ خبر اُسی ایجنسی کے ٹیلی پرنٹرز پر موصول ہوئی ہے۔"

"لیونارڈ... سو فیصد لیونارڈ۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"مجھے بتاؤ کہ فریدی کہاں ہے؟"

"یقین فرمائیے۔ مجھے علم نہیں ہے۔"

"حملے کے متعلق اس نے کیا خیال ظاہر کیا تھا۔"

"کچھ بھی نہیں وہی عام بات۔ شہر کیا پورے ملک کے جرائم پیشہ اُن کے دشمن ہیں۔"

"لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ حملہ لیونارڈ کی طرف سے ہوا تھا۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "فریدی ہی نے پہلی بار اس کے ہتھکڑیاں لگائی تھیں۔ پورے یورپ کی پولیس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ کیا وہ آزاد ہونے کے بعد ایسے آدمی کو چھوڑ دے گا جس کی بدولت اُسے زندگی میں پہلی بار جیل کی

صورت دیکھنی پڑی تھی۔"

"جی ہاں اب میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن فریدی صاحب نے اس دوران ایک بار بھی لیونارڈ کا نام نہیں لیا۔"

"اس دوران سے کیا مراد ہے تمہاری؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ آج سے چار دن قبل کی بات ہے۔" حمید فوراً سنبھل گیا۔

"کیا تم نے بھی اُسے دو تین دن سے نہیں دیکھا!"

"جی نہیں۔"

"لیکن اس کی گاڑی۔"

"گاڑی وہ چار دن قبل اپنے ساتھ لے گئے تھے۔"

"تمہیں یقین ہے کہ تم جھوٹ نہیں بول رہے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ فریدی صاحب بھی آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں کر سکتے۔" حمید نے مکھن کا ڈبا رسید کیا۔

لیکن حمید کے اس جملے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ محکمۂ سراغ رسانی کا ڈپٹی انسپکٹر جنرل اتنا بدھو نہیں ہو سکتا۔

اس نے ایس۔ پی اور ڈی۔ ایس۔ پی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" اُن کے چلے جانے کے بعد وہ پھر حمید کی طرف مڑا۔

"اب بتاؤ۔"

"کل رات ہم دونوں ساتھ ہی شرما روڈ تک گئے تھے۔ مجھے وہاں سے ایک دوسری جگہ جانا تھا۔ پروگرام یہ تھا کہ فریدی صاحب وہیں شرما روڈ پر ٹھہر کر میرا انتظار کریں گے، لیکن واپسی پر میں نے کار کو اسی حالت میں پایا جس کی رپورٹ آپ تک پہنچ چکی ہے۔ مگر نہیں... رپورٹ یہ ہے کہ اس کا ایک دروازہ کھلا ہوا پایا گیا تھا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے چاروں دروازے بند پائے تھے۔"

"اس کی کیا اہمیت ہے؟"

"اس کی اہمیت یہ ہے کہ فریدی صاحب نہ صرف زندہ ہیں بلکہ جہاں بھی گئے ہیں۔ آزادانہ طور پر گئے ہیں، ورنہ حملہ آور کو کیا پڑی تھی کہ وہ کار کا دروازہ بند کر کے جاتا نفسیاتی نقطۂ نظر سے۔"

"بکواس۔ اسے منطقی دلیلیں نہیں کہیں گے۔ لیونارڈ جیسے مجرم جلد باز نہیں ہوتے۔ میرا خیال ہے کہ فریدی اس کی گرفت میں آ گیا ہے۔"

حمید کے ذہن میں اس لغو ترین خیال کے خلاف کئی دلیلیں تھیں لیکن اس نے بات بڑھانا مناسب نہیں سمجھا۔ حکام بالا کی عام ذہنیت یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں سے ذہنی طور پر شکست کھانے کے بعد اور زیادہ جھلا جاتے ہیں۔

"یہ بھی ممکن ہے۔" حمید بولا۔

"لیکن پچھلی رات تم کہاں گئے تھے؟"

حمید جھنجھلا گیا اور اس نے تہیہ کر لیا کہ اب سچ نہیں بولے گا۔

"شرما روڈ کی دوسری طرف البرٹ روڈ پہ لائن آرٹ پریس ہے۔ وہاں مجھے ایک ایسے آدمی کو چیک کرنا تھا، جو ایک بار جعلی نوٹ چھاپنے کے جرم میں سات سال کی قید بھگت چکا ہے۔ آج کل وہ لائن آرٹ پریس میں بحیثیت مشین مین کام کر رہا ہے۔"

"اس آدمی کو کیوں چیک کرنا تھا؟"

"پتا نہیں! فریدی صاحب کبھی مجھے اپنی اسکیموں سے آگاہ نہیں کرتے۔"

"اور یہ بُری عادت کبھی نہ کبھی اسے پچھتاوے پر مجبور کر دے گی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح پیچھا چھڑائے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔ "تم بھی جا سکتے ہو لیکن مجھے لیونارڈ کے پچھلے کیس کے متعلق دوسری معلومات بھی درکار ہیں۔ جتنا بھی تمہیں یاد آسکے کل شام تک لکھ کر میرے پاس پہنچ جاؤ۔"

حمید ذہن پر ناخوشگوار اثرات لے کر ڈی۔ آئی۔ جی کے یہاں سے واپس آیا تھا۔ وہ راستے بھر لیونارڈ کے متعلق سوچتا رہا۔ لیونارڈ یورپ کا بین الاقوامی شہرت رکھنے والا بین الاقوامی بلیک میلر جسے پانچ سال قبل فریدی نے ہتھکڑیاں پہنائی تھیں۔ یہ وہی لیونارڈ تھا جس نے کافی عرصہ تک سپرنٹنڈنٹ جیکسن کی حیثیت میں محکمۂ سراغرسانی پر حکومت کی تھی اور سپرنٹنڈنٹ جیکسن اس کی قید میں سڑتا رہا تھا۔ لیونارڈ نے زندگی میں پہلی بار فریدی کی وجہ سے جیل کی صورت دیکھی تھی۔ وہ قاتل تھا۔ سازشی تھا۔ بلیک میلر تھا، لیکن لندن کی پولیس اس کے خلاف ایک بھی قتل ثابت نہ کر سکی۔ اس پر مقدمہ چلا اور اُسے عمر قید کی سزا ہوگئی۔ لیکن وہ تین سال بعد جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ فریدی نے چند ماہ پیشتر حمید کو اس کے فرار کی خبر سُنائی تھی اور خدشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ لیونارڈ ایک بار پھر مشرق کا رُخ کرے گا اور آج اخبار میں لیڈی

پر کاش کے متعلق خبر دیکھ کر اُسے یقین آگیا کہ پچھلے چند دنوں کی وارداتوں میں لیونارڈ کے علاوہ اور کسی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ آج سے پانچ سال قبل بھی لیونارڈ نے یہاں کے بڑے گھرانوں کی عورتوں کو بلیک میل کرنے کے لیے اسی قسم کے انوکھے طریقے ایجاد کیے تھے۔

پھاٹک کھلا ہوا تھا اور رکھوالی کرنے والے خونخوار السیشن کمپاؤنڈ میں چکر لگا رہے تھے۔ جیسے ہی حمید کی کار اندر داخل ہوئی، چوکیدار پھاٹک بند کر کے شاگرد پیشہ کی طرف چلا گیا۔ حمید کار کو گیراج میں ڈال کر لوٹ ہی رہا تھا کہ پھاٹک پر کوئی کار رُکی اور کسی نے پھاٹک ہلانا شروع کر دیا۔ حمید سوچنے لگا کہ اس وقت کون ہو سکتا ہے؟ بارہ بج چکے تھے۔ پھر وہ پھاٹک کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ سناٹے میں فائر کی آواز گونجی اور ساتھ ہی ایک چیخ سُنائی دی۔ چیخ کسی عورت کی تھی۔ حمید بے تحاشا پھاٹک کی طرف دوڑا تھا لیکن قبل اس کے کہ وہ قریب پہنچتا کار فرّاٹے بھرتی ہوئی اندھیرے میں غائب ہو گئی۔ حمید چوکیدار کو آوازیں دینے لگا۔ پھاٹک کے تالے کی کنجی اُسی کے پاس تھی۔ نہ صرف چوکیدار بلکہ دو نوکر بھی دوڑتے ہوئے پھاٹک کی طرف آئے۔

"پھاٹک کھولو جلدی۔" حمید بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

پھاٹک کے کھلتے ہی اس نے ٹارچ روشن کی۔ پھاٹک سے صرف تین قدم کے فاصلے پر کوئی عورت مُنہ کے بل پڑی ہوئی تھی۔ اس کے جسم پر فاختئی رنگ کا ریشمی اسکرٹ تھا۔ حمید نے جھک کر اسے سیدھا کیا اور اس کے مُنہ سے ایک تحیّر زدہ سی آواز نکل گئی۔ یہ گلوریا تھی۔ تھوڑی دیر بعد گلوریا ڈرائنگ رُوم کے ایک صوفے پر بے ہوش پڑی تھی اور حمید اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا ذہن اس فائر میں اُلجھا ہوا تھا جس کی آواز اُس نے سُنی تھی مگر گلوریا کے جسم پر کہیں بھی کوئی زخم نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی بے ہوشی خوف کا نتیجہ رہی ہو۔ آدھے گھنٹے کے بعد گلوریا کو ہوش آگیا اور وہ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھی۔ پہلے وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھتی رہی پھر کھڑی ہو کر پاگلوں کی طرح اپنے جسم پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"گولی نہیں لگی۔" حمید آہستہ سے بولا۔ وہ اس کی حرکات و سکنات کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آواز سُن کر گلوریا اس طرح اُچھل پڑی جیسے اسے اس کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو۔

"اوہ۔ مائی ڈیئر کیپٹن۔" وہ اُچھل کر اُس پر آرہی اور حمید ایک طرف ہٹ بھی نہ سکا۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ دیوار سے جا ٹکراتی۔

"مجھے بچاؤ۔۔۔ مجھے بچاؤ۔" وہ ایک ایسے ننھے پرندے کی طرح ہانپ رہی تھی، جو کسی باز کے پنجے سے اتفاقاً چھوٹ گیا ہو۔

"کیا بات ہے؟" حمید اسے الگ ہٹاتا ہوا بولا۔

"میں خطرہ محسوس کر رہی ہوں۔ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ میں اب تک تمہیں دھوکا دیتی رہی ہوں۔ مجھے بچاؤ۔ میں سب کچھ بتا دوں گی۔"

"آہم۔" حمید نے ایک طویل سانس لی اور اُٹھ کر اُن گھنٹیوں کے بٹن دبانے لگا، جو نوکروں کے کوارٹروں میں لگی ہوئی تھیں۔

"ٹھہرو۔" وہ گلوریا کی طرف مُڑ کر بولا۔ "میں ابھی سُنتا ہوں۔"

دو منٹ کے اندر ہی اندر سارے نوکر برآمدے میں اکٹھے ہو گئے۔ یہ تعداد میں آٹھ تھے۔

"جاؤ۔ تم لوگ رائفلیں نکال لو اور کمپاؤنڈ میں پھیل جاؤ۔ عقبی پارک کا خاص طور سے خیال رکھنا اور اگر کوئی کمپاؤنڈ میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو بے دریغ گولی مار دینا۔"

نوکروں نے پہلی بار فریدی کی کوٹھی میں اس قسم کا حکم سُنا تھا۔ وہ ایک دُوسرے کی طرف دیکھ کر پلکیں جھپکانے لگے۔

"جاؤ۔ جلدی کرو۔"

"آپ ہمیں کچھ نہیں بتائیں گے۔" فریدی کے مخصوص خادم شریف نے پوچھا۔

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو۔" حمید نے سخت لہجے میں کہا۔ "آٹھ رائفلیں نکال لو۔ جاؤ۔"

وہ سب چلے گئے۔ گلوریا دروازے میں کھڑی گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔ حمید اس کی طرف مُڑا اور وہ پھر ڈرائنگ رُوم میں چلے گئے۔

"ہاں اب بتاؤ؟" حمید بیٹھتا ہوا بولا۔

"کیا خطرہ ہے۔۔۔ تم نے رائفلیں؟"

"چھوڑو۔ یہ ہمارا دن رات کا کھیل ہے۔ بہرحال اب تم جو کچھ بھی کہو گی میں اس پر یقین نہیں کروں گا۔"

"پھر بتانا ہی بے کار ہے۔"

"تمہاری مرضی۔" حمید نے بے پروائی سے کہا۔

"خدا کے لیے بچاؤ۔ میں قطعی نادانستگی میں اس سازش کا شکار ہوئی ہوں۔"

"اگر یہی سچی بات تھی، جو تم اب کہنے جا رہی ہو تو پہلے بتا دینے میں کیا حرج تھا؟"

"اوہ۔ تم سمجھتے نہیں۔ پہلے مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ میں بھی مار ڈالی جاؤں گی۔"

"کیا اس وقت کوئی تمہارا تعاقب کرتا ہوا آیا تھا؟"

"ہاں۔ آرلیچنو سے اُٹھ کر میں سیدھی گھر گئی۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ اس لیے میں پیدل ہی چل پڑی تھی۔ کچھ دُور چلنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے۔ اُف کتنا خطرناک آدمی تھا۔ ابھی تک اس کی شکل میرے ذہن پر مسلّط ہے۔ اس کی آنکھوں میں درندگی تھی۔ وہ سچ مچ آدم خور معلوم ہوتا تھا۔ میں گھر آگئی اور میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ وہ باہر کھڑا دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری رُوح لرز گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ گھر میں گھس آنے کے لیے موقع کا منتظر ہو۔ پھر میں ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر دُوسری طرف کے دروازے سے نکلی اور تقریباً دوڑتی ہوئی ٹیکسیوں کے اڈّے پر پہنچ گئی۔ لیکن جب میں ایک ٹیکسی پر بیٹھ رہی تھی۔ میں نے مُڑ کر دیکھا اور میری جان نکل گئی کیونکہ وہ بھی ایک ٹیکسی کے قریب کھڑا تھا۔ میں جانتی تھی کہ مجھے صرف تمہارے ہی پاس پناہ مل سکتی ہے۔ میں یہاں پہنچی اور پھاٹک کھولنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کسی نے مجھ پر فائر کیا۔ پھر مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد کیا ہُوا؟"

"کیا فائر اسی ٹیکسی سے ہُوا تھا جس پر تم آئی تھیں؟"

"میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ فائر کس طرف سے ہُوا تھا؟"

"بہرحال فائر ہوتے ہی وہ ٹیکسی چل پڑی تھی جس پر تم آئی تھیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ فائر اسی ٹیکسی سے ہُوا ہو؟"

"کیا وہ آدمی اس وقت بھی تمہارے پیچھے تھا جب تم یہاں آرہی تھیں؟"

"میرا خیال تھا کہ کیونکہ ایک دُوسری ٹیکسی تھوڑے ہی فاصلے سے برابر تعاقب کرتی رہی تھی۔"

"تو دُوسری ٹیکسی یہاں تک آئی تھی؟" حمید نے پوچھا۔

"مجھے ہوش نہیں۔ میں یادداشت پر زور دینے کے باوجود بھی یہ نہیں بتا سکتی کہ وہ یہاں تک آئی تھی یا نہیں۔"

"اچھا اب پُرانی کہانی کی طرف لوٹ آؤ۔"

گلوریا چند لمحے حمید کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔ "مگر تم پہلے ہی کہہ چکے ہو کہ تمہیں اس پر یقین نہیں آئے گا۔"

"شروع ہو جاؤ۔ اب زیادہ بے وقوف بننے کی تاب نہیں ہے۔"

"خیر تم یقین کرو یا نہ کرو۔ میں اب کچھ نہیں چھپاؤں گی۔ جس دن میرے فلیٹ کے سامنے والی عمارت میں تقریب تھی۔ ایک فوٹو گرافر میرے پاس آیا اور مجھ سے استدعا کی کہ میں اپنے فلیٹ سے اسے تقریب کی دو ایک تصویریں لینے دُوں۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ ایک مقامی روزنامے کا فوٹو گرافر ہے۔ "ڈیلی آبزرور" کا فوٹو گرافر۔ میرا اس میں کوئی نقصان نہیں تھا۔ میں نے اُسے اجازت دے دی۔ وہ تھوڑی دیر تک جگہ منتخب کرتا رہا اور آخرکار اُس نے اس کام کے لیے غسل خانہ پسند کیا۔ اس کی ایک کھڑکی بالکل اس مقام کے سامنے تھی۔ جہاں مہمانوں کا استقبال کیا جا رہا تھا۔ میں اُسے غسل خانے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ دراصل میں اس دن ایک دلچسپ ناول پڑھ رہی تھی اور اسے ختم کیے بغیر رکھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے فائر کی آواز سُنی تھی لیکن میں نے اُسے کوئی اہمیت نہ دی کیونکہ پڑوس کے بچے اکثر نقلی امریکن پستولوں سے کھیلتے رہتے تھے اور کئی تو اتنے شریر تھے کہ اکثر ہاتھ بڑھا کر میری بالکنی پر فائر کر دیا کرتے تھے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ دھماکا میرے کان کے قریب ہی ہُوا ہو۔ میں یہی سمجھی کہ یہ کسی بچے کی شرارت ہی ہو گی اور پھر میری آنکھیں اس وقت کھُلیں جب پولیس والے فلیٹ میں گھس آئے۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی اور یہ حقیقت ہے کہ مجھے اس وقت تک اس کا علم نہیں ہُوا جب تک غسل خانے سے خالی کارتوس نہیں برآمد ہُوا۔ فوٹو گرافر جا چکا تھا۔ میں نے جلدی میں ایک فیصلہ کیا یہی کہ میں اس سے لاعلمی ہی ظاہر کرتی رہُوں، ورنہ مجھے اس فوٹو گرافر کو پیدا کرنا پڑے گا۔ میں نے پولیس کو بیان دیا کہ میں سو رہی تھی۔ اگر کوئی اس دوران فلیٹ میں گھس آیا ہو تو میں نہیں جانتی کیونکہ میں سونے سے قبل فلیٹ کا دروازہ بند کرنا بھُول گئی تھی۔ پولیس مجھے ہر طریقے سے ہلاتی جھلاتی رہی مگر میں اپنے پچھلے بیان سے ایک اِنچ بھی نہیں ہٹی۔ پھر تم اسلم بن کر آئے۔ میں تمہیں بہت دنوں سے جانتی تھی اور مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ حملہ کرنل فریدی پر ہُوا ہے۔ تم اسلم کے رُوپ میں آئے تو میں سمجھ گئی کہ اب مجھے تختۂ مشق بنایا جائے گا۔ میں نے سوچا کہ اگر تم پر یہ ظاہر کیے دیتی ہُوں کہ تم کیپٹن حمید ہو تو یہ تمہارے شبہات کو تقویت دینے کے لیے کافی ہو گا۔ میں خاموش

رہی لیکن تم نے کل رات اسے دوسرے طریقے سے اُگلوا لیا۔ مَیں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ مَیں تمہیں پہلے سے جانتی ہُوں۔ مَیں تمہیں بہت قریب سے دیکھتی رہی ہُوں۔ تمہاری دوستی کی خواہش مند تھی مگر تم عموماً اُونچے طبقے کی عورتوں میں اُٹھتے بیٹھتے تھے، مَیں ایک غریب لڑکی تھی اس لیے کبھی ہمت نہیں کر سکی، جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکی ۔ جو برتاؤ چاہو کرو۔ مَیں تمہارے ہاتھوں مرنے کے لیے بھی تیار ہُوں۔"

حمید اُسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ جب وہ اپنی داستان ختم کر چکی تو اُس نے کہا۔ "اب مَیں اُس سچی بات کا منتظر ہُوں، جو تم مجھے کل بتاؤ گی۔"

"تمہاری مرضی۔" گلوریا مایوسانہ انداز میں بولی اور اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"اگر مَیں تمہاری داستان پر یقین کر لُوں تو ایک دوسرا سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔"

"وہ کیا؟" گلوریا آنکھیں کھول کر بے دِلی سے بولی۔

"کارتوس۔۔۔ رائفل کا تھا اور رائفل ایسی چیز نہیں جسے کوئی فوٹو گرافر اپنے کیمرے میں چھُپا سکے۔"

"ہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔" گلوریا سر ہلا کر بولی۔ "اس کے پاس ایک کیمرے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ مگر مَیں کہتی ہُوں کہ آخر وہ کارتوس غسل خانے میں کیوں پھینک دیا گیا۔ کیا رائفل سے خالی کارتوس نکالے بغیر وہ وہاں سے نہیں جا سکتا تھا۔"

"اب خود تم نے ہی ایک دُوسرا سوال بھی پیدا کر دیا۔" حمید مُسکرا کر بولا۔

"نہیں تم خود سوچو! آخر اس کا کیا مطلب؟ کیا کوئی آدمی جان بُوجھ کر مجھے پولیس کے چکر میں پھنسانا چاہتا ہے۔"

"کیا تم کسی اہم شخصیت کی مالک ہو؟"

"میری شخصیت کے بارے میں تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔"

"پھر کوئی تمہیں پھنسانا کیوں چاہے گا۔ کیا تمہارے جیل جانے سے کسی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کسی ایسی عورت کا نام لو جو تمہاری رقیب ہو۔"

"مَیں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتی۔۔۔ مگر پھر کارتوس۔۔۔"

"کارتوس۔۔۔ جلدی میں رہ گیا۔ فائر کرنے والا اُسے چھُپا کر ہی فلیٹ میں لایا ہوگا۔ چھُپا کر ہی واپس لے گیا ہوگا۔ چھُپا کر لے جانے کے لیے اُسے نال اور کُندے کو الگ کرنا پڑا ہوگا۔ لہٰذا کارتوس کا گِرنا ضروری ہے۔"

"اوہ۔"

"لیکن یہ تو بتاؤ کہ وہ تمہیں مار ڈالنے پر کیوں تُل گئے ہیں؟"

"مَیں کیا بتا سکتی ہُوں؟"

"تم اُن سے واقف نہیں ہو۔"

"قطعی نہیں۔"

"پھر مار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"اوہ ڈیئر! مَیں نے اس قسم کی بہتیری داستانیں پڑھی ہیں۔ وہ ایسے آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں جو اُن کے ایک آدمی کا صُورت آشنا ہو۔"

"یعنی۔"

"ظاہر ہے کہ مَیں اس فوٹو گرافر کو دوبارہ دیکھتے ہی پہچان لُوں گی۔"

"تم نے ڈیلی آبزرور کے دفتر کے چکر ضرور لگائے ہوں گے؟" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہُوا بولا۔

"قُدرتی بات ہے۔ مَیں اپنی گردن ضرور چھُڑانا چاہتی ہُوں۔"

"لیکن وہ وہاں نہیں ملا۔"

"لیکن کیا؟"

"وہ فوٹو گرافر نہیں ہے۔"

"تو تم نے اسے تلاش کر لیا ہے؟"

"مَیں نے اسے تلاش کر لیا ہے اور شاید اسی لیے۔۔۔ اب وہ مجھے ختم کر دینا چاہتے ہیں۔"

"وہ کون ہے؟"

"مَیں نہیں جانتی۔ لیکن اس کے ٹھکانے سے واقف ہُوں۔ اب اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں ہیں۔"

"بہت چالاک معلوم ہوتی ہو۔" حمید پھر اُسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔

"نہیں اس کی سب سے بڑی پہچان اس کی اُنگلیاں تھیں۔ میں نے ایسی اُنگلیاں کبھی نہیں دیکھیں۔ بیچ کی اُنگلی کے علاوہ اور ساری اُنگلیاں ایک جیسی لمبائی رکھتی ہیں۔ حتیٰ کہ چھوٹی اُنگلیاں بھی قریب قریب پہلی ہی اُنگلیوں کے برابر ہوں گی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔۔۔ وہ۔۔۔ خالی خالی آنکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

لیڈی پرکاش اپنی کوٹھی کے برآمدے میں ٹہل رہی تھی۔ رات کے دو بج چکے تھے، لیکن اس کی آنکھوں میں نیند کا کوسوں

ہا نہیں تھا۔ وہ بار بار پائیں باغ میں پھیلے ہُوئے اندھیرے میں اُنھیں گاڑ دیتی تھی۔ سر پرکاش اس وقت کوٹھی میں موجود نہیں تھے، ورنہ وہ بھی اُسی کے ساتھ ٹہلتے ہُوئے نظر آتے۔ وہ اسے بے حد چاہتے تھے، وجہ یہ تھی کہ وہ اس سے دوگنی عمر کے تھے یا شاید اس سے بھی زیادہ۔ لیڈی پرکاش زیادہ سے زیادہ پچیس سال کی رہی ہوگی لیکن قدرت کی صنّاعی کا ایک بہترین نمونہ۔ وہ مرمر سے تراشا ہُوا ایک سُبک سا مجسمہ معلوم ہوتی تھی۔ اس نے خبر رساں ایجنسی کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ تو دائر کر دیا تھا لیکن نہ جانے کیوں اخبار کی وہی خبر اس کے ذہن میں انتشار برپا کیے ہُوئے تھی۔ وہ برآمدے سے پھر اندر لوٹ گئی۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اُٹھالیا۔

"ہیلو۔"

"کون بول رہا ہے؟"

"لیڈی پرکاش۔"

"آج تم نے اخبار میں خبر دیکھی۔ ذرا سوچنا تو وہ آدمی کتنا چالاک ہے جو تمہارے متعلق اتنی معلومات رکھتا ہے، ایک بار دنیا میں بھی تم اُس سے دوچار ہو چکی ہو۔ وہ ساری معلومات ایسے ہی انوکھے انداز میں کسی اخبار کی زینت بھی بن سکتی ہیں اور تصویریں تو ایسے مواقع پر مُفت تقسیم کی جاتی ہیں۔ اچھا شب بخیر۔" دُوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور لیڈی پرکاش بدحواس ہو کر ایک کرسی میں گر گئی۔

حمید گلوریا کو گھور رہا تھا۔

"اور اگر تمہارے بتائے ہُوئے پتے پر وہ آدمی نہ ملا۔" اس نے کہا۔

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہُوں۔ ظاہر ہے کہ کرنل جیسے آدمیوں پر حملہ کرنے کے لیے گردہ چاہیے۔ مجرم یقیناً انتہائی دلیر اور چالاک ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اسے اس بات کا علم ہو کہ مَیں اس کے ٹھکانے سے واقف ہو گئی ہُوں۔ نہیں مجھے یقین کے ساتھ کہنا چاہیے کہ اسے اس کا علم ہے، ورنہ مجھ پر حملہ کیوں ہوتا؟"

"تم پر حملہ۔" حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "نہیں تم مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں۔ تم نے اس درمیان میں کئی رنگ بدلے ہیں۔ مَیں کس طرح یقین کر لُوں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حملہ بھی کسی سازش کا نتیجہ ہو۔ اس طرح مجرم تمہیں ہم سے قریب رکھنا چاہتے ہوں۔ نہیں! تمہیں میری نجی قید میں رہنا ہوگا۔"

"نجی قید سے کیا مُراد ہے؟"

"یہی کہ جب تک ہم اصل مُجرم کو نہ پکڑ لیں، تم یہیں اسی عمارت میں رہو گی۔"

"اور تم اسے قید کہتے ہو۔" گلوریا مُسکرا کر بولی۔ "تم اگر دھکّے دے کر نکالو تب بھی یہاں سے نہیں جاؤں گی۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے؟ اتنے میں ایک نوکر کمرے میں داخل ہُوا۔ اس کے کاندھے سے رائفل لٹکی ہُوئی تھی۔

"صاحب ہمیں کتنی دیر تک اسی طرح رہنا ہے؟"

"ساری رات۔ بھاگ جاؤ۔" حمید جھلّا کر بولا۔

"مگر کرنل صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں۔"

"کرنل صاحب۔" حمید اُچھل پڑا۔

"جی ہاں۔"

"وہ کہاں ہیں؟"

"اپنے کمرے میں۔"

حمید گلوریا کو ڈرائنگ رُوم میں چھوڑ کر تقریباً دوڑتا ہُوا فریدی کے کمرے تک آیا۔ نوکر کا بیان درست تھا۔ فریدی شب خوابی کے لباس میں تھا اور غالباً سونے کی تیاری کر رہا تھا۔

"کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے؟" فریدی اُسے دیکھ کر بڑبڑایا۔

"ہنگامہ۔" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "شاید وہ کچھ اور بھی کہنے جا رہا تھا لیکن فریدی نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روک دیا۔

"اب وہ کیا کہتی ہے؟"

"آپ اندر کس طرح آئے؟"

"پیروں سے چل کر! تم میری بات کا جواب دو۔" فریدی خشک لہجے میں بولا۔

حمید چند لمحے اُسے گھُورتا رہا پھر گلوریا کی بیان کی ہُوئی داستان دُہرا دی۔ حمید کے خاموش ہو جانے کے بعد بھی فریدی کچھ نہ بولا۔

"اب آپ فرمایئے کہ یہ سب کیا تھا؟ آپ ہمیشہ مجھے تاریکی میں رکھ کر ذلیل کراتے ہیں۔"

"آئندہ اُجالے میں ذلیل کروں گا مطمئن رہو۔" فریدی مُسکرا کر بولا۔

"ڈی۔ آئی۔ جی آپے سے باہر ہے۔ ریکارڈ رُوم سے لیونارڈ کا کیس بیگ غائب ہو گیا ہے۔"

"کیس بیگ۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں کیس بیگ۔ اِسی بنا پر ڈی۔ آئی۔ جی نے لیونارڈ کی واپسی کے متعلق سوچا ہے اور پھر آج کے اخبارات میں لیڈی پرکاش کے متعلق ایک خط شائع ہُوا تھا۔"

"ہاں میں نے دیکھا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ لیونارڈ ہماری سرزمین پر قدم رکھ چکا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مجھ پر وہ حملہ اسی کی طرف سے ہُوا ہو۔"

"میں پچھلی رات کے حملے کے متعلق جاننا چاہوں گا۔"

"پچھلی رات بھی حملہ ہُوا تھا لیکن وار خالی گیا اور حملہ آور میری گرفت میں آنے کے بعد بھی نکل گیا۔"

"لیکن سیٹ پر خون کیسا تھا؟ آپ تو مجھے زخمی بھی نہیں نظر آتے۔"

"مجھے پتا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ حملہ آور ہی زخمی ہو گیا ہو؟ میں نے اُس کی گردن پکڑی تھی۔"

"کیا خیال ہے؟ کیا لیونارڈ بذاتِ خود حملے کر رہا ہے؟"

"نہیں! اس کے آدمی۔ وہ صرف اسکیمیں بناتا ہے۔ اس قسم کے کام خود نہیں کرتا۔"

"تعجب ہے کہ اس نے اتنی جلدی یہاں آدمی بھی مہیا کر لیے۔"

"اس کے آدمی یہاں تھے کب نہیں۔ دُنیا کے گوشے گوشے میں اس کے آدمی ہمیشہ موجود رہے ہیں۔ یہاں آکر اس نے دوبارہ اُنہیں منظم کر لیا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر حمید نے کہا۔ "گلوریا کے بیان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

"یہ بیان درست معلوم ہوتا ہے۔"

"کیوں؟ کس طرح یقین کر لیا آپ نے؟ اِس سے پہلے بھی تو مختلف قسم کے بیانات۔۔۔ مگر کہاں؟ میں نے پچھلی رات کی باتیں تو آپ کو بتائی ہی نہیں۔ وہ اسلم کی حیثیت میں بھی میری اصلیت سے واقف تھی۔"

حمید نے وہ واقعہ بھی دُہرا دیا۔

"ٹھیک ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔ "لیکن یہ بیان جو اس نے اس وقت دیا ہے بالکل درست معلوم ہوتا ہے۔"

"میں یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہُوں۔" حمید نے متفکرانہ انداز اختیار کرتے ہُوئے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ حملہ بھی ایک ڈراما ہو۔"

"ڈراما تو تھا ہی۔"

"پھر بھی آپ۔۔۔!"

"ہاں! لیکن اس ڈرامے میں ولین کا رُول میں ادا کر رہا تھا اور جس وقت تم اُسے پھاٹک سے اُٹھا کر اندر لا رہے تھے میں بھی خاموشی سے اندر چلا آیا تھا۔"

فریدی خاموش ہو کر مسکرانے لگا۔ "یہ حال ہے تمہارا۔ اگر حقیقتاً حملہ آور میرے علاوہ کوئی اور ہوتا تو تمہارے یہ انتظامات رکھے رہ جاتے۔"

"لیکن مجھے ڈی۔ آئی۔ جی کی جھڑکیاں سُننی پڑی ہیں۔ اس کا ذمّہ دار کون ہے؟" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"پروا مت کرو۔"

"اگر بال بچے دار ہوتا تو واقعی پروا نہ کرتا۔ مجھے آپ۔۔۔!"

"میں سب کچھ سمجھ گیا۔ لڑکی کو فی الحال یہیں رکھو۔ لیکن۔۔۔"

"خبردار۔۔۔ خبردار۔" حمید نے فریدی کا جملہ پورا کرنے کے لیے بکنا شروع کر دیا۔ "اُسے اپنی بہن سمجھنا اور۔۔۔ وغیرہ وغیرہ!"

"بکواس مت کرو۔ جو کچھ میں کہوں اُس پر عمل کرو۔" فریدی نے کہا اور اُٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔

کمرے میں کافی دیر تک ہلکی ہلکی سرگوشیاں گُونجتی رہیں۔

*

دُوسرے دِن لیڈی پرکاش کی سالگرہ تھی۔ پوری کوٹھی میں مہمان بھرے ہُوئے تھے۔ اچانک ایک ملازم نے اُسے اطلاع دی کہ فون پر اُسے کوئی بُلا رہا ہے۔ پچھلی رات کا فون اب بھی اس کے ذہن پر مسلط تھا۔ اس لیے وہ کانپ کر رہ گئی۔ حالانکہ صبح سے اب تک کئی کالیں ریسیو کر چکی تھی، لیکن پھر بھی ہر کال پر اُس کا دل لرز اُٹھتا تھا۔

"ہیلو۔" دُوسری طرف سے آواز آئی۔ "لیڈی پرکاش۔"

"جی ہاں۔۔۔ آپ کون ہیں؟"

جواب میں ہلکا سا قہقہہ سُنائی دیا پھر آواز آئی۔ "دریائے نیل کی مچھلیوں میں سے ایک۔"

"دیکھیے! میری درخواست سُنیے۔" لیڈی پرکاش نے کپکپاتی ہُوئی آواز میں کہا۔ "میں سرِدست اِتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتی۔۔۔ رحم کیجیے۔"

"سر پرکاش ارب پتی ہے۔" دُوسری طرف سے آواز آئی۔

"ٹھیک ہے! لیکن میں انہیں کیا بتاؤں گی۔ کیا بہانہ کروں گی۔ تین لاکھ بہت ہوتے ہیں۔"

"کوشش کرو۔ ورنہ انجام تم جانتی ہو۔"

"میں سب کچھ جانتی ہُوں۔ اچھا فی الحال مجھے معاف کیجیے۔ میرے یہاں مہمان ہیں۔ میں پھر جواب دُوں گی۔ وہ انجام میں پسند نہیں کروں گی جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔"

"اچھا۔ لیکن بہت جلد۔ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔"

لیڈی پرکاش ریسیور رکھ کر کچھ دیر وہیں کھڑی رہی پھر لڑکھڑاتے ہُوئے قدموں سے باہر چلی گئی۔

حمید فون کا ریسیور رکھ کر ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف مُڑا۔ وہ اس وقت محکمۂ سراغرسانی کے آپریشن رُوم میں تھے اور حمید نے یہیں سے لیڈی پرکاش سے فون پر گفتگو کی تھی اور ساتھ ہی ساتھ ان کی گفتگو ریکارڈ بھی ہوتی گئی تھی۔ پھر ڈیپارٹمنٹ کے اندر ہی اندر آپریٹر نے ریکارڈ تیار کر کے گراموفون پر رکھ دیا۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے ریکارڈ سُن کر تحسین آمیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔

"فریدی نے تمہیں بہت اچھی ٹریننگ دی ہے۔"

حمید کوئی جواب دینے کے بجائے شرمیلے انداز میں مسکراتا رہا۔

"اچھا! میرے آفس میں آؤ۔"

آفس میں پہنچ کر ڈی۔ آئی۔ جی نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور جب وہ خود بیٹھ گیا تو حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

"اس گفتگو سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے بھی کوئی اس کے متعلق اُس سے گفتگو کر چکا ہے۔"

"جی ہاں یہی معلوم ہوتا ہے۔"

"تب تو ہم اسے آسانی سے پکڑ سکیں گے۔"

حمید نے وجہ نہیں پوچھی۔ ڈی۔ آئی۔ جی نے خود کہا۔ "لیڈی پرکاش کے فون سے ایک دُوسرا فون کنکٹ کرا لیا جائے۔ اور ایک آدمی ہر وقت اُسے اٹنڈ کرے۔ جب کوئی بھی اِس قسم کی کال لیڈی پرکاش کے پاس آئے ہم فوراً ہی ایکسچینج سے دریافت کریں کہ وہ کال کہاں سے آئی تھی؟"

حمید فوراً ہی کچھ نہیں بولا۔

"کیوں؟" ڈی۔ آئی۔ جی نے اس سے رائے طلب کی۔

"مگر دُشواری یہ ہے جناب والا۔۔۔" حمید خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"ہاں ہاں! کہو کیا دشواری ہے؟"

"اگر ایکسچینج نے کسی پبلک کال بوتھ کا حوالہ دیا تو؟"

"ہُوں!" ڈی۔ آئی۔ جی بھی کچھ سوچنے لگا۔

"لیونارڈ ایسا خطرہ کبھی نہ مول لے گا۔ اس قسم کے کاموں کے لیے پبلک کال بوتھ ہی سے فون کراتا ہوگا۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" ڈی۔ آئی۔ جی سر ہلا کر بولا۔ "لیکن پھر تم نے اپنی اور اُس کی گفتگو کیوں ریکارڈ کرائی ہے؟"

"دیکھیے مجرموں تک ہم صرف لیڈی پرکاش ہی کے ذریعے پہنچ سکیں گے لیکن اگر میں ابھی جا کر اُس سے کچھ پوچھنا چاہوں تو وہ قطعی لاعلمی ظاہر کرے گی اور اِس خیال کا مضحکہ اُڑائے گی کہ کوئی اُسے بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ ریکارڈ بہرحال اُسے راہِ راست پر لے آئے گا۔"

"ٹھیک ہے! اچھا۔ اب فریدی کے متعلق کچھ بتاؤ؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے متعلق کیا عرض کروں؟ مجھے ابھی تک اُن کی طرف سے کوئی پیغام نہیں ملا ورنہ میں یہی جاننا چاہتا ہُوں کہ وہ کہاں ہیں؟ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں گے محفوظ ہی ہوں گے۔"

"مگر اب اُس کے طریقۂ کار سے میں بھی عاجز آ گیا ہُوں۔ ہر موقع پر اس قسم کا غیر ذمّے دارانہ رویّہ درست نہیں معلوم ہوتا۔"

"حضورِ والا! گستاخی ضرور ہے، مگر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اپنی زندگی کی حفاظت کرنے کے سلسلے میں اکثر غیر قانونی طریقے بھی اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اس وقت فریدی صاحب کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ لیونارڈ یا وہ جو کوئی بھی ہو انہیں ہر قیمت پر ختم کر دینے پر تُل گیا ہے۔ آپ خود غور فرمائیے۔ ایسی صُورت میں۔"

ڈی۔ آئی۔ جی۔ کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کے چہرے پر کبیدگی کے آثار تھے۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر ڈی۔ آئی۔ جی۔ سر کی جنبش سے اُسے جانے کا اشارہ کرتا ہُوا میز پر پھیلے ہُوئے کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حمید اُن کاموں میں سے ایک کو پایۂ تکمیل تک پہنچا چُکا تھا جو اُسے پچھلی رات فریدی نے بتائے تھے، لیکن ابھی دو اور باقی تھے جن میں سے ایک قطعی بے سر و پا اور کسی ایسے دماغ سے متعلق معلوم ہوتا تھا جس میں فتور ہو۔ پچھلی رات اُسے توقع تھی کہ آج صبح فریدی سے ناشتے کی میز پر ضرور ملاقات ہوگی، لیکن وہ مُنہ اندھیرے ہی پھر کہیں چلا گیا تھا۔ اُس نے حمید کے لیے ایک تحریر اس غرض سے چھوڑی تھی کہ اس کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا جائے۔ اس نے یہ نہیں لکھا تھا کہ وہ پھر کب اور کہاں ملے گا؟ حمید ٹھیک چار بجے گھر سے روانہ ہو گیا۔ جو کام اَب اُسے کرنا تھا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب تھا اور اس کا مقصد کم از کم اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ بہرحال

کام تو اسے کرنا ہی تھا اور خود اس کا انجام تقدیر کے رحم و کرم پر تھا۔ کام ایسا ہی تھا۔ کسی مکان کی کھڑکی کے نیچے کھڑے ہو کر گنگنانا اور پھر نظم بھی ایسی جس میں گھر کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی کو مخاطب کیا گیا ہو۔ انجام ظاہر ہے لیکن وہ مطمئن تھا کہ انجام کی ساری ذمّے داری فریدی کے سر ہو گی۔ لاکھ پوچھنے پر بھی فریدی نے اس حرکت کا مقصد نہیں بتایا تھا۔ مکان ایسے حصّے میں تھا جہاں زیادہ تر غیر ملکی آباد تھے۔ نظم انگریزی میں تھی۔ اس سے حمید نے اندازہ کر لیا تھا کہ مکین یوروپین ہی ہوں گے۔ یہ حرکت اسے میک اَپ میں کرنی تھی، لہٰذا اُس کی طرف سے اطمینان تھا کہ کسی قسم کا گھپلا ہونے پر دُوسرے دِن کے اخبارات یہ نہ لکھ سکیں گے کہ محکمہ سُراغرسانی کا ایک آفیسر انگریزی میں غنڈہ گردی کرتے ہوئے پکڑا گیا ہے۔ کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور کمرے میں کھنکتے ہوئے سے قہقہے گونج رہے تھے۔ اکثر سُریلی قسم کی چیخیں بھی سُنائی دیتی تھیں۔ حمید ٹھیک کھڑکی کے سامنے پہنچ گیا۔ اندر تین انگریز لڑکیاں تھیں۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ربر کا ایک چھوٹا سا غبارہ تھا اور شاید بقیہ دو میں سے کسی ایک پر وہ غبارہ کھینچ مارنا چاہتی تھی۔ دونوں نے خود کو بچانے کے لیے خاصی دھما چوکڑی مچا رکھی تھی۔

حمید نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ قریب و دُور ہر طرف سنّاٹا تھا۔ اُس نے نظم شروع کر دی۔

"یہ کھڑکی۔۔۔ میری اُمیدوں کا مرکز ہے۔"

لڑکیاں چونک کر رُک گئیں۔ وہ آنکھیں پھاڑے اُسے گھور رہی تھیں۔ حمید ہولے ہولے رَٹی ہوئی نظم دُہراتا رہا۔

"میں اس گھر کی سب سے بڑی حسین لڑکی کو مخاطب کر رہا ہوں۔"

"یہ کھڑکی کل بھی کھلی ہوئی تھی۔"

"لیکن آج اس کے گرد بہاریں لہرا رہی ہیں۔"

"روز صبح سُورج کی پہلی کرن اِس سے گزر کر کسی کے گال چومتی ہے۔"

"میں اُسی لڑکی سے مخاطب ہوں۔"

غبارہ حمید کے چہرے سے ٹکرا کر پھٹا اور اُس میں بھرے ہوئے رنگین پانی کی کافی مقدار اُس کے حلق کے نیچے اُتر گئی۔ دُوسرے لمحے میں وہ اپنا سینہ دَبائے ہوئے بُری طرح تھوتھو کر رہا تھا۔ لڑکیوں کے قہقہوں کے ساتھ ہی اُسے کسی معمّر عورت کی چنگھاڑ بھی سُنائی دی۔ پھر حمید کے سنبھلنے سے پہلے ہی طُوفان اس کے سر پر پہنچ گیا۔ ایک طویل، شحیم اور معمّر عورت اُس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی ہُوئی گالیاں اُگل رہی تھی۔

"حرامی۔ کتے۔ لڑکیوں کو چھیڑتا ہے۔ جانتا ہے۔ میں مسز وارنر ہُوں۔"

وہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر حمید پر جھپٹی اور حمید اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا بات ہے؟" کسی نے قریب ہی سے کہا۔ حمید بوکھلاہٹ میں اس کی صرف ایک ہی جھلک دیکھ سکا تھا۔ وہ بھی کوئی انگریز ہی تھا۔

"لڑکیوں کو پریشان کرتا ہے۔" مسز وارنر دہاڑ کر بولی۔

حمید نے اُچھل کر بھاگنا چاہا لیکن، انگریز کا گھونسا اس سے پہلے ہی اس کے جبڑے پر پڑ چکا تھا۔ وہ کئی فٹ دُور جا پڑا۔ اور پھر اُس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ کسی طرح وہاں سے بھاگ نکلے کیونکہ قُرب و جوار کے بنگلوں سے لوگوں نے باہر نکلنا شروع کر دیا تھا۔ اُسے کچھ اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ وہاں سے سر پر پیر رکھ کر بھاگا تھا یا پیر سَر پر رکھ کر۔

❖

حمید دو دن تک اپنی چوٹیں سہلاتا رہا۔ تیسرا کام اِس سے بھی زیادہ خطرناک تھا اور حمید نے اُسے اب تک انجام نہیں دیا تھا۔ وہ فریدی کا منتظر تھا لیکن اِس واقعے کے بعد سے اب تک اس سے ملاقات نہیں ہُوئی تھی۔ اور لیونارڈ۔ لیونارڈ کو تو وہ جہنّم میں جھونک چکا تھا۔ اگر آفس میں کبھی اُس کے نام کی صدا کان میں پڑتی تو حمید ایسا بُرا مُنہ بناتا جیسے کسی نے اُسے گالی دی ہو۔ فریدی کے متعلق پوچھ گچھ کرنے والوں کو اوّل تو وہ کوئی جواب ہی نہیں دیتا تھا، لیکن اگر کوئی زیادہ پریشان کرتا تو اس کا جواب ہوتا "جہنّم میں۔" آفیسروں سے صرف لاعلمی ظاہر کر دیتا۔

تیسرا کام۔ وہ اب اس کے متعلق سوچنا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اُسے اب اس کی فکر بھی نہیں تھی کہ فریدی نے اُسے مسز وارنر کے یہاں کیوں بھیجا تھا؟ اس کا مقصد کیا تھا؟ وہ تو اب مسز وارنر اور اس کی تینوں لڑکیوں سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اس نے ان کے متعلق اِن دو دِنوں میں کافی معلومات بہم پہنچائی تھیں۔ آج اُس نے تہیّہ کر لیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُس انگریز سے تو ضرور ہی چِڑے گا جس نے اُس پر حملہ کیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ مسز وارنر کا کوئی پڑوسی ہی ہو گا اور اس کا پتا مسز وارنر ہی سے چل سکتا تھا لیکن وہ بحیثیت کیپٹن حمید مسز وارنر کے یہاں جا دھمکا۔

مسز وارنر اس کا وزیٹنگ کارڈ دیکھ کر بوکھلا گئی۔

"میں ایک رپورٹ کے سلسلے میں تفتیش کرنے کی غرض سے یہاں آیا ہُوں۔"

"کیسی رپورٹ کیپٹن؟" اوہ ٹھہریے۔ اس موسم میں آپ چائے پینا تو پسند کریں گے۔" مسز وارنر نے کہا۔

"نہیں شکریہ۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ "رپورٹ تمہارے خلاف لکھوائی گئی ہے۔"

"میرے خلاف۔۔۔ نہیں۔" اُس نے حیرت سے کہا۔

"دو دِن قبل تم نے ایک آدمی مسٹر خان کو اپنی لڑکیوں کی مدد سے نہ صرف لُوٹ لیا بلکہ اُسے زدوکوب بھی کیا تھا۔ مسٹر خان نے رپورٹ میں لکھوایا ہے کہ تمہاری لڑکی اُسے پھانس کر یہاں لائی اور تم نے اس کی جیب سے ڈیڑھ ہزار روپے نکلوا لیے پھر دو تین مَرد مل کر اُسے خوب پیٹا۔"

"اوہ۔۔۔ تو اس حرامزادے نے یہ لکھوایا ہے۔" مسز وارنر نے کہا اور لفظ حرامزادے پر حمید کا خون کھولنے لگا۔

"ذرا ٹھہریے۔" مسز وارنر بولی۔ "میں مسٹر بارن کو بُلاتی ہُوں۔ وہ یہیں موجود تھے اور میں اُن کے سامنے ہی آپ سے اس مسئلے پر گفتگو کروں گی۔"

"شوق سے بلاؤ۔" حمید نے کہا اور اس کی نظر بچا کر اس کی ایک لڑکی کو آنکھ مار دی۔ تینوں لڑکیاں بھی کمرے میں موجود تھیں جسے آنکھ ماری گئی تھی اُس نے مسکرا کر مُنہ پھیر لیا۔

"تم لوگ میری واپسی تک اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کرو گی۔" اُس نے اپنی لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا اور باہر چلی گئی۔

لڑکیاں حمید کی طرف دیکھ دیکھ کر آپس میں اشارے کرتیں اور ہنسنے لگتیں۔

"کیا مجھ میں کوئی ایسی چیز بھی ہے جسے دیکھ کر ہنسی آ سکے۔"

لڑکیاں اور زور سے ہنسنے لگیں۔ یہ سب جوان تھیں اور ان کے متعلق یہ اندازہ کر لینا مشکل تھا کہ ان میں سے کون سی چھوٹی ہے اور کون سی بڑی۔ ایک جسے حمید نے آنکھ ماری تھی وہ اس سے آنکھیں نہیں ملا رہی تھی اور کچھ دَبی دَبی سی بھی نظر آنے لگی تھی۔ حمید نے سوچا کہ یہی تدبیر معقول رہے گی ورنہ یہ لڑکیاں ہنستی رہیں گی اور وہ خواہ مخواہ خود کو بے وقوف محسوس کرتا رہے گا۔ اُس نے باری باری سے بقیہ دو کو بھی آنکھ مار کر ٹھنڈا کر دیا اور پھر حمید آنکھ مارنے کے نفسیاتی پس منظر پر غور کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسز وارنر ایک انگریز کے ساتھ کمرے میں داخل ہُوئی اور حمید نے اس انگریز کو پہلی ہی نظر میں پہچان لیا۔ یہ وہی تھا جس نے اس کے جبڑے پر گھونسا مارا تھا۔ حمید نے نیچے سے اُوپر تک اس کا جائزہ لیا اور اس کا یہ انداز کافی تحقیر آمیز تھا۔ غالباً انگریز نے بھی یہ بات محسوس کر لی۔

"اب پوچھیے! مسٹر بارن سے؟" مسز وارنر بولی۔

"میں تم سے پوچھتا ہُوں۔ اگر یہ تمہارے گواہ ہیں تو ان کی ضرورت عدالت میں پیش آئے گی۔"

"لیکن میں کم از کم حقیقت تو ظاہر کر ہی سکوں گا۔" مسٹر بارن مسکرا کر بولا۔

"میں اُسی سے گفتگو کروں گا جس کے خلاف رپورٹ لکھوائی گئی ہے۔"

"رپورٹ کس نے لکھوائی ہے؟" بارن نے پوچھا۔

"کسی مسٹر خان نے۔" مسز وارنر نے جواب دیا۔

"کون ہے تمہارے یہاں؟" بارن نے مسز وارنر سے پوچھا۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک دیکھی۔

"نہیں۔"

"اچھا تو میں پولیس اسٹیشن سے معلوم کرتا ہُوں۔" بارن نے کہا اور باہر چلا گیا۔

حمید کا چہرہ ایک بار پھر فق ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ کوتوالی میں اس قسم کی کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی گئی تھی۔۔۔ اُسے توقع تھی کہ وہ یونہی مسز وارنر کو رُعب میں لے لے گا، ورنہ اُس نے کوتوالی کے انچارج انسپکٹر جگدیش کو پہلے ہی سمجھا دیا ہوتا۔ اُس نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلا۔ فی الحال پھر فرار ہی پر قرار کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔

"اچھا مسز وارنر۔" وہ اُٹھتا ہُوا بولا۔ "بہتر طریقہ یہی ہو گا کہ میں ایک سڑا سا کانسٹیبل بھیج کر تمہیں کوتوالی میں طلب کروں۔ پھر میں دیکھوں گا تمہارے حمایتیوں کو۔"

مسز وارنر اُسے روکتی رہی لیکن وہ بڑی تیزی سے باہر نکلا اور کار میں بیٹھ گیا۔

❖

بارن واپس آیا تو اس نے حمید کو کمرے میں نہیں دیکھا۔ مسز وارنر بہت زیادہ متفکر نظر آ رہی تھی۔

"کہاں گیا؟" بارن نے پوچھا۔

"دھمکی دے کر گیا ہے کہ میں تمہیں کوتوالی میں طلب کروں گا۔"

بارن نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مسز وارنر کی لڑکیاں کمرے سے جا چکی تھیں۔

"تم بالکل بے وقوف ہو ایما!" بارن آہستہ سے بولا۔

مسز وارنر کے چہرے پر پہلے تو حیرت کے آثار پیدا ہوئے۔ پھر وہ چقندر کی طرح سُرخ ہو گئی۔ بارن سے اس کی واقفیت صرف چند دنوں پہلے کی تھی۔ لیکن وہ اتنی بے تکلفی سے نہ صرف اُسے اس کی عرفیت سے مخاطب کر رہا تھا بلکہ بے وقوف بھی کہہ رہا تھا۔ مسز وارنر اُن عورتوں میں سے تھی جنہیں رکھ رکھاؤ اور آداب کا بڑا خیال ہوتا ہے۔

"مسٹر بارن!" وہ خشک لہجے میں بولی۔ "میرا خیال ہے کہ ابھی ہماری جان پہچان بے تکلفی کی حدود میں نہیں داخل ہوئی۔"

"ہم سالہا سال سے ایک دُوسرے سے واقف ہیں!" بارن مُسکرا کر بولا۔

"مسٹر بارن میں بے تکلفی کی عادی نہیں ہوں۔"

"ایما۔۔۔ پھر کہتا ہوں کہ تم اس بے تکلفی پر فخر کرو گی۔"

"مسٹر بارن!" مسز وارنر تقریباً چیخ کر بولی۔

"آہا۔۔۔ ایما! افسوس ہو گا۔" بارن مُسکرا کر بولا اور اپنی جیب سے ایک کارڈ نکال کر مسز وارنر کی طرف بڑھا دیا۔ کارڈ پر جلی حروف میں صرف "لیونارڈ" تحریر تھا۔

مسز وارنر اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے پیر کانپ رہے تھے چند ہی لمحوں میں وہ برسوں کی بیمار نظر آنے لگی۔

"بیٹھ جاؤ۔" بارن نے نرم لہجے میں کہا۔

مسز وارنر بیٹھ گئی۔ وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیر رہی تھی۔

"ہاں تو ایما میں یہ کہہ رہا تھا کہ کوتوالی میں اس قسم کی کوئی رپورٹ نہیں درج کرائی گئی۔ وہ فریدی کا اسسٹنٹ حمید تھا اور وہ کسی چکر میں ہے۔"

"مگر آپ۔"

"ہاں تمہیں حیرت ہو گی۔ تم اپنی زندگی میں پہلی بار مجھے دیکھ رہی ہو۔ تم دُنیا کی تیسری یا چوتھی ایجنٹ ہو جسے یہ فخر حاصل ہوا ہے۔"

"میں نے اخبارات میں آپ کے فرار کی خبر پڑھی تھی، لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ یہاں تشریف لائیں گے۔"

"فریدی۔" بارن دانت پیس کر بولا۔ "مجھے فریدی یہاں لایا ہے اور ایما وہ اب رُوپوش ہو گیا ہے۔ میں اُسے چوہے کے بل سے بھی نکال کر مار ڈالنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ! تو وہ حملے۔۔۔ آپ ہی کی طرف سے ہُوئے تھے۔"

"ہاں! ایما! وہ بڑا خوش قسمت ہے، لیکن میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"لیکن اس کا اسسٹنٹ یہاں کے چکر کیوں لگا رہا ہے؟ اب میں سمجھی! ہو سکتا ہے کہ اُس دن وہ اُسی کا کوئی آدمی رہا ہو۔"

"اوہ۔۔۔ ایما۔۔۔ وہ خود حمید ہی تھا۔"

"ارے۔"

"ہاں! وہ لوگ جانتے ہیں کہ تم میری ایجنٹ ہو۔ اِس لیے وہ تمہارے ذریعہ مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن بات تو جب ہے کہ تم حمید کے ذریعے فریدی تک جا پہنچو۔"

"یہ کس طرح ممکن ہے جناب۔"

"بہت آسانی سے تمہاری لڑکیاں اُس سے سب کچھ پوچھ لیں گی۔"

"نہیں جناب! میں اپنی لڑکیوں کو خراب کرنا پسند نہیں کروں گی۔"

"ایما! یہ تم مجھ سے کہہ رہی ہو۔ کیا یہ تمہاری لڑکیاں ہیں؟ تم ایک دن ان سے جو کام لینے والی ہو۔ میں اس سے بھی واقف ہوں۔ کیا یہ تین مختلف یتیم لڑکیاں نہیں ہیں جنہیں تم فسلدن کے ایک یتیم خانے سے حاصل کر کے پالا ہے! کیا یہاں کے درجنوں امیرزادے ان کے چکر میں نہیں ہیں؟ کیا تم اُن سے مستقبل کے وعدوں پر بڑی بڑی رقمیں نہیں وصول کرتیں! یہ اور بات ہے ایما کہ ابھی تم نے ان سے پیشہ کرانا نہیں شروع کیا۔"

"میں معافی چاہتی ہوں جناب۔" مسز وارنر گڑگڑا کر بولی۔ "مگر فریدی کیا جانے کہ میں آپ کے لیے کام کرتی رہی ہوں۔"

"آہا۔۔۔ تم اب تک ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا رہی ہو۔ فریدی میرے ایک ایک ایجنٹ سے واقف تھا اور ہے لیکن وہ تم لوگوں کے خلاف کوئی ثبوت نہیں مہیا کر سکا اور نہ کر سکتا ہے۔ میں اسے اپنا سب سے بڑا کارنامہ تصور کرتا ہوں کہ میرا کوئی ایجنٹ کبھی قانون کی گرفت میں نہیں آ سکتا۔"

"مجھے اس کا تجربہ ہے جناب۔"

"مجھے فریدی کا مُردہ جسم چاہیئے ایما، اور میں اُسے ہر قیمت پر حاصل کر کے رہوں گا۔ اگر آج تم یا تمہاری لڑکیاں میرے کام آ گئیں تو تم سال بھر کے اندر ہی اندر کروڑپتی کہلاؤ گی۔"

"میں انتہائی کوشش کروں گی جناب۔"

"شکریہ ایما۔"

وہ چلا گیا اور ایما آدھے گھنٹے تک صوفے پر بے حس و حرکت پڑی رہی۔ اُسے اپنا دِل حلق میں دھڑکتا محسوس ہو رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے لیونارڈ کو دیکھا تھا۔

*

حمید بہت شدت سے بور ہو رہا تھا۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی زندگی ہی سے بیزار ہو گیا ہو۔ گلوریا اس کے لیے ایک مستقل روگ بنی ہوئی تھی۔ وہ کافی حسین تھی۔ مگر وہ نقص! گفتگو کے دوران اس طرح ہونٹ سکوڑنا جیسے زکام ہو گیا ہو۔ اپنی اس "ادا" (یا جو کچھ بھی اسے کہتے ہوں) کی بناء پر وہ بعض اوقات حمید کو ایک ایسی دہقانی عورت معلوم ہونے لگتی تھی جو ابھی ابھی آٹا گوندھ کر اُٹھی ہو۔ حمید کی کھوپڑی عجیب تھی اور اسی کھوپڑی پر ایک ایسی لڑکی مسلط کر دی گئی تھی جس کی وہ شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

شام ہو چکی تھی۔ وہ برآمدے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا اور گلوریا بھی ساتھ تھی۔ اچانک اُسے پھاٹک پر مسز وارنر کی سب سے حسین لڑکی دکھائی دی۔

"یہ کون ہے؟" گلوریا حمید کو گھور کر بولی۔ وارنر کی لڑکی برابر قریب آتی جا رہی تھی۔

"ہو گی کوئی! تم سے مطلب؟" حمید جھنجلا گیا۔

"اوہ معاف کرنا۔" گلوریا شرمندہ ہو گئی۔

لڑکی برآمدے میں آ گئی۔ حمید کھڑا ہو گیا۔

"اوہ۔۔۔ کیپٹن۔" لڑکی گنگنائی۔

"بیٹھو! بیٹھو۔"

"ممی بہت پریشان ہیں۔" لڑکی بیٹھتی ہوئی بولی۔ "آخر بات کیا ہے! کوتوالی میں تو کسی نے بھی رپورٹ درج نہیں کرائی۔"

"یہ وضاحت کرو۔" حمید مُسکرا کر بولا۔ "اُس نے مجھ سے شکایت کی تھی اور میں حقیقت معلوم کرنا چاہتا تھا۔"

"حقیقت یہ ہے کہ وہ ہماری کھڑکی کے سامنے کھڑا ایک نظم پڑھ رہا تھا۔ تم خود بتاؤ کیا یہ شریفوں کا طریقہ ہے؟ اس پر مسٹر بارن نے اس کی مرمت کر دی۔ کیا وہ تمہارا کوئی دوست ہے؟"

"ہاں یہی مصیبت ہے۔ خیر تم جو کچھ کہہ رہی ہو، مجھے اس پر یقین آ گیا ہے۔ لیکن یہ مسٹر بارن کون ہے؟"

"ہمارا ایک پڑوسی! قریب ہی کے ایک بنگلے میں رہتا ہے۔"

"چائے لو۔" حمید نے پیالی اس کی طرف کھسکا دی۔

"شکریہ۔" پیالی قبول کر لی گئی۔

گلوریا تھوڑی دیر تک اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتی رہی پھر وہاں سے اُٹھ کر اندر چلی گئی۔

"یہ کون تھی؟" لڑکی نے پوچھا۔

"میری پرائیویٹ سیکرٹری۔" حمید پائپ میں تمباکو بھرتا ہُوا بولا۔

"تب تم اُسے چاہتے بھی ہو گے؟" لڑکی نے مُسکرا کر کہا۔

"نہیں! وہ تمہاری طرح حسین نہیں ہے۔"

"شٹ اپ۔" لڑکی نے جھینپی ہوئی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "تم نے مجھے آنکھ کیوں ماری تھی! اگر ممی دیکھ لیتیں تو۔"

"میں انہیں بھی آنکھ مار دیتا۔"

"تم بے ہُودہ بھی ہو۔" لڑکی یک بیک جھلا گئی۔

"پُوری بات تو سُنو۔ میں اُنہیں برابر آنکھ مارتا رہتا اور پھر اُنہیں یقین آ جاتا کہ میری آنکھ میں کوئی نقص ہے۔"

لڑکی بے ساختہ ہنس پڑی۔ "تم بڑے شریر ہو۔"

"تم بہت حسین ہو۔"

"شٹ اپ۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"تم میرے ساتھ چلو۔ ورنہ ممی پہ ہارٹ اٹیک ہو جائے گا اور وہ مہینوں کے لیے چارپائی پکڑ لیں گی۔"

"میں ضرور چلوں گا۔" حمید نے کہا۔

❦

حمید جب مسز وارنر کو ہر طرح سے اطمینان دِلا کر اُس کے بنگلے سے نِکلا تو اندھیرا پھیل چُکا تھا۔ اس نے اپنی کار بنگلے سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی کی تھی۔ جب وہ کار کی طرف جا رہا تھا تو کوئی آدمی اُسے دھکا دیتا ہُوا اس کے قریب سے گزر گیا اور کوئی چیز حمید کے پیروں کے پاس گری۔

"اندھے ہو گیا!" حمید غرّایا۔ لیکن وہ آدمی مُڑا تک نہیں اور پھر کچھ دُور جا کر وہ اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

حمید کو اُس چیز کا خیال آیا، جو اُس کے پیروں کے پاس پڑی تھی۔ حمید نے جُھک کر اسے اُٹھا لیا۔ وہ ایک لفافہ تھا۔ وہ پھر بڑی تیزی سے کار تک آیا۔ بستی سے نِکل کر ایک جگہ اُس نے کار روک دی۔ وہ در اصل اس لفافے کو کھولنا چاہتا تھا جس پر اُس کا نام تحریر تھا۔ اُس نے اندر کی لائٹ جلا کر لفافہ چاک کیا اور پھر تحریر پر نظر پڑتے ہی تلوؤں سے لگی اور تالو پر بُجھی۔ تحریر فریدی کی تھی۔ اُس نے لکھا تھا۔

"بے کار وقت نہ برباد کرو۔ لڑکیاں بہتیری مِل جائیں گی۔ تم نے تیسرا کام ابھی تک نہیں کیا۔ اُسے آج ٹھیک دس بجے رات کو ہونا چاہیئے۔ اگر اس میں کوتاہی ہُوئی تو تمہاری شامت آ جائے گی۔ سمجھے۔ تم میرے غصّے سے بھی واقف ہو۔ تمہیں

پاگل پن ہی معلوم ہوگا لیکن میں جو کچھ کہتا ہوں اُسے ہونا چاہیئے۔ خواہ اس کا مقصد تمہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے!

حمید پاگلوں کی طرح کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اُسے تیسرا کام بہرحال کرنا تھا۔ دس بجنے میں ابھی تین گھنٹے باقی تھے... لیکن کام...

حمید بار بار اسٹیرنگ سے ایک ہاتھ ہٹا کر اپنی کھوپڑی سہلانے لگتا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد کار ایک سنسان راستے پر ہولی۔ حمید کیڈی جیسی شاندار گاڑی سے بڑی بے دردی کے ساتھ پیش آ رہا تھا۔ اس وقت نہ صرف کچے راستے پر چل رہی تھی بلکہ کبھی اُسے ایسے گڑھوں میں بھی اُتار دیا جاتا تھا جن پر برساتی پانی اکھٹا تھا۔ تین چار دن قبل بارش ہو چکی تھی اور سارا ویرانہ مینڈکوں کی آواز سے گونج رہا تھا۔ حمید نے ایک جگہ کیڈی روک دی۔ نیچے اُترا اور ٹارچ نکال کر کیڈی کی بربادی کا منظر دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک تسکین آمیز مسکراہٹ تھی۔ یہاں چاروں طرف پانی سے بھرے ہوئے بے شمار گڑھے بکھرے ہوئے تھے۔ حمید کی ٹارچ کی روشنی اِدھر اُدھر رینگتی رہی۔ پھر اچانک وہ جیب سے رُومال نکال کر ایک بڑے سے مینڈک کی طرف جھپٹا لیکن اس کے قریب پہنچنے سے قبل ہی وہ پانی میں رینگ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے حمید پر جیڈک پکڑنے کا دورہ پڑ گیا ہو لیکن وہ ایک بھی نہ پکڑ سکا۔ آخر اس نے دُوسرے گڑھوں کے کنارے بیٹھے ہوئے مینڈکوں پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ یہ سب کچھ جھلاہٹ کا نتیجہ تھا۔ پھر اُسے ہوش آگیا۔ اُس نے ٹارچ کی روشنی کلائی کی گھڑی پر ڈالی اور نہ جانے کیا بڑبڑانے لگا۔ دس بجنے میں ڈھائی گھنٹے اور باقی تھے۔ وہ چند منٹ کھڑا اپنی پیشانی رگڑتا رہا۔ پھر اچھل کر گاڑی میں جا بیٹھا۔ کیڈی ایک بار پھر جھاڑ جھنکاڑ میں گھس رہی تھی اور پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں رُک گئی۔ یہ ماہی گیروں کی بستی تھی۔

کیواس بڑا ہوٹل نہیں تھا لیکن صفائی اور خوش سلیقگی کی بناء پر وہ کافی مقبول تھا۔ عمارت تین منزلوں پر مشتمل تھی۔ نچلی منزل میں ہوٹل تھا۔ اوپری دو منزلوں پر قیام کرنے والوں کے لیے کمرے تھے۔ ہوٹل کا مالک شہزاد وہمی مزاج کا آدمی تھا اور یہاں کی صفائی و شائستگی بھی دراصل اسی کے وہم کو دخل تھا۔ وہ کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھا کرتا تھا اور کاؤنٹر پر ایک نوکر محض اس لیے رکھا جاتا تھا کہ وہ برابر کاؤنٹر پر جھاڑن پھیرتا رہے۔ خود شہزاد کے کپڑوں میں اگر کسی دُوسرے کے لباس کی رگڑ بھی لگ جاتی تھی تو وہ یا تو اپنے لباس کا وہ حصہ فوراً دھو ڈالتا تھا یا لباس ہی تبدیل کر دیتا تھا۔ اس کا یہ خبط مراق کی حد تک پہنچ گیا تھا اور اپنے اس مراق کی بناء پر وہ اپنے ملازمین کے لیے ایک مصیبت بن کر رہ گیا تھا۔ اس کا یہ مراق اس کے ملازمین کے لیے خواہ کچھ رہا ہو لیکن کم از کم خود اس کے لیے تو بڑا منفعت بخش ثابت ہوا تھا کیونکہ اُونچے طبقے کے لوگ بھی آہستہ آہستہ کیواس کو پسند کرنے لگے تھے۔ شہزاد ہر وقت ہوٹل میں موجود رہتا تھا۔ اس کا مراق خواہ کچھ بھی رہا ہو لیکن وہ اس کی اعصابی کمزوری کا نتیجہ نہیں تھا کیونکہ اعصابی کمزوری کے شکار شہزاد کی طرح نڈر اور جھگڑالو نہیں ہوتے۔ عادات و اطوار کے لحاظ سے شہزاد کوئی اچھا آدمی نہیں تھا کیونکہ اس کے ہوٹل میں قیام کرنے والوں کو ناجائز طور پر حاصل کی ہوئی منشیات سے لے کر عورتیں تک دستیاب ہو جاتی تھیں۔ شہزاد چڑچڑا اور گھنا تھا لیکن اپنے گاہکوں کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا تھا۔ کاؤنٹر سے دو تین فٹ کے فاصلے پر بیٹھا کرتا تھا تاکہ اس کا جسم اور کپڑے گاہکوں کی بے تکلفی سے محفوظ رہ سکیں۔ اکثر بے تکلف قسم کے گاہک اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا کرتے تھے یا اس کے بازو چھو کر اس سے گفتگو کرتے تھے۔ ایسے مواقع کے بعد اُسے ہمیشہ اپنے کپڑے تبدیل کرنے پڑتے تھے۔ آج بھی وہ کاؤنٹر سے تین فٹ کے فاصلے پر آرام کرسی میں پڑا ہوا نوکروں کو گھور رہا تھا۔ وہ ان کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتا تھا۔ اگر ان میں سے کسی کو اپنے کپڑوں کے اندر ہاتھ ڈال کر جسم کھجاتے دیکھ لیتا تو اس وقت تک دَم نہ لیتا جب تک کہ اس کے ہاتھ دوبارہ نہ دُھلوا لیتا۔ وہ کافی دیر سے آرام کرسی میں پڑا ہوا اُٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اچانک کی نظر کاؤنٹر کے بائیں سرے کی طرف اُٹھ گئی جہاں ایک پنجرہ ہوا تھا اور پنجرے پر سیاہ رنگ کا غلاف تھا۔ پنجرہ بالکل ایسا تھا جو تیتر پالنے والے رکھتے ہیں۔ شہزاد غرّا کر ایک نوکر کی طرف مُڑا

"ارے... کیا یہاں لوفر لفنگے بھی آنے لگے؟"

"نہیں سرکار!" نوکر ڈائننگ ہال میں چاروں طرف نظریں دوڑاتا ہوا بولا۔

"پھر یہ تیتر کا پنجرہ کہاں سے آیا؟" شہزاد جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"ہائیں!" نوکر نے بھی حیرت ظاہر کی۔ پھر اس نے بڑی تیزی سے پنجرے کی طرف جھپٹ کر اُسے کاؤنٹر سے اُٹھا لیا۔ اور پھر جو کچھ بھی ہوا وہ شہزاد جیسے مراقی کی موت کے مترادف تھا۔ کاؤنٹر سے ہٹتے ہی پنجرے کا نچلا حصہ فرش پر آ رہا اور ساتھ ہی دس بارہ موٹے موٹے غلیظ مینڈک چاروں طرف پھدکنے لگے۔ شہزاد دہاڑ کر پیچھے ہٹا اور اس کی ٹکر سے شیشے کی ایک الماری چور چور ہو گئی۔ وہ گندے مینڈکوں سے بچنے کے لیے بار بار اُچھل اُچھل کر اِدھر سے اُدھر ہٹ

رہا تھا اور ساتھ ہی کاؤنٹر کے پیچھے ابتری پھیل رہی تھی۔ ریکوں پر رکھی ہوئی بوتلیں، ڈبے، مرتبان، چینی کے برتن نیچے گر گر کر مختلف قسم کی آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ پھر پُورے ڈائننگ ہال میں افراتفری پھیل گئی۔ لوگ اپنی میزیں چھوڑ چھوڑ کر کاؤنٹر کی طرف لپکنے لگے۔ اس بھیڑ میں کیپٹن حمید بھی موجود تھا اور اس طرح متحیرانہ انداز میں شہزاد کی اُچھل کُود دیکھ رہا تھا جیسے وہ مینڈک آسمان سے گرے ہوں۔ آہستہ آہستہ سارا ہال قہقہوں سے گونجنے لگا۔ پھر دو تین آدمی شہزاد کو کھینچ کر ہال میں لائے۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا اور ساتھ ہی اس کے مُنہ سے مغلظات کا طوفان بھی اُمنڈ رہا تھا۔

"تیرہ... نمبر... تیرہ نمبر" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔ پھر اپنے آدمیوں کو آوازیں دینے لگا "شرفو... رحیم... گُل خان... افضل... پٹھان... سب چلو۔ تیرہ نمبر والا... نکلنے نہ پائے۔ مار ڈالو سالے کو... ارے... چھوڑو مجھے۔ الگ ہٹو" اس نے ایک آدمی کو دھکا دیا۔ پھر وہ بڑی تیزی سے دوسری منزل کے زینوں کی طرف جھپٹا۔ اس کے تین چار نوکر بھی اُس کے ساتھ دوڑ رہے تھے۔ حمید بھی زینوں کی طرف بڑھا۔ بہتیرے گاہکوں نے بھی اس کی تقلید کرنی چاہی، لیکن محکمہ سراغ رسانی کے دو آدمی ان کی راہ میں حائل ہو گئے اور کچھ اس انداز میں اُنہیں اُوپر جانے سے روکنے لگے جیسے ان کا تعلق بھی ہوٹل ہی سے ہو۔ اُوپر پہنچ کر شہزاد تیرہ نمبر کے کمرے کے سامنے رُک گیا اور پھر اُس نے اس طرح دروازہ پیٹنا شروع کر دیا جیسے وہ اُسے گھونسوں اور ٹھوکروں ہی سے توڑ کر رکھ دے گا۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ حالانکہ شیشوں سے اندر کی روشنی صاف دکھائی دے رہی تھی اور دروازہ اندر ہی سے بند تھا۔ اس شور و غل میں سوئے ہوئے آدمی کی بھی نیند اچٹ جاتی۔ آخر شہزاد نے جھلا کر ایک شیشہ توڑ دیا اور اندر ہاتھ ڈال کر چٹخنی نیچے گرا دی۔ دروازہ کھلا اور شہزاد طوفان کی طرح اندر گھستا چلا گیا۔ حمید تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا حالات کی تبدیلی کا منتظر تھا۔ اچانک اُس نے شہزاد کی گھٹی گھٹی سی آواز سُنی... "خون... خون... قتل!"

وہ دروازے کی طرف جھپٹا اور شہزاد سے ٹکرا گیا۔ وہ بدحواسی کے عالم میں کمرے سے نکل رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" حمید نے ڈانٹ کر پوچھا۔

"قتل!" شہزاد ہانپتا ہوا بولا "اُسے کسی نے قتل کر دیا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ سب نے دیکھا ہے... شرفو... افضل... ارے بولو نا۔ کیا میں نے اُسے قتل کیا ہے؟"

"میرے ساتھ آؤ!" حمید اُسے کمرے کی طرف گھسیٹتا ہوا بولا۔

"نہیں جاتا!" شہزاد نے جھٹکا مار کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"ہوش میں آؤ۔ تم ایک پولیس آفیسر سے گفتگو کر رہے ہو!" حمید کے لہجے میں سختی تھی۔

شہزاد چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

"میرے ساتھ آؤ!" حمید نے دوبارہ کہا اور پھر اُس کے نوکروں سے بولا "تم لوگ میری اجازت کے بغیر نیچے نہیں جاؤ گے!"

راہداری میں دُوسری منزل کے کرائے دار اکٹھا ہونے لگے تھے۔ حمید نے اُنہیں اپنے کمروں میں جانے کے لیے کہا پھر اس نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر کمرے کے اندر نظر ڈالی۔ سامنے ہی ایک آدمی فرش پر اوندھا پڑا تھا اور اس کے ارد گرد خون پھیلا ہوا تھا۔ حمید، شہزاد اور اس کے آدمیوں کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کر کے زینوں کے سروں پر آیا۔ اس کے دونوں آدمی اب بھی نیچے موجود تھے۔ اس نے ان میں سے ایک کو آواز دی۔ وہ اُوپر آیا تو اس نے کہا۔ "کوتوالی فون کر دو کہ کیواس کے تیرھویں کمرے میں ایک خون ہو گیا ہے۔ نیچے کے سارے دروازے بند کرا دو۔ کوئی باہر نہ جانے پائے!"

حمید پھر تیرھویں کمرے میں واپس آگیا۔

شہزاد کی بُری حالت تھی۔ وہ ایک آرام کرسی پر پڑا ہانپ رہا تھا۔ تین سب انسپکٹر اُسے بھوکے بھیڑیوں کی طرح گھور رہے تھے اور حمید ٹانگیں پھیلائے دونوں ہاتھ کمر پر رکھے کھڑا کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پائپ اس کے دانتوں میں دبا ہوا تھا اور کبھی دُھوئیں کی باریک لکیریں ہونٹوں کے بائیں گوشے سے نکل کر فضا میں بل کھانے لگتی تھیں۔ اچانک شہزاد اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور حلق پھاڑ کر بولا۔ "مگر یہ لاش اس آدمی کی نہیں ہے جو تیرہ نمبر میں ٹھہرا ہوا تھا!"

"کیا؟" حمید نے پائپ مُنہ سے نکال لیا اور ساتھ ہی اس کی ٹانگیں بھی ایک دوسری سے جا ملیں۔

"جی ہاں! میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ آپ میرے نوکروں اور آجو باجو والوں سے پوچھ سکتے ہیں!"

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" حمید دہاڑا۔

"مجھے ہوش ہی نہیں تھا!"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ تم نے ہال میں درجنوں آدمیوں کے سامنے چیخ کر کہا تھا کہ تیرہ نمبر والے کو مار ڈالو!"

"جی ہاں! مجھے یاد ہے۔ میں نے کہا تھا!" شہزادہ بولا۔ اُس نے بڑی حد تک خود پر قابو پالیا تھا۔

"بھیڑ"۔
"تیرہ نمبر والا۔ بڑا سُؤر تھا۔ وہ مجھے مینڈک کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔ میں اپنے گاہکوں کی جا و بیجا سب کچھ برداشت کرلیتا ہوں۔ اس لیے ہنس کر ٹال دیتا تھا۔ آج ابھی دو بجے گھنٹے قبل کی بات ہے۔ میں نے اپنے کاؤنٹر پر ایک پنجرہ رکھا ہوا دیکھا۔ مجھے حیرت ہوئی۔ پنجرہ اب بھی کاؤنٹر کے پیچھے مل جائے گا اور مینڈک بھی موجود ہوں گے۔"

"کیا بک رہے ہو؟" ایک سب انسپکٹر نے اُسے ڈانٹا۔ "کیا اب تم دماغ کی خرابی کا ڈھونگ رچاؤ گے؟"

"جانیے! دیکھ لیجیے۔" شہزادہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ "پنجرے پر غلاف چڑھا ہوا تھا اور اس میں مینڈک تھے۔ جانیے دیکھیے میرا ہزاروں کا نقصان ہوا ہے۔"

"پھر وہی بکواس۔"

"ٹھیک ہے۔" حمید نے سب انسپکٹر سے کہا۔ "مینڈک میں نے بھی دیکھے تھے۔"

"میں سمجھا کہ شاید یہ اُسی حرامزادے کی حرکت ہے۔" شہزاد بولا۔ "وہ مجھے مینڈک کہہ کر چڑایا کرتا تھا۔ اس لیے میں نے غصے میں کہہ دیا تھا۔ میری جگہ جو بھی ہوتا یہی کہتا اور پھر اگر میں نے مارا بھی ہوتا تو اُسی کو جس پر مجھے شُبہ تھا۔ مگر لاش ایک ایسے آدمی کی ہے جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں بھلا کسی دُوسرے آدمی کو کیوں مارنے لگا؟ اور سنیے جناب! مجھے ذرّہ برابر بھی اس کی پروا نہیں ہے۔ میں بچّہ نہیں ہوں۔ ڈاکٹر کی رپورٹ خود ہی بتا دے گی کہ قتل کس وقت ہُوا ہے؟"

"تیرہ نمبر میں کون تھا؟" حمید نے پوچھا۔

"نام اور پتا ہوٹل کے رجسٹر سے معلوم ہو جائے گا۔" شہزاد بولا۔ "پہلے آپ اس کے پڑوسیوں سے اس کا حُلیہ پوچھ لیجیے۔ میں اس وقت سے اب تک آپ کے ساتھ رہا ہوں۔ اس لیے آپ یہ بھی نہ کہہ سکیں گے کہ میں نے اپنے کرائے داروں کو کچھ سمجھا دیا ہے۔"

"مجھے منطق نہ پڑھاؤ۔" حمید نے خُشک لہجے میں کہا۔ "جتنا پوچھا جائے اس سے زیادہ نہ بکو۔"

حمید اُسے وہیں چھوڑ کر پھر دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں اس نے دُوسرے کمروں کے کرایہ داروں سے پوچھ گچھ شروع کی اور سب نے یہی کہا کہ لاش اس آدمی کی نہیں ہے، جو اس کمرے میں چار بجے شام تک دیکھا گیا ہے۔ مرنے والا کوئی بھی رہا ہو، لیکن

حمید کو اس کے مرنے پر افسوس تھا۔ افسوس یوں تھا کہ وہی ایک ایسا آدمی تھا جس کے ذریعے لیونارڈ تک رسائی ممکن تھی۔ حمید نے پہلی ہی نظر میں اس بڑے خسارے کا اندازہ کر لیا تھا۔ مرنے والے کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں اور ہاتھوں کی چھوٹی انگلیاں تیسری انگلیوں کے برابر تھیں اور اس کی گھنی مونچھیں نقلی ثابت ہُوئی تھیں لیکن گلوریا نے کیو اس ہوٹل کا نام نہیں لیا تھا۔ اس نے کوئی دُوسرا پتا بتایا تھا، جو اَب اُسے یاد نہیں رہ گیا تھا، لیکن فریدی کو اس نے پتا نوٹ کرا دیا تھا۔ پھر فریدی کیا کر رہا تھا؟ حمید کافی دیر تک اوپری منزل کی راہداری میں کھڑا سوچتا رہا۔ اسی رات کو فریدی نے تین کام اس کے سپرد کیے تھے۔ تیسرا کام اُس نے اس وقت انجام دیا تھا۔ یعنی مینڈکوں کا پنجرہ کیو اس ہوٹل کے کاؤنٹر پر رکھ کر ردِّ عمل کا انتظار کرنا۔

+

ٹھیک تین بجے حمید گلوریا کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ آنے پر مُصر تھی لیکن اُسے بہت سختی سے روک دیا گیا۔ سرِ داس بلڈنگ کے پندرھویں فلیٹ کا دروازہ باہر سے مقفل نہیں تھا۔ حمید سمجھا شاید اندر کوئی ہو۔ اس نے دستک دینے کے خیال سے دروازے پہ ہاتھ رکھا اور دروازہ کُھل گیا، یعنی وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اندر تاریکی تھی۔ حمید نے ٹارچ روشن کی۔ پورا فلیٹ سنسان پڑا تھا۔ یہاں تین کمرے تھے اور تینوں کا سامان بے ترتیبی سے بکھرا پڑا تھا۔ کئی جگہ جلے ہُوئے کاغذات کے ڈھیر بھی نظر آئے۔ اچانک حمید قدموں کی آہٹ سُن کر چونک پڑا۔

"ڈرو نہیں فرزند!" اُسے فریدی کی آواز سُنائی دی۔ وہ قریب آ کر بولا۔ "چوٹ ہوگئی۔ تم نے بہت دیر کی۔ اگر یہ کام دو دِن قبل ہوگیا ہوتا تو اس کی نوبت نہ آتی اور اب ہم ایک بار پھر اندھیرے میں ہیں۔"

"ہمارے مقدّر میں اُجالا تھا ہی کب۔" حمید غُرّایا۔ اُسے وہ چوٹ یاد آئی جس کا نشیمن اُس کے جبڑے پر بنا تھا۔ اُسے وہ غبارہ یاد آیا جس کا کڑوا کسیلا پانی اس کے حلق کے نیچے اُتر گیا تھا۔

"ہاں! ہو سکتا ہے۔" فریدی خُشک لہجے میں بولا۔ "چلو اب یہاں کیا رکھا ہے؟ میں سب کچھ دیکھ چکا ہوں اور اب یہ بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ لیونارڈ نے اپنا کیس بگ ریکارڈ روم سے کیوں اُڑوا لیا ہے؟"

حمید کچھ نہ بولا۔ ویسے وہ اُس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔

وہ دونوں فلیٹ سے نکل آئے، لیکن اچانک حمید نے محسوس کیا جیسے اندھیرے میں فریدی کسی پر جھپٹا ہو۔

حمید جہاں تھا وہیں رُک گیا۔ راہداری تاریک پڑی تھی۔ اس کے باوجود بھی اُسے کامل یقین تھا کہ فریدی وہاں موجود نہیں ہے۔ اچانک اُسے تھوڑے ہی فاصلے پر فائر کی آواز سُنائی دی، اور اب اُسے خطرے کا احساس ہُوا۔ اس کے قدم بڑی تیزی سے زینوں کی طرف بڑھنے لگے۔ آواز یقیناً نیچے ہی سے آئی تھی۔ لیکن نیچے سناٹا تھا البتہ شمال کی طرف اندھیرے میں کافی فاصلے پر کسی کار کی عقبی سُرخ روشنی نظر آ رہی تھی۔ پھر اُس نے جو کچھ بھی کیا اُس میں اس کی قوّتِ فیصلہ کو دخل نہیں تھا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھ کر اُسی سمت چل پڑا۔ جدھر کار کی عقبی روشنی نظر آ رہی تھی۔ وہ بتدریج کار کی رفتار تیز کرتا جا رہا تھا۔ اچانک عقبی سُرخ روشنی غائب ہوگئی۔ حمید برابر اسی طرف دیکھتا رہا تھا لیکن نہ تو وہ اسی بات کا اندازہ کر سکا کہ اگلی کار اچانک کسی طرف مُڑ گئی تھی۔ اور نہ یہی سمجھ سکا کہ آگے کوئی نشیب ہے۔ بس وہ روشنی یک بیک اسی اندھیرے میں گم ہوگئی جیسے کبھی اس کا وجود ہی نہ رہا ہو۔ حمید کی کار کی ہیڈلائٹس کی روشنی دُور تک سڑک پہ پھیل رہی تھی۔ اس نے رفتار کچھ اور تیز کر دی اور پھر چند ہی لمحوں کے بعد اس کی نظر ایک ایسی کار پر پڑی، جو سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ حمید نے یک لخت اپنی کار کی رفتار کم کر دی۔ لیکن یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس سے کوئی حماقت سرزد ہونے والی ہے۔ آخر کار اُس نے کار روکنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اُس نے پھر رفتار تیز کر دی۔ اور پھر وہاں سے تقریباً چار فرلانگ کے فاصلے پر نہ صرف کار روک دی بلکہ انجن بھی بند کر دیا۔ اس کا داہنا ہاتھ ریوالور کے دستے پر تھا۔ پانچ منٹ سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ ایک کار فرّاٹے بھرتی ہُوئی قریب سے نکل گئی۔ کار وہی تھی، جو حمید کو راستے میں کھڑی دکھائی دی تھی۔ مگر اس بار اس کے اندر بھی روشنی تھی اور ڈرائیو کرنے والی ہر حال میں کوئی عورت تھی۔ ایک لحیم شحیم انگریز عورت۔ اُسے پہچاننے کے لیے صرف ایک جھلک ہی کافی تھی۔ یہ مسز دارا تھی۔

*

دُوسری رات لیڈی پرکاش اپنے ایک دوست کے ساتھ ہائی سرکل نائٹ کلب میں داخل ہوئی۔ وہ اس وقت پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی اور اس کے چہرے کے اطمینان آمیز سکون سے یہ اندازہ کرنا دُشوار تھا کہ وہ آج کل ذہنی اُلجھنوں کا شکار ہے۔

کیپٹن حمید نے اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا۔ وارثر خاندان کی سب سے حسین لڑکی اس کے سامنے گرد ہو کر رہ گئی تھی۔ اُس نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی لیڈی پرکاش کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے ساڑھی بہت اچھی لگتی ہے۔" وہ حمید کے کان کے پاس گنگنائی۔

"مگر تم ساڑھی میں بھی اتنی حسین نہیں معلوم ہوگی۔" حمید بڑبڑایا۔

"ہُونہہ!" وہ بُرا سا منہ بنا کر دُوسری طرف دیکھنے لگی۔

"ارر... کیا تم بُرا مان گئیں، میں تو یُونہی چھیڑ رہا تھا تمہیں۔ کہاں تم کہاں وہ۔ مشرق اور مغرب کا فرق ہے، مگر اس وقت مجھے اپنے ڈیڈی بُری طرح یاد آ رہے ہیں۔"

"کیوں! ڈیڈی کیوں؟" لڑکی نے حیرت ظاہر کی۔

"وہ اس عورت کو دیکھ کر پاگل ہو جاتے۔"

"اپنے ڈیڈی کے لیے... بکواس کر رہے ہو۔ شٹش!"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ بڑی توجّہ سے لیڈی پرکاش کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہال میں داخل ہوتے ہی شہر کے کئی معزز لوگ اپنی کُرسیاں چھوڑ کر استقبال کے لیے آگے بڑھے تھے۔

"یہ کون ہے؟" لڑکی نے حمید سے پوچھا۔

"یہ۔ ! مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے پہلے اسے کہیں دیکھا ہے۔"

"کوئی امیر عورت معلوم ہوتی ہے۔"

"اونہہ ہوگی۔" حمید نے کہا۔ "وہ تم سے زیادہ حسین نہیں ہے۔"

ریکریئیشن ہال میں رقص کے لیے موسیقی شروع ہو گئی تھی۔ لڑکی کی ایڑیاں موسیقی کے اُتار چڑھاؤ کے مطابق فرش پہ بجنے لگیں۔

"تمہارا کوئیک اسٹیپ (رقص) کیسا ہے؟"

"میرا کوئیک اسٹیپ..."

حمید جملہ پورا نہیں کر سکا۔ ہائی سرکل نائٹ کلب کا منیجر اس پر جُھکا ہوا کہہ رہا تھا۔ "آپ کا فون ہے۔"

"فون! اُمپ!" حمید جھنجلا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے لڑکی سے کہا۔ "میں ابھی آیا۔"

حمید منیجر کے ساتھ اس کے آفس میں آیا۔ ریسیور میز پر پڑا ہُوا تھا۔

"ہیلو!"

"کون؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"حمید۔ کیپٹن حمید!"

"آہا... کپتان صاحب ہیں!" حمید نے فریدی کی آواز

پہچان لی۔

"دیکھیے کپتان صاحب۔ اس وقت وارنر کی لڑکی کو بھسکا ہی دیجیے ادھر اگر آپ اس وقت لیڈی پرکاش کو اپنا ہمرقص نہ بنا سکے تو میں آپ کو۔۔۔ کپتان صاحب۔۔۔ کیا کہوں کہ کیا سمجھنے لگوں گا۔"

"ہام!۔۔۔ اچھا۔۔۔ مگر آپ ہیں کہاں؟"

"بہت قریب۔ اس کی فکر نہ کرو۔"

حمید کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

"یہ لڑکی بہت حسین ہے جناب۔" نائٹ کلب کے منیجر نے کہا۔ "بقول شاعر۔۔۔"

"ہائیں! منیجر۔۔۔ تم ہوش میں ہو یا نہیں؟"

"تم میری لڑکیوں پر نظر رکھتے ہو۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"ارے۔۔۔ خدا کی قسم! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ کمال کر دیا ۔۔۔ واہ۔۔۔ بقول شاعر۔۔۔"

"نوپ! میں شعر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

حمید اسے کرسی میں دھکیلتا ہوا کمرے سے نکل آیا۔ لڑکی اس کی منتظر تھی۔ اس نے حمید کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھے۔

"کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اوہ کیا بتاؤں! پتا نہیں کیا بات ہے؟"

"کیا ہوا؟"

"نہ جانے کیوں یہاں پولیس بیس منٹ کے اندر ہی اندر ریڈ کرنے والی ہے۔"

"پولیس ریڈ کرنے والی ہے۔" لڑکی نے حیرت سے دہرایا۔

"ہاں مجھے فون پر ابھی اس کی اطلاع ملی ہے۔ ریڈ کا مطلب یہ ہے کہ میری ساری رات برباد ہوئی۔ پتا نہیں کتنے گھنٹے صرف ہوں۔ سارے دروازے بند کر لیے جائیں گے اور کوئی باہر نہ جا سکے گا۔"

"اوہو۔ تب پھر مجھے جانے دو۔"

"میں تنہا بور ہو کر مر جاؤں گا۔ مجھے تو بہرحال ٹھہرنا پڑے گا۔ نہیں تم نہیں جا سکتیں۔"

"نہیں کیپٹن! مجھے جانے دو۔ اگر دیر ہوئی تو ممی پریشان ہوں گی۔ ہارٹ اٹیک ہو جائے گا۔ میں کل پھر ملوں گی۔ جہاں کہو مل جاؤں۔"

"آرلکچنو میں۔ ٹھیک نو بجے۔"

لڑکی کھڑی ہو گئی اور حمید نے کہا۔ "ٹھہرو! میں بھی چلتا ہوں۔ کہیں وہ لوگ تمہیں کپاؤنڈ کے پھاٹک ہی پر نہ روک لیں۔"

حمید اسے ٹیکسیوں کے اڈے تک لایا، جو کلب سے زیادہ دور نہیں تھا۔

"کل آرلکچنو میں ضرور آنا، ورنہ لڑائی ہو جائے گی۔" حمید ٹیکسی کا دروازہ بند کرتا ہوا بولا۔

"ضرور۔ ضرور۔"

ٹیکسی چلی گئی اور حمید ایک طویل سانس لے کر پھر نائٹ کلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب لیڈی پرکاش وہاں نہیں تھی، جہاں حمید اسے کچھ دیر قبل چھوڑ گیا تھا۔ لیکن اسے یقین تھا کہ وہ باہر نہ گئی ہو گی کیونکہ ٹیکسیوں کے اڈے پر بھی اس کی نگاہ زیادہ تر کلب کے پھاٹک ہی کی طرف رہی تھی۔ وہ سیدھا ریکریئشن ہال میں چلا گیا۔ کوئیک اسٹیپ کا راؤنڈ چل رہا تھا۔ اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ آخرکار ایک جگہ گیلری میں لیڈی پرکاش اسے نظر آ گئی۔ وہ ایک میز پر تنہا تھی۔ گیلری میں بہتیری میزیں خالی پڑی تھیں۔ ورنہ حمید تو خود اسی کے ساتھ بیٹھنے کے لیے ایک عمدہ سا بہانہ تراش سکتا تھا۔ وہ مضمحل قدموں سے چلتا ہوا گیلری میں آیا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی غم آلود نرمی پھیل گئی تھی۔ آنکھوں میں اداسی کے گہرے بادل تھے۔ اس نے چاروں طرف ایک اچٹتی سی نظر ڈالی۔ میزیں خالی ضرور تھیں لیکن ان سب پر ریزرویشن کے کارڈ نظر آ رہے تھے۔ حمید چاروں طرف نگاہ دوڑاتا ہوا لیڈی پرکاش کے قریب سے گزر گیا لیکن اس نے ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا البتہ خود لیڈی پرکاش اسے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ حمید نے پوری گیلری کا چکر لگا ڈالا لیکن ایک بھی ایسی میز نہ دکھائی دی جس پر ریزرویشن کارڈ نہ ہوتا۔

واپسی میں وہ ایک بار پھر لیڈی پرکاش کے قریب سے گزرا لیکن اب وہ بڑبڑا رہا تھا۔ "کہیں نہیں۔۔۔ کہیں بھی نہیں۔۔۔ آج کہیں مرنے کے لیے بھی جگہ نہیں ملے گی۔"

لیڈی پرکاش نے ایک ایک لفظ سنا اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ جنسِ مقابل کے لیے حمید کافی کشش رکھتا تھا۔ وہ اسے گیلری کے دوسرے سرے تک جاتے دیکھتی رہی۔ حمید سرے پر رک گیا۔ کچھ دیر تک دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپائے کھڑا رہا۔ پھر بڑی تیزی سے اسی طرف مڑا جدھر لیڈی پرکاش بیٹھی ہوئی تھی۔ اتفاق سے گیلری کے اس حصے میں وہ بالکل تنہا تھی۔ حمید بڑی شاندار ایکٹنگ کر رہا تھا۔ اب اس کے قدم بڑی تیزی

سے لیڈی پرکاش کی میز کی طرف اٹھ رہے تھے اور پھر اس کے قریب پہنچ کر وہ یکلخت رک گیا۔ لیڈی پرکاش بوکھلا گئی۔

"میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔" حمید نے کسی اجڈ گنوار کی طرح بھڑ سے کہا۔

"بب۔۔۔ بیٹھیے۔" لیڈی پرکاش کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکل گیا۔

حمید ایک جھٹکے کے ساتھ بیٹھتا ہوا بولا۔ "شکریہ! جیسے ہی آپ کے ساتھی آئیں گے میں اٹھ جاؤں گا۔ ذرا دیکھیے۔ ساری میزوں پر ریزرویشن کارڈ موجود ہیں۔ میزیں خالی پڑی ہیں، کس سے اجازت لوں اور میں یہاں تھوڑی دیر بیٹھنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور۔۔۔ ضرور بیٹھیے۔" لیڈی پرکاش زبردستی مسکرائی۔ وہ کچھ مرعوب سی نظر آنے لگی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی اجنبی اس سے اس طرح بے دھڑک گفتگو کر رہا تھا، ورنہ خود اس کے روز کے ملاقاتی بھی اس سے گفتگو کرتے وقت ہکلاتے تھے، اجنبی کی تو بات ہی الگ ہے، لیڈی پرکاش کی دانست میں اس کی شخصیت اتنی متاثر کن تھی کہ جنسِ مقابل کا اس کے سامنے سے ہکلائے بغیر گزر جانا ممکنات میں سے نہ تھا۔

حمید کا لہجہ بھی ایسا تھا جیسے اسے اس کی یا اس کے حسن کی ذرہ برابر بھی پروا نہ ہو۔

"میں آپ کو بور نہیں کروں گا۔" حمید نے کہا اور رقص کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کوئیک اسٹیپ کا راؤنڈ چل رہا تھا اور پورا ہال کان پھاڑ دینے والی موسیقی سے گونج رہا تھا۔ حمید پھر لیڈی پرکاش کی طرف مڑ کر بولا۔ "جیسے ہی راؤنڈ ختم ہو گا میں اٹھ جاؤں گا۔"

"آپ بیٹھیے جناب۔" لیڈی پرکاش بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔ "میں آپ سے اٹھنے کے لیے تو نہیں کہہ رہی۔ میں اس میز پر تنہا ہوں۔"

حمید سوچنے لگا کہ اس کا ساتھی کہاں گیا؟ اور جب وہ آئی تھی تو کئی آدمی اس کے استقبال کے لیے اٹھے تھے، لیکن وہ میز پر تنہا تھی۔

"شکریہ۔" حمید نے بے پروائی سے کہا اور پھر رقص کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیڈی پرکاش اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ کوئیک اسٹیپ ہے۔" حمید برا سا منہ بنا کر بولا۔ "یا چند گھسیارے پیروں میں کھرپیاں باندھ کر گھاس چھیل رہے ہیں۔" پھر اس نے لیڈی پرکاش کی طرف مڑ کر غصیلے لہجے میں کہا۔ "یہ لڑکیاں گدھوں کے ساتھ ناچیں گی مگر میرے ساتھ نہیں ناچیں گی۔ آپ خود بتائیے۔ ایک آدمی بھی ایسا دکھائیے جو سلیقے سے رقص کر رہا ہو۔"

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ اسی لیے میں تنہا بیٹھنا پسند کرتی ہوں۔" لیڈی پرکاش بولی۔

میز پر پروگرام کی ایک کاپی پڑی ہوئی تھی، حمید اسے پلٹنے لگا۔

"لیجیے۔" اس نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔ "یہاں والٹز اور فوکس ٹروٹ بھی موجود ہیں۔ کمال ہے۔ بھلا یہاں کون ہے؟"

"آپ بہت مشتاق معلوم ہوتے ہیں۔" لیڈی پرکاش مسکرائی۔

"نہیں میں اس کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا۔ لیکن۔۔۔ ذرا آپ مجھے یہ بتائیے کیا میں صورت سے غیر مہذب یا برا آدمی معلوم ہوتا ہوں۔"

"نہیں جناب! قطعی نہیں۔" لیڈی پرکاش نے سنجیدگی سے کہا۔

"پھر آخر یہ لڑکیاں میری ہمرقص بننا کیوں پسند نہیں کرتیں۔" حمید نے جھلائے ہوئے بچے کی طرح کہا۔

اس سوال کا لیڈی پرکاش نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خود بھی اس مسئلے پر بڑی سنجیدگی سے غور کرنے لگی تھی کہ آخر لڑکیاں اس کے ساتھ رقص کرنا کیوں پسند نہیں کرتیں۔

"میں خود ہی اب کسی سے درخواست نہیں کرتا۔" حمید گردن اکڑا کر بولا۔

"آپ کیا پیئیں گے؟" لیڈی پرکاش نے پوچھا۔

"ٹھنڈا پانی۔ مجھے ذرا ذرا سی بات پر غصہ آ جاتا ہے۔"

"کون سی شراب آپ پسند کرتے ہیں۔"

"میں کسی قسم کی بھی شراب پسند نہیں کرتا۔"

"اب میں سمجھی۔" لیڈی پرکاش اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "لڑکیاں اسی لیے آپ سے دور بھاگتی ہیں۔"

"کس لیے؟"

"یہی کہ آپ کا اندازِ گفتگو کافی کھردرا ہوتا ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ رقص ختم ہو گیا۔ لوگ گیلری میں اپنی اپنی میزوں پر واپس آ گئے۔ لیڈی پرکاش نے ویٹر سے کافی طلب کی۔ قریب و دور کی کئی میزوں سے لیڈی پرکاش کے کئی شناسا حمید کو بری طرح گھور رہے تھے۔ ان میں سے کئی ایسے بھی تھے، جنہیں کچھ دیر قبل وہ رقص کی درخواست پر مایوس کر چکی تھی۔ لیڈی پرکاش نے حمید کے لیے کافی بنائی اور اس کی طرف مسکراتی ہوئی بولی۔ "اس کے بعد والٹز کے لیے موسیقی شروع ہو گی، پھر میں دیکھوں گی کہ آپ کتنا اچھا ناچتے ہیں۔"

"کیا میں تنہا ناچوں گا۔ ہوا کو ہمرقص بناؤں گا۔" حمید جھلا کر بولا۔

"نہیں۔" لیڈی پرکاش نے مسکرا کر کہا۔ "اتفاق سے مجھے بھی اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں والٹز بہت اچھا ناچتی ہوں۔"

"اچھا۔ ! دیکھوں گا ! لیکن واضح رہے کہ میری ہم رقص کسی قسم کی غلطی کرنے پر عموماً بلبلا اٹھتی ہے۔"

"کیوں ؟"

"میں اس کے پیر پر بڑی بیدردی سے پیر رکھ دیتا ہوں۔"

"فکر نہیں۔ میں غلطی کرنے والوں کی پنڈلی کی ہڈی پر ٹھوکر مارتی ہوں۔"

"اچھا... دیکھیں ہم میں سے کون جیتتا ہے۔" حمید بچوں کی طرح ہنس پڑا۔

تھوڑی دیر بعد والز کے لیے موسیقی شروع ہو گئی۔ لوگ گیلری سے اُٹھنے لگے۔ لیڈی پرکاش کا ایک شناسا اُس سے درخواست کرنے کے لیے اُٹھا ہی تھا کہ وہ حمید کا ہاتھ پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔

ایک بار پھر ہال میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ دوسری طرف گیلری میں ایک آدمی اپنے ساتھی سے پوچھ رہا تھا۔ "یہ لیڈی پرکاش کس کے ساتھ ناچ رہی ہے۔"

"کیپٹن حمید۔" اس کے ساتھی نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔ "بڑا نامی عورت خور۔ شاید تم نے بھی لیڈی پرکاش سے رقص کی درخواست کی تھی۔"

"اونہہ ختم بھی کرو یار۔" دوسرا بولا۔ "بھلا اِن باتوں کی پروا کون کرتا ہے ! وہ ہے کیا چیز ! اُس سے بہتر عورتیں میرے ساتھ رقص کرنے پر فخر کرتی ہیں اور پھر ہو سکتا ہے آج اس کا موڈ ٹھیک نہ رہا ہو۔"

دوسری طرف لیڈی پرکاش حمید سے کہہ رہی تھی۔ "واقعی آپ مشاق ہیں۔ میں مانتی ہوں۔"

"اور میں بھی یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مجھے آپ کے پیر پر پیر رکھنے کا موقع نہیں مل سکتا۔"

"آپ کہاں رہتے ہیں ؟"

"جہاں دِل چاہتا ہے رہ جاتا ہوں۔"

اچانک لاؤڈ اسپیکر چیخنے لگا۔ "لیڈی پرکاش پلیز ! فون پر آپ کی کال آئی ہے اور یہ بہت ضروری ہے۔"

لیڈی پرکاش اس طرح ایک جھٹکے کے ساتھ حمید سے الگ ہو گئی۔ جیسے یہ پیغام ان کے درمیان تلوار بن کر گرا ہو۔

حمید نے لیڈی پرکاش کی حالت میں بہت بڑا تغیر محسوس کیا۔ اس کے چہرے پر ذہنی انتشار کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"کیا مطلب ہے ؟" حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا "میری کال ہے۔"

"کون بے ہُودہ ہے، جو یہاں فون کرتا ہے۔ سارا مزہ کرکرا ہو گیا۔"

"میں ابھی آتی ہوں۔"

"نہیں ! اَب میں نہیں ناچوں گا۔"

"میں ابھی آئی۔" لیڈی پرکاش تیزی سے چلی گئی۔

مینجر اپنے آفس کے سامنے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اُسے دیکھ کر وہ خفیف سا جُھکا۔

"یور لیڈی شپ... آپ کا فون ہے۔"

"شکریہ۔ میں دیکھتی ہوں۔" لیڈی پرکاش اُس کے آفس تک چلی گئی۔

اُس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ ریسیور اُٹھاتے وقت اُس کا ہاتھ بُری طرح کانپ رہا تھا۔

"ہیلو۔"

"ہیلو ! لیڈی پرکاش۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "دریائے نیمز کی مچھلیاں۔"

"اوہ... آپ ہیں ! کیا آپ مجھے کہیں سکون نہ لینے دیں گے۔"

"تم حرکتیں ہی ایسی کر رہی ہو۔ ابھی تم کس کے ساتھ ناچ رہی تھیں۔"

"کیوں ؟ میں نے اس کا نام نہیں پوچھا۔"

"لیڈی پرکاش۔ کان کھول کر سُن لو۔ میں اپنا مطالبہ ہر صورت میں پُورا کر لوں گا، خواہ تم کسی سے بھی جوڑ توڑ کرو۔ مجھ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ضرورت پڑی تو تمہیں موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟"

"خیر ختم کرو۔" دوسری طرف سے تلخ لہجے میں کہا گیا۔ "اب میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ ویسے اس شہر میں ایک ایسا آدمی بھی ہے، جو اُن چیزوں کو چار لاکھ میں بھی خرید لے گا۔"

"دیکھیے۔ صرف ایک ہفتے کی مُہلت اور دیجیے میں انتظام کر رہی ہوں۔"

"کیپٹن حمید اور کرنل فریدی بھی اس انتظام میں شامل ہیں۔" دوسری طرف سے طنزاً پوچھا گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟ میں نے اُن دونوں کے صرف نام سُنے ہیں۔ آج تک ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یقیناً آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"لیڈی پرکاش مجھے ضد نہ دلاؤ ورنہ میں تمہاری زندگی برباد کر دوں گا۔ کیا یہ جھوٹ ہے کہ ابھی تم کیپٹن حمید کے ساتھ ناچ رہی تھیں اور وہ اب بھی ریکریئیشن ہال میں تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

"وہ کیپٹن حمید ہے۔" لیڈی پرکاش حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

"اتنا میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ مجھ تک نہ پہنچ سکیں گے، لیکن کم از کم یہ دُنیا تمہارے لیے تو جہنّم ہی بن جائے گی۔"

"کچھ بھی ہو لیکن میں آپ سے استدعا کروں گی کہ مجھے پبلک مقامات پہ نہ کال کیا کریں۔"

"لیڈی پرکاش ! تمہیں ایک ہفتے کی مُہلت اور دی جاتی ہے اور یہ آخری مُہلت ہو گی۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ لیڈی پرکاش ریسیور کو ہُک پر رکھ کر لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے ہٹی۔ اس کے چہرے پر پسینے کی بُوندیں پھوٹ آئی تھیں۔ اُس نے اپنا وینٹی بیگ کھول کر آئینہ نکالا اور پسینہ خشک کر کے جلدی جلدی میک اَپ درست کرنے لگی۔ پھر دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ مینجر وہاں موجود نہیں تھا۔ ریکریئیشن ہال میں اب سناٹا تھا۔ راؤنڈ ختم ہو چکا تھا اور رقاص گیلری میں تھے۔ اُس نے حمید کو اپنی ہی میز پر بیٹھے دیکھا تھا۔ حمید نے دُور ہی سے محسوس کر لیا تھا کہ اس کے ساتھ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے، حالانکہ وہ اپنے اضطراب کو مُسکراہٹ میں چھپانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن آنکھیں بدستور ذہنی انتشار کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔ وہ ایک طویل سانس لے کر بیٹھ گئی۔

"آپ نے بُرا تو نہیں مانا !" اُس نے حمید سے پوچھا۔

"گراں ضرور گزرتی ہیں ایسی باتیں۔"

"اوہ۔ مجھے افسوس ہے۔ ایک بہت ضروری کال تھی۔" لیڈی پرکاش نے پھر کچھ بھرّائی ہُوئی آواز میں کہا۔ حمید براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ لہٰذا اُس نے اس جملے سے تغیر کو فوراً ہی محسوس کر لیا، جو اس جُملے کو ادا کرتے وقت ان میں واقع ہُوا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر لیڈی پرکاش نے پوچھا۔

"آپ نے آج تک اپنے متعلق کچھ نہیں بتایا۔"

"اور نہ میں نے ابھی تک آپ کے متعلق پوچھا ہے۔" حمید نے جواب دیا۔

"آپ کون ہیں ؟ کیا کرتے ہیں ؟... اور..."

"کہاں رہتے ہیں ؟" حمید نے اس کا جُملہ پُورا کرتے ہُوئے کہا۔ "میں اس وقت ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔ ورنہ میں آپ کو ہرگز یہ نہ بتاتا کہ میں کیپٹن حمید ہوں۔ نام تو آپ نے سنا ہی ہو گا... اور میرا تعلق محکمۂ سراغرسانی سے ہے۔"

لیڈی پرکاش اس کی صاف گوئی پر ششدر رہ گئی۔ مینجر کے آفس سے آتے وقت وہ سوچتی آئی تھی کہ اگر وہ کیپٹن حمید ہی ہے تو یقیناً میری ٹوہ میں ہو گا اور کبھی اپنی اصلیت نہ ظاہر کرے گا۔

حمید نے بھی اس میں تبدیلی محسوس کر لی تھی اور دفعتاً اس کا ذہن اس فون کال کی طرف متوجّہ ہو گیا جس کے اعلان پر لیڈی پرکاش مضطربانہ انداز میں اُس سے الگ ہو گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا وہ کال لیونارڈ کی طرف سے تھی ! اُس کے طریقوں سے تو وہ واقف ہی تھا۔ وہ اپنے شکار کو زیادہ سے زیادہ خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُس نے فون پر اُسے اِسی بات سے آگاہ کیا ہو کہ وہ اس وقت حمید کے ساتھ ہے۔

"میں نے آپ کا نام سُنا ہے۔" لیڈی پرکاش خشک لہجے میں بولی۔ "کیا اس طرح تعارف حاصل کرنے کا کوئی خاص مقصد تھا ؟"

"جی ہاں۔" حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہُوئے جواب دیا اور لیڈی پرکاش کے چہرے پر ایک سایہ سا آکر گزر گیا۔ لیکن آنکھوں سے بدستور انتشار ظاہر ہوتا رہا۔

"کیا مقصد تھا ؟" لیڈی پرکاش نے اپنے لہجے میں سختی پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"مقصد حاصل ہو گیا۔" حمید مُسکرا کر بولا۔ "میں نے اس وقت دو ہزار کی شرط جیتی ہے۔"

"یعنی۔"

"ایک دوست نے کہا تھا کہ آج لیڈی پرکاش رقص کے لیے کسی کی بھی درخواست قبول نہیں کریں گی۔ مُوڈ بہت خراب ہے۔ بات بڑھ گئی۔ معاملہ دو ہزار کی شرط پر پہنچ کر ختم ہو گیا اور دو ہزار میرے ہیں۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔"

حمید کُرسی سے اُٹھ کر احتراماً تھوڑا سا جُھکا اور فوجیوں کے سے انداز میں داہنی ایڑی پر گھوم کر ریکریئیشن ہال سے نکلا چلا گیا۔

محکمۂ سراغرسانی کے سارے انسپکٹر لیونارڈ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ فریدی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا اور سرکاری طور پر حمید کو ایک ایسے گروپ کے ساتھ کام کرنا تھا جس میں انسپکٹر آصف بھی شامل تھا۔ احکامات براہِ راست ڈی۔ آئی۔ جی کے آفس سے آتے تھے، اس لیے حمید دَم نہ مار سکا۔ ورنہ آصف جیسے لوگوں سے نباہ کرنا کم از کم اُس کے بس کا روگ تو نہیں تھا اور ستم یہ کہ آصف سینیارٹی کی بناء پر اس ٹولی کا انچارج بنا دیا گیا تھا۔ آصف فریدی کا

اور حمید کا پُرانا دُشمن تھا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے یہ دونوں زمین سے آسمان پر پہنچ گئے تھے۔ انسپکٹروں میں آصف سب سے سینئر تھا لیکن کارکردگی میں صفر کے برابر ہونے کی بنا پر آفیسروں کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ لیکن اس بار اپنے لیے عزت افزائی کا پروانہ دیکھ کر اُسے کافی دیر تک یقین نہیں آیا۔ ماتحتوں میں حمید کا نام دیکھ کر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ سب سے پہلے اُس نے حمید ہی کو طلب کیا۔

"حمید!"

"کیپٹن حمید!" حمید نے تصحیح کی۔

"میں بدتمیزی نہیں پسند کرتا!"

"کیپٹن حمید!" حمید ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہُوا بولا۔ "اگر آپ نے اب مجھے صرف حمید کہا تو میں آپ پر ہتکِ عزت کا دعویٰ دائر کر دُوں گا۔ سمجھے جناب۔ ڈی۔ آئی۔ جی تک مجھے کیپٹن کہہ کر مخاطب کرتے ہیں!"

"فریدی کہاں ہے؟"

"سبحان اللہ۔ کیا یہ بھی میرے فرائض میں داخل ہوگا!" حمید بُرا سا مُنہ بنا کر بولا۔

"قطعی تمہیں بتانا پڑے گا کہ فریدی کہاں ہے؟"

"کرنل فریدی!" حمید نے تصحیح کی۔

"اچھی بات ہے۔ مَیں تمہیں دیکھوں گا!"

"دِن ہی دِن دیکھیے گا رات کو مَیں عموماً نظر نہیں آیا کرتا!"

"شٹ اپ!"

"آصف صاحب! گردن پکڑ کر کھڑکی کے باہر پھینک دُوں گا! سمجھے! زبان سنبھالیے اپنی... کیپٹن کا اعزاز مجھے اس لیے نہیں ملا ہے کہ انسپکٹر صاحبان مجھ پر دھونس جمانے کی کوشش کریں۔ ویسے آپ ہم لوگوں کے انچارج بنائے گئے ہیں۔ بنے رہیے! لیکن یہ بھی اسی وقت تک ہوگا جب تک آپ شرافت سے پیش آئیں گے!"

"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ یہاں سے چلے جاؤ!"

"شکریہ!" حمید کمرے سے نکل گیا۔

اسی شام کو آصف نے اُسے کیواس ہوٹل کی نگرانی پر مقرر کر دیا۔ اُسے رات بھر کیواس ہوٹل کے صدر دروازے کی نگرانی کرنی تھی۔ لیکن اُسے معجزہ ہی کہنا چاہیے کہ حمید بارہ بجے تک ہوٹل ڈی فرانس میں وارنر کی لڑکی کے ساتھ ناچتا رہا اور پھر اس کے بعد گھر جا کر

کس جرم میں

دو لڑکے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ موٹر سائیکل پر سوار جا رہے تھے۔ چوراہے پر ایک پولیس مین نے انھیں روکا لیکن وہ رُکے بغیر ہی بڑھتے رہے۔ پولیس مین نے ان کا تعاقب کیا اور بڑی مشکل سے ایک میل دور جا کر روکنے میں کامیاب ہوگیا اور غصے سے بولا "میرے اشارے پر رُکے کیوں نہیں؟"

"بریک خراب ہو گئے ہیں۔ رُکتے کیسے؟" ایک لڑکے نے جواب دیا۔

"نمبر پلیٹ کہاں ہے؟"

"رجسٹریشن ہی نہیں ہوئی تو نمبر پلیٹ کہاں سے ملے گی!" دوسرا لڑکا بولا۔

"لائسنس دکھاؤ!" پولیس مین نے کہا۔

"ابھی تو عمر ہی کم ہے۔ لائسنس کہاں سے ملتا؟"

"تم اتنی تیزی سے کیوں جا رہے تھے؟"

"دراصل ہم نشے میں تھے اس لیے جلد گھر پہنچنا چاہتے تھے!"

"پولیس اسٹیشن چلو!"

"آخر آپ ہمیں کس جرم میں پولیس اسٹیشن لے جانا چاہتے ہیں؟" ایک لڑکا بولا۔

پھولوں سے لہو کیسے ٹپکتا ہوا دیکھوں...
آنکھوں کو بجھا لوں کہ حقیقت کو بدل دوں
حق بات کہوں گا مگر اے جرأتِ اظہار
جو بات نہ کہنی ہو، وہی بات نہ کہہ دوں
سناٹے اڑا دیتے ہیں آواز کے پرزے
یاروں کو اگر دشتِ مصیبت میں پکاروں
ملتی نہیں جب موت بھی مانگے سے تو یارب
ہو اذن تو میں اپنی صلیب آپ اٹھا لوں

سوگیا۔ دُوسری صبح اس نے آصف کے سامنے جو تحریری رپورٹ پیش کی وہ یہ تھی۔ چھ بجے شام سے چار بجے صبح تک کیواس ہوٹل کے صدر دروازے کی نگرانی کرتا رہا۔ آٹھ بجے تک کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ مَیں اس وقت تک کسی لڑکی کی آمد کا انتظار کرتا رہا جب تک کہ ہوٹل بند نہیں ہوگیا۔ لیکن ایک بھی لڑکی وہاں جاتی نہیں دِکھائی دی۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہاں لڑکیاں نہیں جاتیں اور وہ ایک تھرڈ کلاس ہوٹل ہے۔ ہوٹل بند ہو جانے کے بعد بھی مَیں صدر دروازے کی نگرانی کرتا رہا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ صدر دروازہ اب بھی اپنی جگہ پر موجود ہے، میری ذاتی رائے ہے کہ صدر دروازے سے نیک چلنی کی ضمانت طلب کرلی جانے۔"

آصف نے یہ مختصر سی رپورٹ دیکھی اور غصے میں بل کھا کر رہ گیا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ تھوڑی دیر بعد حلق پھاڑ کر چیخا۔ "مَیں اے ایس۔ پی کے سامنے پیش کروں گا!"

"ضرور کیجیے!" حمید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔ "اور آپ کی تحریر تو میرے پاس محفوظ ہی ہے۔ اس تحریر میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ مَیں رات بھر کیواس کے صدر دروازے کی نگرانی کرتا رہُوں۔ چنانچہ مَیں کرتا رہا۔ ٹھیک چار بجے گھر واپس گیا۔ نگرانی کی رِن رعایت سے واقف نہیں تھا۔ اس لیے اپنی سمجھ کے مطابق یہ رپورٹ مرتب کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہوں!"

"تم نگرانی کے مقصد سے واقف نہیں تھے!" آصف نے جھلّا کر کہا۔

"قطعی نہیں... جناب انسپکٹر صاحب!"

"کیا کچھ دن قبل کیواس میں ایک قتل نہیں ہُوا اور تم حیرت انگیز طور پر وہاں پہلے سے موجود نہیں تھے!"

"آہا... ٹھیک اب یاد آیا... لیکن دروازے کی نگرانی کا کیا مطلب تھا!"

"کیا مطلب ہو سکتا ہے! صدر دروازے کی نگرانی کا؟"

"آج رات کو مراقبہ کر کے کل جواب دُوں گا!" حمید نے بے پروائی سے کہا اور فوجیوں کے انداز میں ایڑیاں بجاتا ہُوا کمرے سے نکل گیا۔

اس وقت کمرے میں آصف اور انور کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔ ورنہ آصف کو بڑی خفت ہوتی۔ حمید کی رپورٹ اٹھا کر اس نے اس کے پُرزے پُرزے اُڑا دیے۔ وہ اس واقعے کو آگے بڑھاتا بھی تو کس بنا پر۔ حماقت خود اُسی سے ہُوئی تھی۔ اس نے حمید کو تحریری حکم دیا تھا کہ اُسے کیواس کے صدر دروازے کی نگرانی کرنی ہے، لیکن اس میں اس کا تذکرہ نہیں تھا کہ اس سے اس کا مقصد کیا ہے! اگر وہ اس معاملے کو آگے بڑھاتا تو اُسے شرمندگی ہی اُٹھانی پڑتی۔ ویسے اس حرکت کا مقصد حمید کو پریشان کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اُدھر حمید نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ اگلا پچھلا حساب اسی بار بیباق کر دے گا۔ شام کو آفس سے نکلتے وقت اُس نے محسوس کیا کہ آصف اس کی تاک میں ہے اور یہ حقیقت تھی کہ آج آصف باقاعدہ طور پر حمید کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید چھوٹی آسٹن میں تھا۔ اس لیے آصف کو ٹیکسی کرنی پڑی اور حمید نے تہیہ کر لیا کہ آج ٹیکسی ڈرائیور کو کافی فائدہ پہنچا۔ بغیر نہیں رہے گا۔ اس نے آرلیکچنو میں رُک کر تگڑا سا ناشتا کیا۔ آصف اس وقت بڑی مہارت کا ثبوت دے رہا تھا۔ حمید جب ویٹر کو ناشتے کے لیے ہدایات دے رہا تھا وہ بڑی پھرتی سے ڈائننگ ہال میں داخل ہو کر ایک قریبی کیبن میں گھُس گیا۔ حمید نے اُسے کن انکھیوں سے دیکھا۔ آرلیکچنو میں اُس نے سات بجا دیے۔ کچھ دیر تک کاؤنٹر کلرک سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہا۔ پھر وارنر کی لڑکی آگئی کیونکہ آج کل وہ دونوں آرلیکچنو میں ہی مل رہے تھے۔ سات بجے وہ آرلیکچنو سے نکلے۔ آصف بھی کیبن سے نکل کر باہر آیا۔ حمید کی کار شہر کی گلیوں کے چکر لگانے لگی۔

"کیا بات ہے!" لڑکی بولی۔ "آج تم آرلیکچنو میں رُکے نہیں!"

"روزانہ ایک ہی قسم کی تفریح کھَل جاتی ہے۔ آج کچھ اور دیکھیں گے!"

کار سڑکوں پر چکراتی رہی اور آصف ایک ٹیکسی میں اس کا تعاقب کرتا رہا۔ اُسے یقین تھا کہ حمید فریدی کے ٹھکانے سے ضرور واقف ہوگا اور روزانہ کم از کم ایک ہی بار اس سے ضرور ملتا ہوگا۔ اگر اس طرح وہ فریدی ہی کے ٹھکانے سے واقف ہوگیا تو یہ بھی اس کے لیے ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا کیونکہ ڈی۔ آئی۔ جی ہر حال میں فریدی کا سُراغ چاہتا تھا۔ آٹھ بجے حمید نے کار ایک گھٹیا سے شراب خانے کے سامنے روک دی اور لڑکی سے یہ کہتا ہُوا نیچے اُتر گیا کہ وہ اس کا انتظار کرے۔ شراب خانہ بدنام قسم کا تھا۔ آصف کو کچھ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس نے تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیکسی رُکوا دی۔ حمید شراب خانے میں داخل ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شراب خانے سے نکل کر پھر کار میں آبیٹھا۔

"کیا کرتے پھر رہے ہو تم؟" لڑکی منمنائی۔

"بس اب نہیں رکوں گا" حمید نے کہا اور کار اسٹارٹ کر دی۔ آصف کی ٹیکسی پھر اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس بار حمید نے اپنی گاڑی اُس سڑک پر ڈال دی، جو تار جام کی طرف جاتی تھی۔

"ہائیں کدھر جا رہے ہو؟" لڑکی گھبرائے ہوئے لہجے میں بولی۔ وہ شہر سے باہر نکل آئے تھے۔

"پر عافیت کرو!"

"نہیں واپس چلو!"

"پیچھے دیکھو!" حمید نے کہا۔ "ایک کار آ رہی ہے۔ اس میں ایک ایسی عورت ہے، جو مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ میں اُسے بے وقوف بنانا چاہتا ہوں!"

لڑکی مڑ کر دیکھنے لگی۔

"ہاں ہے تو!"

"بس دیکھتی جاؤ۔ تھوڑی دُور اور آگے جا کر ہم اچانک مڑیں گے اور پھر مزا آ جائے گا!"

"کیا مزا آ جائے گا! نہ جانے تم کیا بک رہے ہو؟"

"وہ عورت" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "زبردستی شادی کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے میں چار بجے شام سے اس کا پٹرول پھکوا رہا ہوں۔ کار اس کی اپنی نہیں بلکہ ٹیکسی ہے۔ اس کے میٹر نے اب تک کم از کم پچاس یا پچپن میل بنائے ہوں گے!"

حمید نے جملہ ختم کر کے کار موڑلی اور اس کا رُخ اب پھر شہر کی طرف تھا۔ سامنے سے آتی ہوئی کار زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ اچانک وہ ترچھی ہو کر حمید کی راہ میں حائل ہو گئی۔ اگر حمید یکلخت پُورے بریک نہ لگا دیتا تو ایکسیڈنٹ لازمی تھا۔ لڑکی کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا اور اس کے مُنہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ حمید نے تین چار آدمیوں کو سامنے والی کار سے کُودتے دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اُن لوگوں نے حمید کی کار کو گھیر لیا۔

"اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ اور چپ چاپ باہر نکل آؤ!" کسی نے گرج کر کہا اور اُن دونوں پر ٹارچ کی روشنی پڑی۔ حمید اپنا ہاتھ جیب تک نہیں لے جا سکا کیونکہ اس کی پیشانی سے ایک ریوالور کی نال آ لگی تھی۔

"کھینچ کر باہر نکال لو!" ان آدمیوں میں سے ایک نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

بہرحال چند ہی لمحوں میں حمید پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے کیونکہ اُسے بے قابو کر کے اُس کے ہاتھ پیر باندھے جا رہے تھے اور لڑکی قریب ہی کھڑی کانپ رہی تھی۔

محکمے کے لیے فریدی کی طرح حمید بھی غائب ہو گیا۔ دو دن ہو گئے لیکن اس کا کہیں سُراغ نہ ملا۔ آصف تو جلا ہی بیٹھا تھا۔ اُس نے وہ، وہ زہر افشانیاں کیں کہ خُدا کی پناہ۔ دو دن قبل جب وہ حمید کا تعاقب کر رہا تھا تو اُسے شہر ہی میں اس کا پیچھا چھوڑ دینا پڑا تھا۔ دفعتہً ایک جگہ ٹیکسی ڈرائیور سے اس نے پوچھ لیا کہ کتنے میل بنے ہیں اور پھر جواب میں "تیس میل" سُن کر اُسے اپنا پرس یاد آیا جس میں ہرگز اتنی رقم نہیں تھی، جو اس سے زیادہ سفر کا بار اُٹھا سکتی۔ مجبوراً اُسے تعاقب کا خیال ترک کر دینا پڑا تھا۔ حمید کے غائب ہو جانے پر اُس نے محکمے کو رپورٹ دی کہ وہ ایک انگریز لڑکی کے ساتھ تار جام کی طرف جاتا ہُوا دیکھا گیا تھا۔ تیسرے دن مسز وارنر نے اپنی لڑکی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی اور شُبہ ظاہر کیا کہ اُسے کیپٹن حمید نے اغوا کیا ہے۔ آصف کی باچھیں کھِل گئیں، کیونکہ وہ بھی اپنی رپورٹ میں ایک انگریز لڑکی کا حوالہ دے چُکا تھا۔ اس شام کے اخبارات نے اغوا کی اس سنسنی خیز خبر کی سُرخیاں نت نئے انداز میں چھاپیں اور ہاکروں نے تو آسمان سر پر اُٹھا لیا۔

گلوریا اب بھی فریدی کی کوٹھی میں مقیم تھی۔ اُس نے بھی اس اغوا کی خبر پڑھی اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ وہ بیچ بچ اپنی بہتیری توقعات حمید سے وابستہ کر بیٹھی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے؟ وہاں ٹھہرے یا چلی جائے! اُسے کوٹھی کے نوکروں کی آنکھوں میں اپنے لیے تمسخر نظر آنے لگا تھا۔ آخر اُس نے فیصلہ کیا کہ اُسے وہاں سے چلا جانا چاہیے۔ وہ آدمی جس نے اُسے اس مصیبت میں پھنسایا تھا۔ کیرس ہوٹل میں قتل کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا اب اس کی دانست میں خود اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس نے ایک بوڑھے نوکر پر اپنا ارادہ ظاہر کیا لیکن اس نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کے متعلق نوکروں کو کسی قسم کے احکامات نہیں دیے گئے تھے۔ بہرحال اُس نے اپنا سُوٹ کیس اُٹھایا اور چل پڑی۔ نوکروں نے اسے جاتے دیکھا لیکن حیرت کا اظہار نہیں کیا۔

مسز وارنر بے خبر سو رہی تھی۔ اچانک ہنگامے کی آواز سُن کر اس کی آنکھ کھُل گئی۔ اس کی دونوں لڑکیاں شاید اس سے پہلے ہی جاگ گئی تھیں۔ یہ فائروں کی آوازیں تھیں اور قریب سے ہی آتی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ساتھ ہی آدمیوں کے چیخنے کا شور بھی

سُنائی دے رہا تھا۔ وہ بوکھلا کر برآمدے میں نکل آئی۔ اور پھر حقیقت ظاہر ہونے میں دیر نہیں لگی۔ مسٹر بارن کے بنگلے پر پولیس نے ریڈ کیا تھا۔ اندر سے بھی گولیاں چل رہی تھیں۔ مسز وارنر چکرا کر دو چار قدم پیچھے ہٹ آئی۔ وہ چند لمحے اسی طرح کھڑی رہی پھر اپنی لڑکیوں سے گھبرائے ہُوئے لہجے میں بولی۔

"چلو۔۔۔ اندر چلو۔۔۔!" وہ اُنہیں اندر جانے کے لیے دھکیلنے لگی۔

"کیوں ممی؟۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے!"

"ممی کی بچی اندر چل!"

اس نے اُنہیں دھکیل کر اندر کیا اور دروازہ بند کرتے ہُوئے بڑبڑائی۔

"خدا رحم کرے!" پھر لڑکیوں کی طرف مڑ کر بولی۔ "جاؤ اپنے کمروں میں جاؤ!"

"کیوں ممی؟ مسٹر بارن!"

"چلی جاؤ!" مسز وارنر جھلا کر چیخی۔

دونوں لڑکیاں چلی گئیں۔ مسز وارنر کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی اور اس کا سینہ لوہار کی دھونکنی کی طرح پھول اور پچک رہا تھا۔ اُس نے اپنے سینے پر ہاتھوں سے صلیب کا نشان بنایا۔ کچھ دیر تک اسی حالت میں کھڑی رہی لیکن ذہنی انتشار میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ اچانک فائروں کی آوازیں آنی بند ہو گئیں اور یہ سناٹا بالکل ایسا ہی معلوم ہُوا جیسے کسی نے نزع کے انتشار کے بعد دَم توڑ دیا ہو۔ مسز وارنر ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس کے پیر بُری طرح کانپ رہے تھے۔ پھر وہ اپنے برآمدے میں بھاری قدموں کی آواز سُن کر اُچھل پڑی۔ کوئی باہر سے گھنٹی بجا رہا تھا۔ مسز وارنر بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ تین چار بار گھنٹی بجی اُس کے بعد دروازہ پیٹا جانے لگا۔ مسز وارنر اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔

"کون ہے؟" اُس نے انتہائی کوششوں کے بعد اپنے حلق سے مضمحل سی آواز نکالی۔

"پولیس!" باہر سے آواز آئی۔ "دروازہ کھولو!"

وہ آگے بڑھی اور جی کڑا کر کے دروازہ کھول دیا۔ سامنے فریدی کھڑا تھا۔ اُس کے بال بے ترتیبی سے پیشانی پر بکھرے ہُوئے تھے اور چہرے پر دو ایک جگہ گہری خراشیں نظر آ رہی تھیں، جن سے خون نکل کر جم گیا تھا۔

"کھیل ختم ہو گیا! مسز وارنر!" وہ مُسکرا کر بولا۔

"کیسا کھیل! آپ کون ہیں؟"

"تم مجھے اچھی طرح پہچانتی ہو اور کھیل بھی تمہارے لیے نیا نہیں۔ بارن کے ہتھکڑیاں لگ چُکی ہیں!"

"کیوں؟۔۔۔ کیا کیا مسٹر بارن نے!" مسز وارنر حیرت انگیز طور پر دلیر ہوتی جا رہی تھی!

"اُسے اسی بات کا تو افسوس ہے کہ وہ کچھ کر نہیں پایا!"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں عبرانی یا لاطینی زبان میں گفتگو نہیں کر رہا ہُوں!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور پھر اپنے پیچھے کھڑے ہُوئے سب انسپکٹر کی طرف مڑ کر بولا۔ "اسے بھی حراست میں لے لو۔ یہ لیونارڈ کی ایجنٹ ہے!"

"نہیں!" وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔ "یہ غلط ہے۔ میں کسی لیونارڈ کو نہیں جانتی!"

"غالباً یہ نام بھی تمہارے لیے نیا ہوگا!"

"میں کسی لیونارڈ کو نہیں جانتی!"

"آفیسر! تم اسے حراست میں لے لو!" فریدی نے سب انسپکٹر سے کہا اور اس نے بڑی بے دردی سے مسز وارنر کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگا دی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے!" مسز وارنر پاگلوں کی طرح چیخی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"کیا تم لیونارڈ سے واقف نہیں ہو؟" فریدی نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"نہیں نہیں۔ نہیں!"

"آچ۔۔۔ چھا!" فریدی چاروں طرف سے دیکھتا ہُوا بولا۔ پھر وہ ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اُسے کھول کر ایک وینٹی بیگ نکالا۔ یہ مسز وارنر ہی کا تھا۔ فریدی نے اُسے کھول کر میز پر الٹ دیا اور پھر گری ہُوئی چیزوں میں سے ایک وزیٹنگ کارڈ اُٹھا کر مسز وارنر کے چہرے کے قریب لے جاتا ہُوا بولا۔ "یہ کیا ہے؟"

وزیٹنگ کارڈ پر بڑے بڑے حرفوں میں صرف "لیونارڈ" تحریر تھا۔

مسز وارنر نے ہاتھ پیر ڈال دیے۔ اگر سب انسپکٹر نے اپنا داہنا بازو آگے نہ بڑھا دیا ہوتا تو وہ گر ہی پڑی تھی۔ مسز وارنر بے ہوش ہو چکی تھی۔

دوسرے دن شاید ہی کوئی ایسا اخبار رہا ہو، جس کے دو ایڈیشن نہ چھپے ہوں۔ "لیونارڈ کی گرفتاری" اُس دن ہاکر صرف اسی ایک سُرخی کو لیے چیختے پھر رہے تھے۔ سارے اخبارات

نے بارن اور مسز وارنر کی تصاویر شائع کی تھیں اور پوری خبر میں یہ لطیفہ سب سے زیادہ دلچسپ تھا کہ کوتوالی میں مسز وارنر اور لیونارڈ میں مار پیٹ تک کی نوبت آگئی تھی۔ بارن اس سے مُنکر تھا کہ وہ لیونارڈ ہے اور مسز وارنر پاگلوں کی طرح چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ وہ لیونارڈ ہے اور وہ وزیٹنگ کارڈ، جو فریدی نے مسز وارنر کے وینٹی بیگ سے برآمد کیا تھا اُسی کا دیا ہُوا تھا۔ اخبارات میں یہ بھی تھا کہ کیپٹن حمید ابھی تک لاپتا ہے اور کرنل فریدی کا خیال ہے کہ اس کی گم شدگی میں دراصل لیونارڈ ہی کا ہاتھ تھا۔ یہ اور بات ہے کہ ابھی تک اُس نے اپنے لیونارڈ ہونے کا اعتراف نہیں کیا۔ لیکن محکمۂ سراغرسانی کو یقین ہے کہ وہ لیونارڈ ہی ہے کیونکہ وہ اس سے کافی حد تک مُشابہ ہے۔ بعض معمولی سے فرق اس بات کا ثبوت نہیں ہو سکتے کہ وہ لیونارڈ نہیں ہے کیونکہ ایسے معمولی سے فرق پیدا کرنے پر ہر آدمی قادر ہو سکتا ہے۔ مسز وارنر کی لڑکی کے اغوا کا واقعہ بھی اِسی سلسلے کی کوئی کڑی معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں تھا کہ کرنل فریدی اب بھی مطمئن نہیں حالانکہ لیونارڈ گرفتار کیا جا چکا ہے، لیکن پھر انہیں کئی باتیں کھٹک رہی ہیں، جن کا تذکرہ اُنھوں نے اخبار نویسوں سے نہیں کیا۔ مسز وارنر کے متعلق تھا کہ اُس نے ایک اہم انکشاف کیا ہے۔ لیونارڈ اُس سے ایک کام لینا چاہتا تھا۔ اُس نے شہر کی ایک معزز عورت (جس کا نام محکمۂ سراغرسانی ظاہر نہیں کرنا چاہتا) کو بلیک میل کرنے کے لیے جال بچھایا تھا۔ اور اُس سے ایک بہت بڑی رقم کا مطالبہ کر رہا تھا۔ پروگرام کے مطابق وہ رقم مسز وارنر ہی اُس عورت سے وصول کر کے لیونارڈ تک پہنچاتی۔

*

لیڈی پرکاش کے ہونٹ بھنچے ہُوئے تھے اور وہ قہرآلود نظروں سے فریدی کو گھور رہی تھی۔ فریدی اُسی کے ڈرائنگ رُوم میں تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس نے کچھ دیر قبل کوئی غصّہ دلانے والی بات کہی ہو۔

"لیڈی پرکاش! آخر اب اس کا اعتراف کر لینے میں کیا حرج ہے؟"

"کرنل فریدی آپ ایک معزز آدمی ہیں ورنہ میری زبان سے آپ کچھ اور سُنتے۔"

"جو کچھ بھی سُنتا اُس پر قطعی افسوس نہ ہوتا۔"

"آپ عجیب ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی کافی مشغول آدمی ہوں گے۔"

"لیڈی پرکاش مَیں آپ سے اعتراف کرائے بغیر ہرگز واپس نہ جاؤں گا۔"

"کرنل فریدی۔" وہ پھر جھلا گئی۔ "مجھے اس پر مجبور نہ کیجیے کہ مَیں آپ کے آفیسروں سے آپ کی شکایت کروں!"

"اچھا۔" فریدی ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "اگر خود لیونارڈ ہی نے مقدمے کے دوران اس کا اعتراف کر لیا تو۔ اُس وقت آپ کی کیا پوزیشن ہو گی؟"

"دیکھا جائے گا۔" وہ جلدی میں کہہ ہو گئی۔ پھر فوراً ہی سنبھل کر بولی۔ "کس بات کا اعتراف کرے گا؟"

"یہی کہ وہ آپ کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔"

"وہ کیسے ہی کیوں لگا جب کہ نہ مَیں اُسے جانتی ہُوں اور نہ وہ مجھے جانتا ہے۔"

"اس کے باوجود بھی وہ دریا نا میں آپ سے ایک بڑی رقم وصول کر چکا ہے۔"

"کرنل صاحب! بس اب جائیے! میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔"

"اچھا ختم کیجیے! کیا آپ کے یہاں گراموفون ہے؟"

"کیا اُوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں آپ؟"

"اگر ہو تو ذرا منگوایئے۔ مَیں ایک ریکارڈ سُن کر واپس چلا جاؤں گا۔ یہ میری آخری درخواست ہے۔ اوہ آپ تو مجھے اس طرح دیکھ رہی ہیں جیسے آپ کو میرے صحیح الدماغ ہونے میں شبہ ہو۔"

"واقعی کرنل! مَیں نہیں سمجھ سکتی۔" لیڈی پرکاش مُسکرائی لیکن اس مُسکراہٹ میں جھلاہٹ کا عنصر بہت زیادہ تھا۔

"مجھے مایوس نہ کیجیے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

لیڈی پرکاش تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی، پھر اُس نے میز پر رکھی ہُوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ دُوسرے ہی لمحے میں ایک نوکر کمرے میں داخل ہُوا۔

"گراموفون اُٹھا لاؤ۔" اُس نے ملازم سے کہا۔

گراموفون آنے تک خاموشی رہی۔ ملازم نے گراموفون لا کر میز پر رکھ دیا۔ فریدی نے اپنے مینٹل سے ایک ریکارڈ نکالا۔ لیڈی پرکاش حیرت سے فریدی کو دیکھ رہی تھی۔ نوکر جا چکا تھا۔ فریدی گراموفون پر ریکارڈ چڑھا کر لیڈی پرکاش کی طرف مُڑا۔

"ہیلو... لیڈی پرکاش!" گراموفون سے کسی مرد کی آواز آئی۔

"جی ہاں! آپ کون ہیں؟" یہ لیڈی پرکاش ہی کی آواز تھی۔

مردانہ آواز ایک قہقہے کے ساتھ: "دریائے ٹیمز کی مچھلیوں میں سے ایک۔"

"دیکھیے... میری درخواست سُنیے۔" لیڈی پرکاش کی آواز تھی۔ "مَیں سرِدست اتنی بڑی رقم کا انتظام نہیں کر سکتی! رحم کیجیے۔"

"سر پرکاش ارب پتی ہے۔" مرد کی آواز۔

"ٹھیک ہے! لیکن مَیں اُنہیں کیا بتاؤں گی! کیا بہانہ کروں گی؟ تین لاکھ بہت ہوتے ہیں۔"

"کوشش کرو! ورنہ انجام تم جانتی ہو۔"

"مَیں سب کچھ جانتی ہُوں۔ اچھا فی الحال مجھے معاف کیجیے۔ میرے یہاں مہمان ہیں۔ مَیں پھر جواب دُوں گی۔ وہ انجام مَیں پسند نہیں کروں گی جس کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے۔"

"اچھا۔ لیکن بہت جلد۔ مَیں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔"

فریدی نے ساؤنڈ بکس اُٹھا دیا۔ اس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مُسکراہٹ تھی!۔ اور لیڈی پرکاش اس طرح ڈھیلے ڈھالے انداز میں صوفے میں دھنسی ہُوئی تھی جیسے اُسے یقین ہو کہ وہ تھوڑی دیر بعد مر جائے گی۔

"اب آپ کیا کہتی ہیں؟" فریدی نے کہا۔

لیڈی پرکاش صرف تھوک نگل کر رہ گئی۔

"مردانہ آواز کیپٹن حمید کی تھی۔" فریدی نے بے پروائی سے کہا۔

"دیکھیے، کک کرنل۔" لیڈی پرکاش جملہ پورا کرنے کی بجائے اپنی پیشانی پر پسینے کی بوندیں خشک کرنے لگی۔

"مَیں آپ کی بدنامی پسند نہیں کروں گا۔" فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔ "مَیں چاہتا ہُوں کہ اس کی نوبت ہی نہ آئے، ورنہ آپ اس ریکارڈ کے مصرف سے تو واقف ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ اُسے لیونارڈ کے مقدمے کے دوران میں عدالت میں پیش کیا جائے گا۔"

"اوہ۔ کرنل۔"

"لیکن نہیں! آپ کا ماضی خواہ کچھ رہا ہو لیکن اب تو آپ باعزّت طور پر زندگی بسر کر رہی ہیں۔ مَیں کبھی یہ نہ چاہوں گا کہ آپ سر پرکاش کی نظروں میں ذلیل ہو جائیں۔ اگر یہ ریکارڈ عدالت میں پیش کیا گیا تو مجبوراً آپ کو اُن قابلِ اعتراض تصویروں اور خطوط کا تذکرہ کرنا پڑے گا، جو لیونارڈ کے قبضے میں ہیں اور جن کی قیمت وہ تین لاکھ طلب کر رہا ہے۔"

"پھر آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میری مدد کیجیے۔"

"مَیں نے لیونارڈ کو گرفتار تو کر لیا ہے لیکن وہ اس بات کا اعتراف نہیں کرتا کہ وہ لیونارڈ ہے حالانکہ وہ لیونارڈ سے بہت کچھ مشابہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مشابہت کوئی خاص بات نہیں۔ بہتیرے لوگ دُوسروں سے مشابہ ہوتے ہیں۔"

"لیکن آپ کے پاس اس کی دُوسری نشانیاں بھی تو ہوں گی۔" لیڈی پرکاش بولی۔ "مگر فنگر پرنٹس۔ اُنہیں وہ کیسے جھٹلائے گا؟"

"یہی تو مصیبت ہے۔" فریدی نے کہا۔ "سب کچھ تھا لیکن اُس نے اپنا کیس بیگ پہلے ہی دفتر سے غائب کرا دیا تھا۔"

"خیر۔ بہرحال۔ مَیں آپ کی مدد کیسے کر سکتی ہُوں؟"

"اُس نے رقم سمیت آپ کو کہاں بُلایا تھا اور آپ کو وہاں کب جانا ہے؟"

"کل رات کو جانا تھا۔ مگر وہ تو جیل میں ہے۔"

"کہاں جانا تھا؟"

"کشالی کے میدان میں۔"

"تو آپ کل ضرور جایئے گا۔"

"کیوں؟ اب تو وہ جیل میں ہے۔"

"کسی سے کہیے گا نہیں۔" فریدی نے رازدارانہ انداز میں کہا۔ "وہ آج رات کو جیل سے فرار ہو جائے گا۔"

"میں آپ کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتی۔"

"ہُوا یہ۔ مَیں اُسے دوبارہ موقعِ واردات پر پکڑنا چاہتا ہُوں۔"

"مَیں سمجھ گئی۔"

"سمجھ گئیں نا۔" فریدی مُسکرانے لگا۔

*

لیڈی پرکاش ایک بجے رات سے دو بجے تک کشالی کے سنسان علاقے میں لیونارڈ کا انتظار کرتی رہی، لیکن وہ نہیں آیا۔ آخر وہ تھک ہار کر واپس آگئی۔ وہ اپنے ساتھ پوری رقم لے گئی تھی۔ دُوسرے دن اُسے ٹیلیفون پر پھر اُسی آدمی کی خوفناک آواز سُنائی دی جسے وہ کئی بار سُن چکی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا۔ "مَیں وہاں موجود تھا! لیڈی پرکاش۔ لیکن مصلحتاً تم سے نہیں ملا۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ میری گرفتاری کی خبر سُننے کے باوجود بھی تم وہاں کیوں آئی تھیں؟"

"کیوں کہ مَیں لیونارڈ سے اچھی طرح واقف ہُوں۔ ایک بار لندن میں بیک وقت دس عدد لیونارڈ پیدا ہو گئے تھے۔ پولیس نے دسوں کو پکڑ لیا لیکن اس کے باوجود بھی اس کی رسائی لیونارڈ

تک نہیں ہوتی۔“

”تم بہت عقلمند ہو۔ لیڈی پرکاش! چلو اس عقلمندی کے صلے میں مَیں ایک لاکھ معاف کرتا ہُوں۔ تم صرف دو ہی لاکھ لانا۔“

”شکریہ! ۔ مگر اس بار مجھے وہ تصویریں اور خطوط واپس مل جانے چاہئیں۔“

”مطمئن رہیں ایسا ہی ہوگا۔“

”مَیں کیسے یقین کرلُوں۔ پچھلی بار دیانا میں بھی تم نے مجھے دھوکا دیا تھا۔“

”اس بار ایسا نہیں ہوگا لیڈی پرکاش۔ مطمئن رہو۔“

”تو پھر میں کب آؤں؟“

”پرسوں بارہ بجے رات کو۔“

”اچھا مَیں آؤں گی۔“

دُوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔

لیڈی پرکاش نے کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر پنسل سے گھسیٹ دیا ”پرسوں بارہ بجے رات کو۔“ اور پُرزے کو مٹھی میں دبائے ہُوئے عمارت کے اس حصے میں چلی گئی جہاں کبوتر رکھے جاتے تھے۔ ایک کبوتر دوسروں سے الگ ایک پنجرے میں بند تھا۔ لیڈی پرکاش نے اُسے نکالا اور کاغذ کے پُرزے کو اس کے پیر میں پڑے ہُوئے چھلّے سے لگی ہُوئی ایک نلکی میں ٹھونس دیا۔

یہ نامہ بر فریدی ہی نے اُسے دیا تھا تاکہ وہ اُسے حالات سے مطلع کرتی رہے۔ لیڈی پرکاش نے کبوتر کو فضا میں اُچھال دیا۔ کبوتر نے بلند ہو کر عمارت کے گرد چکّر لگایا اور پھر ایک طرف اُڑتا چلا گیا۔ لیڈی پرکاش فریدی سے پُورا پُورا تعاون کر رہی تھی کیونکہ فریدی نے اُس دن اُسی کے سامنے نہ صرف وہ ریکارڈ توڑ دیا تھا بلکہ وعدہ کیا تھا کہ لیونارڈ کے پاس اُس کے لیے بلیک میلنگ کا جو کچھ بھی سامان ہوگا کسی کو دِکھائے بغیر ضائع کر دیا جائے گا۔

●

رات تاریک تھی ۔۔۔ اور کمشالی کا لق و دق میدان صد درجہ ڈراؤنا معلوم ہو رہا تھا لیکن ایک عورت اُس رونگٹے کھڑے کر دینے والے ماحول میں بے خوف و خطر لیونارڈ جیسے خطرناک آدمی کا انتظار کر رہی تھی۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہُوا تھا اور کسی وقت بھی بارش ہوسکتی تھی۔ لیڈی پرکاش بارہ سے ایک تک انتظار کرتی رہی لیکن کوئی نہ آیا۔ آخر اُسے سوچنا ہی پڑا کہ لیونارڈ خاک اندیشی سے کام لے رہا ہے۔ ہر ہر طرح اپنا اطمینان کرنا چاہتا ہے۔ ممکن ہے وہ آتے ہی نہ آئے۔ لیکن سارا میدان تو سنسان پڑا تھا۔ اگر فریدی وعدہ لیونارڈ کی تاک میں ہے تو کم از کم وہ تو یہاں موجود ہی ہوگا۔ لیڈی پرکاش اپنی کار میں بیٹھ گئی۔ اس وقت حقیقتاً اس کے پاس دو لاکھ کی رقم بڑے نوٹوں کی شکل میں موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد اُسے یہ سوچ کر خوف محسوس ہونے لگا کہ کہیں کوئی دُوسرا ہی اُسے نہ لُوٹ لے۔ لیڈی پرکاش نے بے تحاشا کار اسٹارٹ کی اور پُوری تیز رفتاری سے اُسے سڑک تک لائی۔ سڑک سنسان پڑی تھی۔ وہ رفتار تیز کرتی جا رہی تھی۔ اچانک اُس نے محسوس کیا کہ ایک دُوسری کار بھی بالکل اُسی کار کے برابر چل رہی ہے۔ لیڈی پرکاش کے ہاتھ پیر پھُول گئے۔

”لیڈی پرکاش!“ دوسری طرف کی کار سے آواز آئی۔ بولنے والا لہجے کے اعتبار سے انگریز معلوم ہوتا تھا اور اس نے اُسے انگریزی ہی میں مخاطب کیا تھا۔

”ہاں مَیں ہُوں۔“ لیڈی پرکاش سہمی ہُوئی آواز میں بولی۔

”گاڑی روک دو۔ مَیں مطمئن ہُوں۔“ دُوسری طرف سے آواز آئی۔

لیڈی پرکاش نے رفتار کم کر دی۔

دُور اندیش

میکنا مارا، ڈینٹل سرجن کی کلینک میں سرجری والی کرسی پر بیٹھ کر اپنے نوٹ گننے لگا تو ڈاکٹر نے کہا ”پیشگی ادائیگی کی ضرورت نہیں ہے جناب!“

”میں جانتا ہوں ڈاکٹر!“ میکنا مارا نے سنجیدگی سے کہا ”مگر اس سے پہلے کہ میں دانت نکلنے سے بے ہوش ہو جاؤں، اپنی رقم گِن لینا ضروری سمجھتا ہوں۔“

ضروری ہدایت

گنگارام پہلی مرتبہ ایک ماہر نفسیات کے پاس گیا اور کہنے لگا ”اکثر اوقات میری یادداشت بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں آپ کی کیا ہدایات ہیں؟“

”بس ایک ہی ہدایت ہے کہ میری فیس پیشگی ادا کر دیا کرو۔“

”اندر کی لائٹ جلا دو۔“ دُوسری کار سے آواز آئی۔

لیڈی پرکاش نے اپنی کار کے اندر روشنی کر دی اور پھر بریک لگا کر انجن بند کر دیا۔ دوسری کار بھی رُک گئی اور اُس پر سے ایک آدمی اُترا۔

”رقم کہاں ہے؟“ اُس نے پوچھا۔

لیڈی پرکاش نے پچھلی سیٹ پر پڑے ہُوئے چمڑے کے تھیلے کی طرف اِشارہ کیا۔

اُس نے اُسے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

”ٹھہرو۔“ لیڈی پرکاش بولی ”میری چیزیں میرے سپرد کیجیے۔“

لیکن وہ پچھلی سیٹ سے تھیلا اٹھا چکا تھا۔ اُس نے اُسے اپنی کار میں ڈالتے ہُوئے کہا ”لیڈی پرکاش! میرے پاس سب کچھ محفوظ ہے۔ ایسی جلدی بھی کیا؟ مَیں ابھی یہاں بہت دِنوں تک قیام کروں گا۔“

”اوہ مجھے بدستور بلیک میل کرتے رہو گے۔“

”نہ نہ! ہرگز نہیں لیڈی پرکاش۔ تم بہت معزز عورت ہو۔ مَیں نے مجبوراً تمہیں تکلیف دی ہے۔ اب مَیں تمہارا دوست ہُوں! آئندہ ہم دوستوں کی طرح ملیں گے اور تم اُونچے حلقوں میں میرا تعارف کراؤ گی۔“

”مَیں سمجھی۔“ لیڈی پرکاش ایک طویل سانس لے کر بولی۔ ”یعنی مجھے چارا بنا کر دُوسروں کو شکار کرو گے اور مَیں مجبوراً تمہاری آلۂ کار بنی رہُوں گی۔“

”تم بہت ذہین ہو لیڈی پرکاش! اچھا شب بخیر۔ بہت جلد تم سے ایک معزز آدمی کی حیثیت میں تمہارے گھر ہی پر ملاقات کروں گا۔“

”ٹھہرو پیارے۔“ قریب ہی سے ایک تیز قسم کی سرگوشی سُنائی دی اور لیونارڈ بیساختہ اُچھل کر مڑا۔ لیڈی پرکاش کی کار کی اشٹین کے قریب ایک آدمی کھڑا تھا۔ لیکن تاریکی کی وجہ سے پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔

”میرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔ لیونی فارننگ۔“ نووارد بولا ”اور اُس کا رُخ تمہاری ہی طرف ہے۔ اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھا لو۔“

لیڈی پرکاش نے فریدی کی آواز صاف پہچان لی اور اس کا دِل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

لیونارڈ نے دیوانوں کی طرح فریدی پر چھلانگ لگائی۔ فریدی بڑی پھُرتی سے پیچھے ہٹ گیا اور لیونارڈ مُنہ کے بل نیچے چلا آیا۔ فریدی نے آگے بڑھ کر اپنا ایک پیر لیونارڈ کی پُشت پر رکھ دیا۔

”تم جسمانی طور پر زیادہ طاقت ور نہیں ہو۔ لیونارڈ۔“ فریدی نے پُرسکون لہجے میں کہا لیکن دُوسرے ہی لمحے میں اُسے اپنے اس جملے پر شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ اس کی ٹانگ اب لیونارڈ کی گرفت میں تھی اور وہ خود زمین پر تھا۔

لیونارڈ کسی پاگل کُتّے کی طرح فریدی کو بھنبھوڑ رہا تھا۔ اچانک اس کی گردن فریدی کی گرفت میں آگئی اور ساتھ ہی ایک گھونسے نے جو اس کی ناک پر پڑا اُسے بدحواس کر دیا۔ پھر لیڈی پرکاش نے ایک دِل ہلا دینے والا منظر دیکھا۔ وہ ہاتھ میں ٹارچ لیے اُن دونوں پر روشنی ڈال رہی تھی۔

”لیونارڈ۔“ فریدی اس کی ٹانگ مروڑتا ہُوا کہہ رہا تھا۔ ”اب تم کبھی جیل خانے سے نہیں بھاگ سکو گے۔“

لیونارڈ کی چیخ دُور تک سناٹے میں لہراتی چلی گئی۔ پھر دُوسری چیخ اور اس کے بعد وہ بے ہوش ہوگیا۔ فریدی نے اس کے دونوں پیر گھٹنوں سے اُتار دیے تھے۔

”لیڈی پرکاش۔“ فریدی سیدھا کھڑا ہوتا ہُوا بولا۔ ”مَیں آپ کا مشکور ہُوں۔“

”کیا آپ نے اس کے دونوں پیر توڑ دیے ہیں؟“

”ہاں لیڈی پرکاش اور یہ اب زندگی بھر پیروں کے بل کھڑا نہ ہو سکے گا۔ مَیں اپنے دُشمنوں کو جان سے نہیں مارا کرتا۔ ایسا کرنے سے انتقام کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔“

”انتقام! کیا پچھلے دِنوں آپ پر اسی نے حملہ کیا تھا؟“

”ہاں! اس کے علاوہ اور کون کرتا؟ اس کی گاڑی سے اپنا تھیلا اُٹھا لیجیے۔ اچھا شب بخیر۔ آپ کی چیزیں حاصل ہوتے ہی آپ تک پہنچا دی جائیں گی۔ مطمئن رہیے۔ کسی کو اُن کی ہَوا بھی نہ لگنے پائے گی۔ اچھا ٹاٹا۔“

لیڈی پرکاش نے لیونارڈ کی کار سے تھیلا اُٹھایا اور چند لمحے کھڑی فریدی کو دیکھتی رہی اور پھر اپنی کار میں بیٹھتی ہُوئی بولی ”مَیں مرتے دَم تک آپ کی احسان مند رہوں گی۔“

”اس کی ضرورت نہیں لیڈی پرکاش۔“ فریدی نے نرم لہجے میں کہا!

لیڈی پرکاش کی کار فراٹے بھرتی ہُوئی اندھیرے میں غائب ہوگئی۔

*

”یار کیا تماشا بنا رکھا ہے تم نے۔“ ڈی۔ آئی۔ جی فریدی پر جھلا گیا۔

”کتنے لیونارڈ پکڑو گے؟“ اُسے سوتے سے اٹھ کر آنا پڑا

تھا۔ رات کے تین بجے تھے۔

"اب ایک بھی نہیں پکڑوا سکا۔ جناب! یہ آخری تھا۔"

"آخر یہ ہے کیا؟ ایک کو تم نے جیل میں ٹھونس رکھا ہے اور اب یہ دُوسرا۔ جب تمہیں یقین نہیں تھا تو تم نے بارن کو خوامخواہ کیوں ذلیل کیا؟ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ وہ محکمے پر مقدمہ قائم کر دے گا۔ سفارتی پیمانے پر ہمارے خلاف کارروائی ہوگی۔"

"اگر بارن نے اس کی جرأت کی تو مَیں اس کی ہڈیاں توڑ دُوں گا۔" فریدی نے کافی سنجیدگی سے کہا اور ڈی۔آئی۔جی ہتھے سے اُکھڑ گیا۔

"غیر ذمّے دارانہ گفتگو سے پرہیز کیا کرو۔"

"مَیں ٹھیک عرض کر رہا ہُوں۔" فریدی مُسکرایا۔ "بے چارا حمید ہر حال میں بے چارا ہے، جس طرح دِل چاہے اُسے استعمال کیجیے۔"

"کیا مطلب؟"

"بارن دراصل آپ کا پُرانا خادم حمید ہے۔ کچھ دن تک مَیں نے بھی بارن کا رول ادا کیا ہے اور اُس مخصوص موقعے کے لیے حمید پر بارن کا میک اَپ کر دیا تھا۔"

"مَیں کچھ نہیں سمجھا۔"

"شروع سے عرض کرتا ہُوں۔" فریدی نے کہا اور اپنی جیبیں ٹٹول کر رہ گیا۔

"اوہ۔ سُلگا لو سگار۔" ڈی۔آئی۔جی مضطربانہ انداز میں بولا۔ "تمہارے لیے اجازت ہے۔ تم میرے سامنے سگار پی سکتے ہو۔ بہت پہلے کہہ چُکا ہُوں اور بیان جاری رکھو۔"

"شکریہ۔ مَیں نے آٹھ گھنٹے سے سگار نہیں پیا۔" فریدی سگار سُلگاتا ہُوا بولا۔ اُس نے دو تین کش لیے اور پھر بولا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ داستان کہاں سے شروع کروں؟ ویسے اگر مَیں اتنا پیچیدہ راستہ نہ اختیار کرتا تو لیونارڈ تک پہنچنا محال ہو جاتا۔ لیکن اس وقت یہ اس طرح پکڑا گیا ہے، جیسے کوئی چوہا چوہے دان میں آ پھنسے۔ بہرحال لیونارڈ کے کیس بیگ سے اس داستان کا آغاز ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ریکارڈ رُوم سے اپنا کیس بیگ غائب کرا دینے کے بعد ہی سے اس نے مجھ پر حملے شروع کیے تھے۔ کیس بیگ غائب کرانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ لیونارڈ اس بات سے صرف اُن ایجنٹوں سے رابطہ قائم کر لے جن تک میری پہنچ نہیں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ مجھے جن ایجنٹوں کا علم تھا میں نے ان کا حوالہ اپنی رپورٹ میں دیا تھا اور رپورٹ کیس بیگ میں محفوظ تھی لیکن دو تین نام ایسے بھی تھے جن کا حوالہ دینا بُھول گیا تھا۔

لیونارڈ ان ہی لوگوں سے اس بار کام لیتا رہا ہے۔ وہ کُل تین تھے۔ اُن میں سے ایک کیوا اس ہوٹل میں قتل کر دیا گیا اور بقیہ دو کو اس وقت تک سارجنٹ رمیش نے گرفتار کر لیا ہوگا۔ لیونارڈ کے گرد اپنا جال مضبوط کرنے کے لیے مجھے بہت کچھ کرنا پڑا ہے۔ اس کا جو ایجنٹ کیوا اس میں قتل کیا گیا تھا اُسی نے مجھ پر اس لڑکی گلوریا کے فلیٹ سے گولی چلائی تھی اور پھر اُسے گلوریا نے اس کی غیر معمولی قسم کی اُنگلیوں کی وجہ سے پہچان لیا۔ لیونارڈ کو شاید اس کی خبر ہوگئی اور اس نے اُسے قتل ہی کرا دیا۔ کیوا اس ہوٹل کے جس کمرے میں اس کی لاش پائی گئی تھی وہاں لیونارڈ کا ایک دُوسرا ایجنٹ مقیم تھا اور اس کے متعلق مجھے شبہ تھا کہ وہ لیونارڈ کی قیام گاہ سے واقف ہے لہٰذا مَیں بہت قریب سے اس کی نگرانی کرتا رہا۔ دُوسری طرف ایک دُوسرے چکر میں بھی تھا۔ اسکیم یہ تھی کہ میں ایک دُوسرا لیونارڈ بھی پیدا کروں جو لیڈی پرکاش سے رقم وصول کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے لیے مَیں نے دِیدہ و دانستہ لیونارڈ کی ایک ایسی ایجنٹ عورت کا انتخاب کیا جس کا حوالہ مَیں اپنی رپورٹ میں دے چُکا تھا۔ مسز وارنر اور پھر مَیں اس سے بڑے ڈرامائی انداز میں مِلا۔ مَیں بارن کے میک اَپ میں تھا۔ یعنی مَیں نے قریب قریب خود کو لیونارڈ کا ہمشکل بنا لیا تھا۔ پھر مَیں نے مسز وارنر کو یقین دلایا کہ مَیں ہی لیونارڈ ہُوں۔"

فریدی نے وہ طریقہ بتایا جس سے اُس نے مسز وارنر سے تعارف حاصل کیا تھا اور ڈی۔آئی۔جی بے اختیار مُسکرا پڑا۔

فریدی نے بیان جاری رکھتے ہُوئے کہا۔ "مَیں دراصل اُس دن دو مختلف قسم کے جال بچھانا چاہتا تھا۔ ایک تو بحیثیت بارن مسز وارنر سے تعارف حاصل کرنا اور دُوسرا اُوہ اور زیادہ دلچسپ ہے لیکن حمید کا مُوڈ بِگڑنے کے بعد بہت زیادہ خراب ہو گیا تھا اس لیے اُس نے میرے بتائے ہُوئے دُوسرے کام پر اُسی وقت لعنت بھیج دی۔ ورنہ شاید لیونارڈ اُسی رات کو پکڑ لیا گیا ہوتا۔ پہلے عرض کر چُکا ہُوں کہ کیوا اس ہوٹل والے ایجنٹ پر مجھے شبہ تھا کہ وہ لیونارڈ کے ٹھکانے سے واقف ہے۔ دُوسرا طریقہ جو مَیں نے اختیار کرنا چاہا تھا۔ اگر حمید نے اُس پر اُسی رات عمل کر ڈالا ہوتا تو وہ ایجنٹ لیونارڈ کے پاس جانے پر مجبور ہو جاتا اور مَیں اس کا تعاقب کرکے لیونارڈ تک پہنچ جاتا۔"

فریدی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد مینڈکوں کے پنجرے والا لطیفہ دُہرایا۔

"لیکن اس بے تکی حرکت کا مقصد؟" ڈی۔آئی۔جی بولا۔

"مَیں عمداً ایسی بے تکی ہی حرکتیں کرتا ہُوں۔" فریدی کا لہجہ قدرے ناخوشگوار ہو گیا، لیکن اس نے فوراً ہی خود کو سنبھال کر ہنستے ہُوئے کہا۔ "کیوا اس کے مالک کو صفائی کا خبط ہے اور وہ اسٹاف پر بُری طرح گرتا ہے۔ ٹیک کر بیٹھتا ہے کہ بعض اوقات دُور سے دیکھنے پر پہلی نظر میں کوئی بہت بڑا مینڈک معلوم ہوتا ہے۔ لیونارڈ کا ایجنٹ اُسے مینڈک کہہ کر چِڑایا کرتا تھا۔ ایک بار دونوں میں اسی بات پر جھگڑا بھی ہو گیا تھا۔ مَیں نے یہ ماجرا دیکھ کر ہی وہ اسکیم مرتّب کی تھی۔ بہرحال اِدھر مینڈکوں والا ہنگامہ برپا ہُوا اور اِدھر مَیں نے لیونارڈ کے ایجنٹ کو فون کیا لیکن جواب نہ مِلا۔ تدبیر یہ تھی کہ مَیں اُسے اس ہنگامے کی اطلاع دیتے ہُوئے بتاتا کہ شہزاد چِڑا رہا ہے کہ اس کے کمرے کی طرف آ رہا ہے۔ اُسے شبہ ہے کہ پنجرے میں مینڈک وہی لایا ہے۔ مَیں اُسے یہ بھی بتاتا کہ مَیں بھی اُسی ہوٹل کا ایک کرائے دار ہُوں اور نہیں چاہتا کہ اُسے کوئی گزند پہنچے پھر وہ جس راستے سے بھی نکل کر بھاگتا اُس کی مڈبھیڑ حمید سے ضرور ہوتی۔ ویسے بے چارے حمید کو ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ مینڈکوں والی حرکت کا مقصد کیا تھا؟ لیکن وہ اسکیم ناکام رہی۔ میرا خیال ہے کہ وہ حمید کو وہاں دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ اُسی کی حرکت ہوگی اور پھر بدحواسی میں وہ لیونارڈ کی قیام گاہ ہی کا رُخ کرتا۔"

"لیکن خود کو لیونارڈ پوز کرنے میں کیا مصلحت تھی؟"

"مقصد محض یہ تھا کہ لیونارڈ کو ذہنی انتشار میں مبتلا کیا جا سکے۔ مسز وارنر کے ذریعے مَیں نے تھوڑی سی بلیک میلنگ بھی کی ہے اور مسز وارنر میرے ہی کہنے پر لیڈی پرکاش کے گرد منڈلاتی رہی ہے۔ مَیں نے بحیثیت لیونارڈ شہر کے بعض چُھٹے ہُوئے بدمعاشوں سے بھی رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ لیونارڈ کے دونوں ایجنٹ میرے چکر میں رہنے لگے اور لیونارڈ کی توجہ کچھ دِنوں کے لیے فریدی کی طرف سے ہٹ گئی اور پھر اُس کے ایجنٹوں نے کئی بار فریدی کو بھی نقلی لیونارڈ کے بنگلے کے آس پاس منڈلاتے دیکھا اور پھر اُنھوں نے ایک دن یہ بھی دیکھا کہ نقلی لیونارڈ یا بارن نے ایک دن اپنے بدمعاشوں کی مدد سے کیپٹن حمید اور وارنر کی لڑکی کو اغوا کر لیا اور یہ بات بھی لیونارڈ کے نوٹس میں آئی کہ مسز وارنر نے اسی لڑکی کے اغوا کے الزام میں حمید کے خلاف رپورٹ درج کرائی ہے۔ لیونارڈ سچ مچ بوکھلا گیا۔ اُس نے میری طرف سے بالکل توجہ ہٹا لی اور سارا زور بارن پر صرف کرنے لگا۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں نقلی لیونارڈ لیڈی پرکاش والی رقم پر نہ ہاتھ صاف کر جائے۔ پھر جب حمید کو مَیں نے بارن بنا کر جیل خانے میں پہنچا دیا تو لیونارڈ کو ایک گونہ اطمینان ہُوا اور اُس نے پہلے مجھ سے نمٹنے کی بجائے یہی بہتر سمجھا کہ لیڈی پرکاش سے جتنی جلدی ہو سکے رقم وصول کر لے اور پھر جناب آپ کا یہ خادم دوبار مرتے مرتے بچا ہے۔" فریدی خاموش ہو کر مُسکرانے لگا۔

"کیوں؟ کیسے؟" ڈی۔آئی۔جی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کسی کار کی اسٹپنی میں دو تین گھنٹے تک بند رہنے کا اتفاق ہُوا ہوتا تو آپ صحیح اندازہ کر سکتے۔ میں دو راتیں اسی قسم کی حرکت کر چُکا ہُوں۔ لیڈی پرکاش کی اسٹپنی میں گُھس کر بیٹھنا اور وہ بھی اس طرح کہ لیڈی پرکاش کو خبر نہ ہو۔ وہ لیونارڈ کی مطلوبہ رقم لے کر کسٹالی کے میدان میں گئی تھی۔ پہلی رات لیونارڈ نے اس کے قریب آنے کی ہمت نہیں کی اور اُسے یونہی واپس آنا پڑا۔ غالباً لیونارڈ یہ دیکھتا رہا ہوگا کہ کہیں پولیس بھی تو کسٹالی کے میدان سے دلچسپی نہیں لے رہی ہے اور رات وہ اچھی طرح اپنا اطمینان کر لینے کے بعد لیڈی پرکاش سے مِلا لیکن اس کی موت لیڈی پرکاش اپنے ساتھ لیے پھر رہی تھی۔ مَیں نے لیڈی پرکاش کی کار کی اسٹپنی سے نکل کر لیونارڈ پر حملہ کر دیا۔ یہ ہے پُوری داستان۔"

"اور اس بار پھر تم نے تنہا ہی سب کچھ کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"مجبوری تھی جناب۔ کسی کار کی اسٹپنی اتنی بڑی نہیں ہوتی کہ اس میں بیک وقت دو آدمی سما سکیں اور بھیڑ بھاڑ کا انجام تو آپ جانتے ہی ہیں۔ پولیس کی مدد سے مَیں اُسے لاکھ برس بھی گرفتار نہ کر سکتا۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ اچانک ایک سرکاری ڈاکٹر کمرے میں داخل ہُوا۔

"اس کے دونوں پیر شاید ہمیشہ کے لیے بے کار ہو گئے ہیں اور اس طرح اُکھڑے ہیں کہ بیٹھانا قریب قریب ناممکن ہے۔ شاید اب وہ پیروں کے بل کبھی کھڑا نہ ہو سکے۔"

ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر فریدی مُسکرا کر بولا۔

"اب لیونارڈ خود ہی عدالت سے پھانسی کی استدعا کرے گا۔ شاید وہ اپاہج ہو کر زندہ رہنا پسند نہ کرے۔"

فریدی خاموش ہو کر فرش کی طرف دیکھنے لگا۔

ڈی۔آئی۔جی نے اس پر ایک اُچٹتی سی نظر ڈالی اور جانے کیوں خود بخود کانپ کر رہ گیا۔

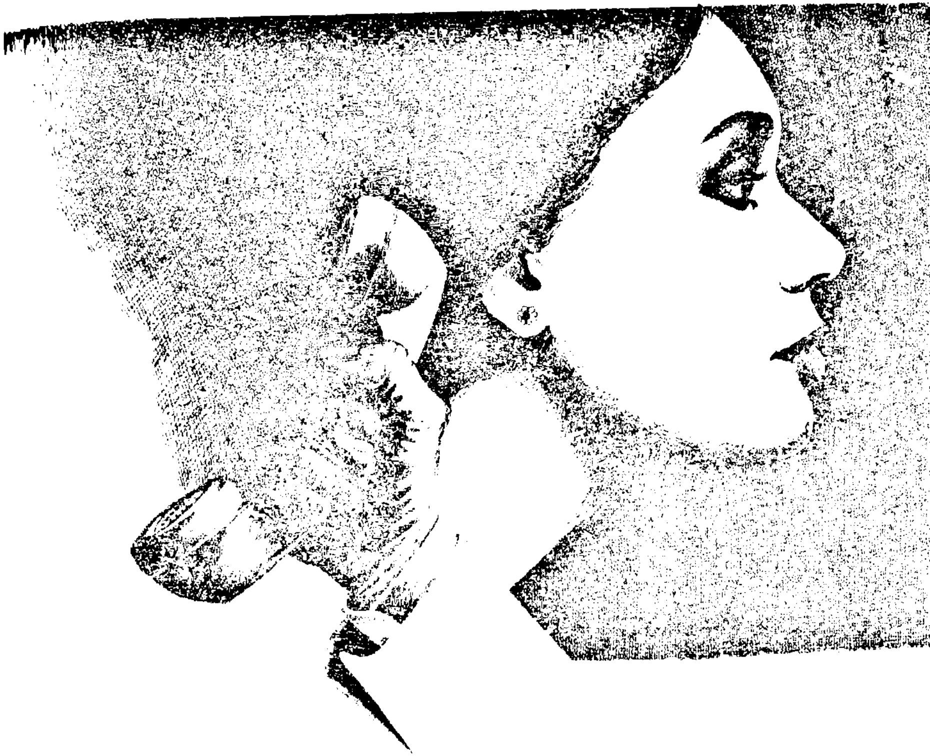

ابن صفی

آپ کے محبوب اور ہردلعزیز مصنف
ابن صفی کی
مقبول عام تحریر
جو کبھی مٹ نہیں سکتی۔
ابن صفی

کا ایک مکمل ناول

نادر محل ایک بہت پُرانی عمارت تھی اس کے بعض حصّے ٹوٹ کر کھنڈر میں تبدیل ہو گئے تھے، لیکن اس کے باوجود بھی صحیح وسالم حصّوں میں پہنچنے کے لیے صدر دروازے کا قفل کھولنا ضروری تھا یا پھر دوسری صورت یہ ہو سکتی تھی کہ بیس بائیس فٹ اونچی دیواریں پھلانگی جائیں۔

یہ عمارت پچھلے دَور کی یادگار تھی اور شہر کے اس حصّے میں آباد تھی جسے آج بھی پُرانے شہر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہاں کی سبھی عمارتیں پُرانی اور مرمّت طلب تھیں لیکن بہت کم ایسی تھیں جو آباد نہ ہوں۔ غیر آباد عمارتوں میں نادر محل بھی تھا۔ ایک دن آس پاس والوں کو معلوم ہُوا کہ نادر محل بھی کرائے پر اُٹھ گیا ہے۔ اس کے مالکان نئے شہر کے ایک جدید طرز پر آباد حصّے میں رہتے تھے۔

کرائے پر اُٹھنے کی خبر تو انھیں ملی تھی، لیکن ابھی تک اس میں کسی نے رہائش نہیں اختیار کی تھی۔

تین چار دن بعد نادر محل کے صدر دروازے پر ایک ٹیکسی رُکی اور چار آدمی اُترے جن کے جسموں پر بہترین قسم کے سُوٹ تھے۔ ان میں سے ایک نے صدر دروازے کا قفل کھولا اور وہ چاروں اندر داخل ہو گئے۔

صدر دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا۔ اب وہ ایک لمبی، سی نیم تاریک راہداری میں تھے، جو ابابیلوں اور چمگادڑوں کی بیٹ کی بدبُو سے بھبک رہی تھی۔

راہداری سے گزر کر وہ صحن میں آئے۔ یہاں چاروں طرف جھاڑ جھنکاڑ نظر آ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے سالہا سے اِدھر کوئی نہ آیا ہو۔

چاروں وحشت زدہ نظر آنے لگے۔ دفعتاً اُن میں سے ایک نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا، جس پر ایک چھوٹی سی سُرخ جھنڈی لہرا رہی تھی۔

وہ صحن سے گزر کر وسیع دالان میں پہنچے۔ یہیں کے ایک دروازے پر جھنڈی لہرا رہی تھی۔ چوڑے شانے والے آدمی نے مُڑ کر اپنے تینوں ساتھیوں کی طرف دیکھا... اور پھر دروازے میں داخل ہو گیا۔ اُسے توقع تھی کہ یہ کمرا بھی نیم تاریک اور گرد وغبار سے اَٹا ہُوا ہوگا، لیکن اِس کے برخلاف اس کی صاف ستھری فضا نے اُسے متحیّر ہونے پر مجبُور کر دیا۔ بڑے بڑے روشن دانوں سے روشنی اندر آ رہی تھی اور یہاں اُس قسم کی بدبُو کا نام و نشان تک نہیں تھا، جس سے گزر کر وہ صحن میں پہنچے تھے۔

کمرے کے وسط میں چمک دار سطح والی ایک بڑی سی میز بچھی ہُوئی تھی لیکن اُس پر جو چیز نظر آئی، اُس نے اُس کے قدم روک دیے۔ یہ کسی آدمی کی کھوپڑی کی ہڈی تھی شفاف اور چمک دار دانتوں کی سفید سفید قطاریں بڑی بھیانک... لگ رہی تھیں۔

چوڑے شانے والا اپنے ساتھیوں سے کچھ آگے بڑھ آیا تھا۔ اُس نے ایک بار پھر اُن کی طرف مُڑ کر دیکھا۔ تینوں کے چہرے دُھواں ہو رہے تھے۔ انھوں نے بیک وقت اپنے ہونٹوں پر زبانیں پھیریں۔

وہ چند لمحے اُن کی طرف دیکھتا رہا، لیکن کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ یہ ایک دراز قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ شانے نمایاں طور پر چوڑے تھے اور بال ہٹلر کے اسٹائل میں پیشانی میں جھُولتے رہتے تھے۔

وہ بڑی توجہ اور دلچسپی سے اُس کھوپڑی کی طرف دیکھتا رہا، پھر میز کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو!" اُس کا ایک ساتھی ہاتھ اُٹھا کر پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا "پتا نہیں یہ کون سا شیطانی چکّر ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔"

چوڑے شانے والے نے بے پروائی سے گردن جھٹک کر کھوپڑی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں..." دوسرے نے بھی اُسے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن اُس کا ہاتھ کھوپڑی پر پڑ ہی گیا، مگر پھر کے ساتھ پیچھے ہٹ آیا۔ کھوپڑی سے عجیب قسم کی آواز نکلی تھی اور پھر اُس نے دائرے کی شکل میں میز پر ناچنا شروع کر دیا۔

دروازے کے قریب کھڑے ہوئے تینوں آدمی ایک دوسرے پر گرتے پڑتے ہُوئے بھاگ نکلے، لیکن چوڑے شانے والا میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے قدرے جھُکا ہُوا کھوپڑی کا ناچ دیکھتا رہا۔ نہ اُس کی آنکھوں میں حیرت تھی اور نہ ہی خوف کی جھلکیاں تھیں، بلکہ اس کے برخلاف حقارت جھانک رہی تھی۔

یک بیک اُس نے پھر ہاتھ بڑھایا اور ناچتی ہُوئی کھوپڑی کو پکڑ لیا۔ کھوپڑی رُک گئی اور اب اُس سے خارج ہونے والی بھنبھناہٹ بھی رُک گئی تھی، لیکن جیسے ہی اُس

نے اُسے میز سے اُٹھایا بھنبھناہٹ کی آواز پھر خارج ہونے لگی۔

اُس نے کھوپڑی کے نچلے حصّے کو اپنی طرف کر لیا۔ تین چھوٹے چھوٹے پہیے بڑی تیزی سے گردش کر رہے تھے اور اُن کی یہی گردش بھنبھناہٹ کی آواز پیدا کر رہی تھی۔

وہ اُسے اسی طرح اُٹھائے رہا اور تھوڑی دیر بعد پہیوں کی گردش ختم ہو گئی۔ چوڑے شانے والے کے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ تھی۔ اُس نے کھوپڑی کو میز پر ڈال دیا اور متجسسانہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

پھر تھوڑی دیر بعد، وہ اُس قدیم عمارت کے ایک ایک گوشے میں چکراتا پھر رہا تھا۔ اُسے اپنے اُن ساتھیوں کی بھی پروا نہیں تھی، جو کچھ دیر پہلے ڈر کر وہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ پوری عمارت کا چکر لگا لینے کے بعد، وہ پھر اُسی کمرے میں واپس آ گیا جہاں اُس نے میز پر کھوپڑی چھوڑی تھی، مگر اب اُس کھوپڑی کا کہیں پتا نہ تھا۔ اُس نے بے پروائی سے اپنے شانوں کو جنبش دی اور کمرے سے باہر نکل آیا، لیکن اُس کے انداز سے خوف نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔ اِس کے برعکس اُس کی آنکھوں میں خوشیوں اور شرارتوں کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔

وہ نپے تلے قدم اُٹھاتا ہوا عمارت سے باہر آ گیا۔ صدر دروازہ دوبارہ مقفل کر کے وہ ٹیکسی کی طرف چل پڑا۔ ٹیکسی میں اُس کے تینوں ساتھی موجود تھے۔ اُسے دیکھ کر اُن کے چہرے کھل اُٹھے۔

وہ خاموشی سے ڈرائیور کے پاس جا بیٹھا۔ ڈرائیور کچھ نروس سا نظر آ رہا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ اُس کے تینوں ساتھیوں کی بدحواسی دیکھ کر پریشان ہو گیا ہو۔

"چلو!" چوڑے شانے والا غرّایا۔

ٹیکسی چل پڑی، وہ سب خاموش تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد، وہ گرین اسکوائر کے ایک ہوٹل کے سامنے ٹیکسی سے اُتر گئے۔

شام کے تین بجے تھے۔ ابھی ہوٹلوں میں اتنی بھیڑ نہیں ہوئی تھی کہ انھیں کوئی خالی میز نہ ملتی۔ وہ ایک گوشے میں جا بیٹھے۔

چوڑے شانے والا اپنے ساتھیوں کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"ہم کیا کرتے ناگر؟" دفعتاً اُس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا، "ہمیں اس کی توقع نہیں تھی کہ وہاں..."

"ایک ایسی کھوپڑی سے ملاقات ہو گی، جو بڑے بڑے ہاتھیوں کو چبائے بغیر نگل لیتی ہے۔" ناگر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"سُنو یار!" دوسرا ساتھی میز پر ہاتھ مار کر بولا، "یہ کام ہمیں پاگل بنا دے گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان حرکتوں کا کیا مقصد ہے؟"

"کیا اب تک تمھیں کسی کو دھوکا دینا پڑا؟" ناگر غرّایا۔

"نہیں..."

"کسی کو قتل کرنا پڑا ہے؟"

"نہیں..."

"پھر کیوں دم نکل رہا ہے؟ کیا تمھیں معقول معاوضہ نہیں مل رہا ہے؟ اِس پکڑ دھکڑ کے زمانے میں جب تم قرضوں کے بار سے لدے جا رہے تھے اور فاقوں کی نوبت پہنچ گئی تھی۔ کیا یہ ملازمت ایک آسمانی انعام سے کم درجہ رکھتی ہے؟"

"ہم صرف مقصد جاننا چاہتے ہیں ناگر۔" تیسرے آدمی نے کہا۔

"مقصد تو مجھے بھی نہیں معلوم۔" ناگر نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"اگر ہمیں کسی کو قتل کرنا پڑا ہوتا تو ہم مطمئن ہو جاتے۔ چین سے سو سکتے، لیکن ایسے حالات میں۔"

"تم اب بھی چین سے سو سکتے ہو۔"

"نہیں ایسے حالات میں ممکن نہیں۔"

"حالات ہی سے پیچھا چھڑاؤ۔ تمھیں کسی نے پکڑ نہیں رکھا ہے۔" ناگر نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

ایک ناگوار سی خاموشی چھا گئی۔ اُنھوں نے ناگر کا یہ جملہ اچھے دل سے نہیں سُنا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک نے طویل سانس لے کر کہا، "تم اپنی کہو۔ وہ کھوپڑی کیسی تھی؟"

"بس کھوپڑی۔" ناگر مسکرایا، "اور... اور ناچ رہی تھی، پھر ناچتے ناچتے غائب ہو گئی۔"

"غائب ہو گئی؟" تینوں نے بیک وقت کہا۔

"ہاں، غائب ہو گئی۔" ناگر نے بے پروائی سے کہا۔

"اوہ... تم تو اس طرح کہہ رہے ہو، جیسے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔"

"کیا بات ہوئی؟" ناگر مسکرایا، "اگر غائب نہ ہو گئی ہوتی تو دیکھتا کہ وہ کیا بلا تھی؟"

"کیا تم ہمیں ڈرانا چاہتے ہو؟"

"میں... نہیں تو... تم خود ہی ڈر کر بھاگے۔"

"یہ ہیں رستم کے بھتیجے۔" ایک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم خواہ مخواہ اپنی کھوپڑی خالی نہ کرو۔"

"ورنہ وہ بھی خالی ہو کر ناچنے لگے گی۔" ناگر نے قہقہہ لگایا۔

"اب یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی ہے۔" تیسرا بولا، جو دیر سے خاموش تھا۔ "ناگر ہی ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے۔"

"اور تم پر ہزاروں روپے خرچ کر کے بے وقوف بن رہا ہے۔" ناگر نے مسکرا کر کہا۔

"کون جانے کوئی لمبا چکر ہو۔ لاکھوں کے وارے نیارے ہوں اور ہمیں بے وقوف بنا کر صرف ہزاروں سے کام نکالا جا رہا ہو۔ ناگر کو کون نہیں جانتا؟"

"دیکھو!" ناگر نے دفعتاً سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ مجھے جواب دِہ نہیں ہو اور نہ ہی میں نے تمھیں نوکر رکھا ہے۔ اگر تم الگ ہونا چاہتے ہو تو شوق سے ہو جاؤ۔ یہاں تو آم کھانے سے مطلب ہے۔ اگر ہو سکا تو گٹھلیوں کے بھی دام وصول کرنے کی کوشش کریں گے۔ البتہ درخت وہی گنتا پھرے جس نے لگائے ہوں۔"

"آہا... تو کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ ناگر کو اُس لونڈیا سے روٹیاں ملتی ہیں؟"

"تمھیں کس سے ملتی ہیں؟" ناگر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ "ناگر کا وقت بگڑ گیا ہے۔ اِس لیے تم لوگ اُس سے اِس لہجے میں گفتگو کرنے کی ہمت کر رہے ہو۔"

"کرنل فریدی کی وجہ سے بہتوں کا وقت بگڑ گیا ہے۔ اکیلے تم ہی نہیں ہو۔"

"کچھ بھی ہو۔ میں تھوڑے دنوں تک ہاتھ پیر بچا کر رہنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد کرنل فریدی کو بھی دیکھوں گا۔ یہ چیز میرے ذہن سے کبھی نہیں نکل سکتی کہ میں اُس کی وجہ سے کوڑی کوڑی کا محتاج ہو رہا ہوں۔ تین جوئے خانے بند کر لینے پڑے۔ ایک پہستانی اڈّا ختم کرنا پڑا... اور..."

"ارے... لو... وہ بھی پہنچ گئی۔"

وہ چاروں اُس سمت دیکھنے لگے، جدھر سے ایک اسمارٹ قسم کی یوریشین لڑکی تیز تیز قدم اُٹھاتی ہوئی اُن کی طرف آ رہی تھی۔

وہ سُرمئی پتلون اور سفید سلکی جیکٹ میں بڑی دل کش لگ رہی تھی۔ اُس کے بال سُنہرے اور گھنگریالے تھے۔

وہ احتراماً کھڑے ہو گئے۔ لڑکی نے سر ہلا کر شاید خوشی ظاہر کی تھی اور اُس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ گہری نیلی نظر آنے لگی تھیں۔

ایک نے اُس کے لیے میز کے قریب کرسی کھسکائی اور اُس نے اُس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھتے ہوئے کہا، "باس کا خیال ہے کہ اُس کا یہ تجربہ تم لوگوں کے لیے تھوڑا بہت پریشان کُن ثابت ہوا ہو گا۔" پھر وہ ناگر کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

ناگر کی آنکھوں میں سوال تھا، شاید وہ اس مسکراہٹ کا مطلب معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"آج تصفیہ ہو گیا مسٹر ناگر!" لڑکی نے کہا۔

"کس بات کا تصفیہ؟"

"یہ لوگ تمھارے چارج میں رہیں گے۔ باس کا خیال ہے کہ تم بہتر طور پر ان کی رہنمائی کر سکو گے۔"

"اِس خیال کی وجہ؟" ناگر مسکرایا۔ وہ اُس کے گھنگریالے بالوں میں جیسے کچھ تلاش کر رہا تھا۔

"ناچنے والی کھوپڑی! باس تمھیں ایک مضبوط دل والا اور ذہین آدمی سمجھتا ہے۔"

ناگر نے اپنے ساتھیوں کی آنکھوں میں بے اعتباری کی جھلکیاں دیکھیں اور پھر مسکرا کر بولا، "مگر ان لوگوں کا خیال ہے کہ باس میں ہی ہوں۔ میں اور تم کوئی ایسا پلاٹ بنا رہے ہیں... کوئی ایسا پلاٹ..." وہ خاموش ہو کر... کچھ سوچنے لگا۔

لڑکی نے ایک سُریلا سا قہقہہ لگایا، "حالات ہی ایسے ہیں مسٹر ناگر! ہم میں سے کوئی بھی کسی پر اعتماد نہیں کر سکتا مگر چونکہ ابھی تک میری دانست میں ہم لوگوں کے ذریعے کوئی غیر قانونی حرکت نہیں ہوئی، اِس لیے سوچتی ہوں کہ..."

"ٹھیک سوچتی ہو تم!" ناگر ہاتھ اُٹھا کر بولا، "اِس مسئلے پر بحث کرنا وقت ضائع کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ مجھے احکامات تمھارے توسط سے ملیں گے یا براہِ راست؟"

"فی الحال میرے ہی توسط سے۔"

"یہ بڑی اچھی بات ہے... یہ بڑی اچھی بات ہے۔" ناگر بے حد خوش نظر آنے لگا تھا اور اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

یول؟ لڑکی چونک کر اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"اوہ... لک... کچھ نہیں۔" ناگر بغلیں جھانکنے لگا۔

لڑکی نے بھی بات اڑا دی۔ اُن میں سے ایک نے ویٹر کو اشارے سے بُلا کر کچھ منگوایا تھا۔ تھوڑی دیر بعد چائے آگئی جس کے ساتھ جھینگے اور سینڈوچز بھی تھے۔ ناگر کے تینوں ساتھی غیر مطمئن نظر آرہے تھے۔ چائے کے دوران میں وہ خاموش ہی رہے۔ اِس کے بعد لڑکی نے کہا کہ ناگر اُس سے چھ بجے شام کو میونسپل گارڈن میں ملے۔

پھر وہ جانے کے لیے اُٹھ گئی۔ وہ چاروں ہی اُسے پُر اشتیاق نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اُس کے چلنے کا انداز بے حد دل کش تھا۔

"چلو یہ بھی ایک ہی رہی۔" تھوڑی دیر بعد ایک آدمی بولا۔ "اب ہماری نکیل ناگر کے ہاتھوں میں ہے یعنی کہ..."

وہ خاموش ہوکر ناگر کی طرف دیکھنے لگا۔ ناگر مُسکرا رہا تھا۔

"تو یہ کھوپڑی کا قصہ دراصل ہمارا امتحان تھا... کیوں ناگر؟" دوسرا بولا۔

"نئی اطلاع سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔" ناگر نے بے پروائی سے کہا۔

"اچھا... اب اگر ہم کام کرنے سے انکار کردیں تو...؟"

"میرا کیا بگڑے گا اس سے، مجھے صرف اتنا ہی کرنا ہوگا کہ تمھارے فیصلے کی اطلاع باس کو دے دُوں گا۔"

"اس کے بعد پولیس بھی ہماری بہم پہنچائی ہوئی اطلاعات سے فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔"

یک بیک ناگر بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"جب تک ناگر اِس کھیل میں شریک ہے تم ایسا نہیں کرسکو گے۔" ناگر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہُوا سانپ کی طرح پھنکارا۔ "یہ نہ سمجھو کہ مَیں بالکل ہی بے دست و پا ہوگیا ہوں۔ وقتی مصلحت تھی کہ مَیں نے اپنے جُوئے خانے بند کردیے، ورنہ ناگر کے بازوؤں میں اب بھی قوت موجود ہے اور اُس کا جوڑ توڑ کرنے والا ذہن بھی آزاد ہے۔"

"تم ہمیں دھمکی دے رہے ہو۔" ایک نے بھرّائی ہُوئی آواز میں کہا۔

"صرف ایک معاملہ صاف کیا ہے۔" ناگر نے بے پروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے الگ ہوکر بھی خسارے میں ہی رہوگے۔ مَیں آج بھی اپنے راستے میں آئے ہُوئے روڑوں کو ٹھوکر مار کر ایک طرف ہٹا سکتا ہُوں۔"

"ارے یار تم مذاق کو لے دوڑے، ختم بھی کرو۔"

"چلو... ختم۔" ناگر نے کہا اور ہنس پڑا۔

"وہ چھ بجے تم سے ملے گی؟" ایک نے پوچھا۔

"ہاں... آں..."

"اور وہاں ہم میں سے کوئی نہ ہوگا۔"

"قطعی..."

"اگر ہم میں سے کوئی موجود ہُوا تو...؟"

"اُسے ہم سے کم از کم اتنے فاصلے پر رہنا پڑے گا کہ وہ ہماری گفتگو نہ سُن سکے۔"

انھوں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" ناگر اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہُوا بولا۔ "یہ چیز تمھارے ذہنوں سے نہیں نکل سکتی کہ مَیں ہی باس ہُوں؟"

وہ کافی دیر تک اِسی مسئلے پر گفتگو کرتے رہے، پھر ناگر ہی بیٹھا رہ گیا۔ اُس کے تینوں ساتھی اُٹھ گئے تھے۔

ناگر تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھا رہا، پھر اُٹھ کر کاؤنٹر کلرک کے قریب آیا۔ یہ ایک سیاہ فام مگر اچھے ناک نقشے والی لڑکی تھی۔

"میری کوئی کال؟" اُس نے لڑکی سے پوچھا۔

"نہیں... ناگی... اوہ... سُنو تو... تم آج کل عموماً بہت جلدی میں رہتے ہو۔ کیا تم مجھے نہ بتاؤ گے کہ وہ لڑکی کون ہے؟"

"وہ میری ایک ملنے والی ہے برتھی! کہو یہاں تمھارا دل لگ گیا ہے نا۔ کیوں لگتا ہوگا... گھبراؤ نہیں میں پھر کاروبار شروع کرنے والا ہُوں۔ اچھا چیریو... میری کالوں کا خیال رکھنا۔"

وہ صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

●

لیڈی انسپکٹر ریکھا نے پکنک کا پروگرام بڑی خاموشی سے بنایا تھا اور پکنک پارٹی میں سب لڑکیاں ہی تھیں۔ اُن کی تعداد اُس تک پہنچ گئی تھی۔ لڑکیاں سب محکمے ہی کی تھیں۔ پروگرام بنانے میں رازداری اِس لیے برتی گئی تھی کہ

کہیں کیپٹن حمید کے کانوں میں بھنک نہ پڑ جائے، مگر ان میں کچھ لڑکیاں ایسی تھیں جن کے لیے حمید کی موجودگی ہی سب سے بڑی تفریح ہوتی۔ بس ایک نے حمید تک پہنچا ہی دی یہ بات۔

اتوار کی صبح تھی۔ وہ سب فن آئی لینڈ کی طرف روانہ ہوگئیں۔ اُن کے ساتھ کھانے پینے کا بہترین سامان تھا۔ ریکھا کی ایک خالہ مُرغ مسلّم کی اسپیشلسٹ تھی۔ اِس لیے ظاہر ہے کہ اس موقع پر اُس کے باسکٹ میں دو چار مُرغ مسلّم کیوں نہ ہوتے۔ ہلدا پُل جو سپرنٹنڈنٹ کی اسٹینو تھی، اپنے باسکٹ میں صرف کچّی ادرک ملے ہُوئے قیمے کے سموسے بھر لائی تھی۔ اِس کا دعویٰ تھا کہ اِس قسم کے سموسوں کی لذت کا راز صرف اُس کے خاندان والوں کو معلوم تھا، جو سینہ بہ سینہ اُس تک بھی پہنچا تھا۔ جولیا ڈریتھام صرف پڈنگ لائی تھی... اور پڈنگ بھی ایسی جو اُس کے خیال کے مطابق ہنری ہشتم ہی کے خاندان کا راز تھا، جو سینہ بہ سینہ جولیا ڈرینہام تک چلا آیا تھا۔

ثریا اکبر مونگ کے پاپڑ لائی تھی جس کا نسخہ اُس کی دادی اپنے ساتھ قبر میں لیتی چلی گئی تھی، لیکن پھر غلطی کا احساس ہوتے ہی اُسے بوالپسی ڈاک ثریا تک پہنچانا پڑا تھا۔ غرضیکہ جتنی بھی چیزیں تھیں، سب پر اسپیشل کی چھاپ لگی ہُوئی تھی۔

فن آئی لینڈ پہنچ کر انھوں نے ایک سرسبز ٹیکرہ منتخب کیا، جس پر ایک سایہ دار درخت بھی تھا۔

تھوڑی دیر بعد تفریحات شروع ہوگئیں۔ کسی نے گراموفون سنبھال لیا اور کوئی تھرکنے لگی۔ کچھ تاش کھیلنے بیٹھ گئیں اور کچھ سبزے پر چت لیٹ کر ٹھنڈی اور خوش گوار ہوا اپنے پھیپھڑوں میں بھرنے لگیں۔

پھر ایک خوش رنگ پرندے کو پکڑنے کے لیے انھیں ٹیکرے سے نیچے بھی اُترنا پڑا۔ یہ پرندہ نہ جانے کدھر سے آیا تھا، جو زیادہ دُور تک نہیں اُڑ سکتا تھا۔

وہ تھوڑی دُور اُڑتا اور پھر زمین پر آرہتا۔ یہ اُس کے پیچھے دوڑتیں اور پھر جیسے ہی قریب پہنچتیں، وہ اُڑ جاتا۔ اِس طرح وہ ٹیکرے سے نیچے اُتر آئیں، لیکن پرندہ ابھی تک اُن کے ہاتھ نہیں لگا تھا اور پھر ایک بار تو وہ بالکل ہی نااُمید ہوگئیں۔ پرندہ ایک اُونچے درخت کی شاخ میں بیٹھا گاڑھے پھڑپھڑا رہا تھا۔ پہلے تو وہ سمجھیں کہ پرندہ سنبھل نہیں سکے گا، لیکن پھر وہ شاخ پر جم ہی گیا تھا۔

"اگر اسے پھر اُڑایا جائے۔" ایک لڑکی نے تجویز پیش کرنی چاہی۔

"ارے جانے بھی دو۔" ریکھا نے کہا۔ "مَیں تو دراصل یہی چاہتی تھی کہ وہ درخت پر پہنچ جائے، ورنہ کسی جانور کا لقمہ بن جاتا۔"

"پتا نہیں کیا بات ہے؟ کچھ مزا نہیں آرہا ہے۔" جولیا بولی۔

"کیوں؟ مزا کیوں نہیں آرہا ہے؟" ریکھا نے پوچھا۔

"خُدا جانے... یہ ساری تفریح کچھ پھیکی پھیکی سی ہے۔"

"میں سمجھ گئی۔" ریکھا مُسکرائی، پھر سنجیدگی سے بولی... "تفریح تمھیں اِسی لیے پھیکی لگ رہی ہے کہ کوئی مرد ساتھ نہیں ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ تم نے صحیح اندازہ لگایا ہو۔" جولیا نے کہا۔

"ارے ہم یہاں بحث کرنے نہیں آئے، چلو۔" ہلدا نے کہا اور دوڑ کر ٹیکرے پر چڑھنے لگی۔

پھر وہ سب وہیں آگئیں جہاں اُن کا سامان رکھا ہوا تھا۔

لیکن اُس وقت قیامت آگئی، جب وہ تھک تھکا کر کھانے کے لیے بیٹھیں، کیونکہ ریکھا کے باسکٹ سے تین کُڑکُڑانے والی مُرغیاں برآمد ہُوئی تھیں، مگر چونکہ مُردہ تھیں اِس لیے کُڑکُڑا کر اُن کا جی نہیں خوش کرسکتی تھیں۔ سموسوں کے باسکٹ میں گھونگھے اور سیپیاں نظر آئیں... ثریا اکبر کے اسپیشل پاپڑ، پپڑیوں میں تبدیل ہوچکے تھے البتہ جولیا کی لائی ہُوئی شاہی پڈنگ بالکل محفوظ تھی۔

ریکھا نے اشتباہ آمیز نظروں سے اُس کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولی نہیں۔ صرف ریکھا ہی خاموش تھی، ورنہ اور تو جس کے جی میں جو آئی تھی کافی اسپیڈ سے بکے جارہی تھیں۔

پھر تھوڑی دیر بعد انھیں ہوش آیا اور وہ چاروں طرف اُس نامعقول چور کو تلاش کرنے لگیں، جو انھیں اس طرح چوٹ دے گیا تھا۔

ریکھا صرف جولیا کو گھورے جارہی تھی۔

"ارے... کیا اب تم مجھے کھاؤ گی؟" جولیا نے ہنس کر کہا۔

"شاید یہ" ریکھا نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔
"ارے واہ... کیا تم یہ سمجھتی ہو..."
"مَیں کچھ بھی نہیں سمجھتی خالہ گلہری... وہ کوئی نیولا ہی ہو گا، مگر اسے لکھ لو کہ اس نیولے کے ساتھ ہی تم بھی اپنی دُم گنوا بیٹھو گی۔"

ٹیکرے کے نیچے مغرب کی جانب بڑا جھاڑ جھنکاڑ تھا۔ ان میں نرکلوں کی قدِ آدم جھاڑیاں بھی تھیں۔ ریکھا اُن سبھوں کو اِدھر اُدھر سرگرداں چھوڑ کر جھاڑیوں کی طرف بڑھی۔ وہ آہستہ آہستہ اور بہت احتیاط سے چل رہی تھی۔ اُس نے یُونہی خواہ مخواہ جھاڑیوں میں گھُسنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، بلکہ اُسے جھاڑیوں سے گزرنے والی پگڈنڈی پر دو سموسے پڑے ہُوئے ملے تھے۔

پگڈنڈی پر وہ دبے پاؤں چلتی رہی اور پھر ایک جگہ اُسے رُک جانا پڑا۔ بائیں جانب والی جھاڑیوں میں کوئی تھا، پھر اُسے کھُسر پھُسر کی آوازیں سُنائی دیں۔ کوئی آہستہ سے ہنسا بھی۔

وہ اکڑوں بیٹھ کر اندر جھانکنے لگی۔

●

ایک مُرغ حمید کے ہاتھوں میں تھا اور دوسرا قاسم کے ہاتھوں میں تیسرا زمین پر بچھے ہُوئے رُومال پر رکھا ہُوا تھا اور دوسرے رُومال پر سموسوں کا ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ جسے شاید ابھی تک ہاتھ نہیں لگایا گیا تھا۔

قاسم مُرغ نوچتا ہُوا کہہ رہا تھا "واہ حمید بھائی جیئو۔ یہ ریچا ڈارلنگ بھی غضب کی تھانے دار ہے... ہی ہی ہی... قیا مُرغ پکایا ہے۔"

"ابے آہستہ بول... زبان بند... بردار..." حمید مُنہ چلاتا ہُوا بولا۔

"پیارے مجھے تو ہنسی آ رہی ہے۔"

"حلق میں ڈنڈے اُتر جائیں گے اگر ہنسی آئی۔ ریکھا کو اتنے اختیارات ہیں کہ وہ تمھیں بند بھی کرا سکتی ہے۔"

"ارے جاؤ، بہت دیکھی ہیں ایسی ریکھاں وریکھائیں۔"

"مَیں سچ کہتا ہُوں، خاموشی سے کھاؤ۔"

"نخ... خاموشی... غب... ارے باپ رے:" قاسم بے ساختہ اُچھل پڑا۔ ایک بڑا پتھر دھپ سے اُس کی پیٹھ پر پڑا تھا۔ حمید کے ہاتھ سے مُرغ چھُوٹ پڑا، کیونکہ ایک دو نہیں درجنوں پتھر جھاڑی میں گرے تھے۔ وہ دونوں وہاں سے نکل کر بھاگے۔

قاسم جھاڑیوں میں اُلجھ کر گر پڑا اور پھر اُٹھنے میں اتنی دیر لگی کہ تین چار پتھر اُس کی پیٹھ پر پڑ ہی گئے۔ ہر پتھر پر وہ اِس طرح ڈکرایا تھا، جیسے کوئی سرکش سانڈ ڈنڈوں پر رکھ لیا گیا ہو۔

حمید بھاگتے بھاگتے یک لخت پتھر چلانے والیوں کی طرف پلٹ پڑا۔ وہ اِس اچانک تبدیلی پر بوکھلا گئیں اور اُن کے ہاتھ سُست پڑ گئے اور اُن میں سے تو تین ایسی نروس ہُوئیں کہ خود ہی دوسری سمت بھاگ نکلیں۔

حمید ریکھا کے قریب رُک گیا۔

"خدا نے چاہا تو یہ مُرغ تمھارے پیٹ میں سانپ بچھو بن جائیں گے۔"

"چلو سستے چھُوٹے،" حمید نے خوش ہو کر کہا، "مجھے تو یہ ڈر تھا کہ کہیں ہاتھی گھوڑے نہ بن جائیں۔"

اِس پر ریکھا اور چڑ گئی۔ دوسری لڑکیاں ہنس رہی تھیں۔ اِن میں جولیا پیش پیش تھی۔

قاسم پھر انھی جھاڑیوں میں دبک گیا تھا۔ ریکھا کی شکل دیکھ کر اُس کی ہمت ہی نہیں پڑی تھی کہ حمید کے پاس آتا۔ وہ ریکھا سے بہت ڈرتا تھا۔ کیونکہ وہ کئی بار اُس کی اچھی طرح خبر لے چکی تھی۔

"میں کرنل صاحب سے شکایت کروں گی۔" ریکھا نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اسے سچ مچ حمید پر بڑا تاؤ آ رہا تھا۔

"کرنل...!" حمید مسکرا کر بولا "کرنل آج کل شکایتیں سُننے کے مُوڈ میں نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ آج کل اپنے خاندان کے متعلق ریسرچ کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے تمھیں اس اطلاع سے خوشی بھی ہُوئی ہو۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اُن کے خاندان میں کبھی کسی نے محبت بھی کی تھی یا نہیں!"

"مجھے کیوں خوشی ہو گی اِس اطلاع پر؟" ریکھا اور زیادہ جھلا گئی۔

"اگر یہ ثابت ہو گیا کہ اُن کے خاندان میں کبھی کسی نے محبت کی تھی تو پھر جانتی ہو کیا ہو گا۔ تمھیں یقیناً خوشی ہو گی یہ معلوم کر کے!"

"مجھ سے بے تکی بکواس مت کیا کرو۔ میں پوچھتی ہوں کہ تم نے کھانا کیوں چرایا؟"

"کھانے کے لیے... اگر میں نے کھانے کی بجائے اُسے گلے سے لگایا ہو تو بلاشبہ مجھے گولی مار دو۔"

"مَیں گولی ہی مار دُوں گی تمھیں کسی دن۔"

دفعتاً کئی چیخیں فضا میں اُبھریں "بچاؤ... بچاؤ..."

آواز نسوانی تھی۔ اب حمید کو خیال آیا کہ تین لڑکیاں ساحل کی طرف نشیب میں دوڑتی چلی گئی تھیں آواز اسی سمت سے آئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ سب ساکت رہ گئے، پھر حمید آواز کی طرف دوڑ پڑا۔

اتنے میں دو لڑکیوں کے سر نشیب سے اُبھرے... دونوں ہاتھ ہلاتی ہُوئی چیخ رہی تھیں "ہلدا کو لے گئے۔ دوڑو... دوڑو۔"

وہ اُوپر آئیں اور بے دم ہو کر گر پڑیں۔

"کون لے گیا ہلدا... کو...؟" حمید چیخا۔

"اُدھر نیچے... کیپٹن... دوڑیے" ایک ہانپتی ہُوئی بولی۔ دوسری کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ حمید نشیب میں اُترتا چلا گیا۔ مگر اُدھر تو سناٹا تھا۔ دُور تک کوئی کشتی بھی نہیں نظر آ رہی تھی۔

وہ سمندر کے کنارے دُور تک دوڑتا چلا گیا، لیکن ہلدا کا نشان کہیں نہ ملا۔

حمید پھر پلٹا۔ لیڈی انسپکٹر ریکھا اور جولیا بھی اسی طرف ہی آ رہی تھیں۔

"وہ دونوں بے ہوش ہو گئی ہیں۔" ریکھا نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہُوئے کہا۔ "ہلدا کہاں ہے؟"

"یہاں چاروں طرف سناٹا ہے۔" حمید نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

ناگر کی پیشانی پر شکنیں نظر آ رہی تھیں۔ اُس نے ایک بار پھر اُس لمبی چوڑی عمارت کو نیچے سے اُوپر تک دیکھا اور پھر سڑک کی طرف دیکھنے لگا۔ لفٹ اُوپر جا چکی تھی اور ابھی کئی اُمیدوار اس کے منتظر تھے۔ ناگر کو اُس وقت تک وہیں ٹھہرے رہنا تھا۔ جب تک وہ وہاں تنہا نہ رہ جاتا۔ اُس کے جاننے والے اُس کی اِس عادت سے بخوبی واقف تھے کہ وہ کبھی لفٹ میں اُس وقت قدم رکھتا، جب وہ بالکل خالی ہو۔

سب جانتے تھے کہ وہ لفٹ خالی ہو جانے کے انتظار میں اکثر ایک ایک گھنٹے گزار دیتا۔ اگر کبھی کوئی اُس کی اِس مضحکہ خیز حرکت کی وجہ پوچھ بیٹھتا تو وہ یا تو ہنس کر ٹال دیتا یا پھر بڑی سنجیدگی سے کہہ دیتا "بس عادت ہی تو ہے۔ بہتیری عادتوں کا کوئی جواز نہیں ہوتا۔"

بمشکل پندرہ یا بیس منٹ بعد اُس نے لفٹ کے اندر قدم رکھتے ہُوئے لفٹ مین سے کہا "ٹاپ فلور۔"

لفٹ مین نے باہر جھانک کر دیکھا۔ شاید کوئی اور بھی ہو، لیکن کسی نے بھی اُسے رُکنے کا اشارہ نہیں کیا۔ البتہ ناگر... مضطربانہ انداز میں بولا "مَیں جلدی میں ہُوں۔ دوست۔"

لفٹ ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ اُوپر اُٹھنے لگی۔

ناگر بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ آٹھویں منزل پر لفٹ رُک گئی۔ ناگر باہر نکل کر بالکنی پر آ گیا۔ اب وہ بائیں جانب چل رہا تھا۔ تین فلیٹوں کے سامنے سے گزرنے کے بعد، وہ چوتھے پر رُک گیا۔ دروازے کے بائیں جانب ایک تختی آویزاں تھی جس پر انگریزی میں 'مونا کرسٹی' تحریر تھا۔

اُس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اندر سے گھنٹی بجنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی قدموں کی چاپ سُنائی دی... اور پھر دروازہ کھُلا۔

اُسی یوریشین لڑکی کا چہرہ باہر نکلا، جو ناگر سے ہوٹل میں ملی تھی۔

"آ جاؤ، اندر آ جاؤ۔" وہ پیچھے ہٹتی ہُوئی بولی۔ دروازہ بھی پورا کھُل گیا تھا۔ ناگر فیلٹ ہیٹ اُتار کر اندر داخل ہُوا۔

یہ ایک معمولی طور پر سجا ہُوا کمرا تھا۔ ناگر نے اُچٹتی ہُوئی نظروں سے گرد و پیش کا جائزہ لیا اور پھر آہستہ سے بولا "پچھلی شام تم میونسپل گارڈن میں کیوں نہیں ملی تھیں؟"

"کیسے ملتی کیا تمھارے تینوں آدمی وہاں نہیں منڈلا رہے تھے؟ باس اِسے پسند نہیں کرتا۔ وہ صرف تم پر اعتماد کرتا ہے۔"

"مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ آخر کیوں؟"

"بیٹھو مسٹر ناگر! میرا خیال ہے کہ وجہ سمجھنے کے لیے سر مارنا فضول ہی ہے۔"

ناگر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا پیو گے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"شکریہ مس مونا کرسٹی! میں کسی چیز کی حاجت نہیں محسوس کر رہا ہُوں۔"

لڑکی نے میز کی دراز سے سگریٹ کیس نکالا اور ایک سگریٹ منتخب کرتی ہُوئی بولی "تم سگریٹ بھی نہ پیو! کرو۔

گے، کیونکہ پائپ پیتے ہو۔"

اِس پر ناگر صرف مسکرا کر رہ گیا اور مونا اپنا سگریٹ سُلگانے لگی۔ وہ اِس وقت صرف ڈریسنگ گاؤن میں تھی اور اُس کے سنہرے بال بے ترتیب نظر آ رہے تھے۔ ہونٹوں پر سُرخی بھی نہیں تھی لیکن اِس کے باوجود بھی وہ دل کش لگ رہی تھی۔

"یہ زندگی عجیب ہے مسٹر ناگر۔" اُس نے کافی مقدار میں دُھواں بکھیرتے ہُوئے کہا۔ "تم نہیں کہہ سکتے کہ آنے والے لمحات میں تمہارا ذہن تمھیں کدھر لے جا رہا ہوگا۔"

"اگر زندگی میں ایسے تغیرات نہ ہوں تو پھر کوئی کیسے جیے مِس کرسٹی؟" ناگر مسکرایا۔

"کیا تم اپنی موجودہ حالت پر مطمئن ہو؟" وہ اُسے غور سے دیکھنے لگی۔

"یہی سوال میرے تینوں ساتھی بھی بار بار دُہرا چکے ہیں مگر میں آج تک انھیں کوئی واضح جواب نہیں دے سکا۔ مطمئن ہونا یا نہ ہونا بھی حالات ہی پر منحصر ہے۔ آج کل حالات ایسے ہی ہیں کہ میں پھانسی کے تختے پر بھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہُوں۔"

"اِسی لیے تو باس تم پر اِعتماد کرتا ہے۔" مونا مسکرائی۔

ناگر اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ شاید وہ کچھ سوچ بھی رہا تھا۔ آنکھیں گہرے تفکر کا اظہار کر رہی تھیں۔

مونا چند لمحے اُسے خالی الذہنی کے سے انداز میں دیکھتی رہی پھر بولی۔ "میں مطمئن نہیں ہُوں۔"

"اچھا..." ناگر مسکرا پڑا۔ "حالانکہ میری باس تم ہی ہو۔"

"میں کچھ بھی نہیں ہُوں مسٹر ناگر۔" وہ مغموم لہجے میں بولی۔ "میرا کام صرف اتنا ہے کہ میں ایک نامعلوم آدمی کے پیغامات تم تک پہنچاتی رہوں۔ خواہ وہ پیغامات کسی دیوانے کی بکواس ہی کیوں نہ ہوں۔"

وہ استفہامیہ نظروں سے ناگر کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"اور جب میں یہ بے تکے پیغامات اپنے تینوں... ساتھیوں تک پہنچاتا ہُوں تو وہ پاگل ہو کر کتوں کی طرح بھونکنے لگتے ہیں۔" ناگر ہنس پڑا۔

"مگر تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

"قطعی نہیں۔"

"تب تم اُس نامعلوم آدمی کے راز سے واقف ہو گے۔"

"میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کوئی آدمی ہے یا کسی لیڈر کی رُوح جس کے سر سے عوام کا سایہ اُٹھ گیا ہو۔"

"لیڈر... تم نے لیڈر کا حوالہ کیوں دیا؟" مونا نے حیرت سے دُہرایا۔ "کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ بے تکی حرکتیں کسی سیاسی نتیجے کی حامل ہوں گی؟"

"لیڈر... میرا تکیہ کلام ہے۔" ناگر مسکرایا۔ "کسی خاص مقصد کے تحت میں نے لیڈر کا حوالہ نہیں دیا تھا۔"

"تم مجھے شروع ہی سے عجیب معلوم ہوتے رہے ہو۔ کیا تمھیں یہ جاننے کی خواہش بھی نہیں ہے کہ وہ نامعلوم آدمی ہے کون؟"

"خواہش تو ہے، مگر کیا یہ کبھی معلوم ہو سکے گا۔ شاید معلوم ہو جائے۔ سوال ہے کوشش کا۔ میں کوشش ہی کیوں کرنے لگا۔ مجھے یہ رقم گراں نہیں گزرتی جو ان بے تکے کاموں کے عوض مل رہی ہے، مگر نہیں ٹھہرو۔ کیا تم بتا سکتی ہو کہ تمھیں اُس کے پیغامات کیسے ملتے ہیں؟"

"ٹرانسمیٹر پر۔" اُس نے بِنا ہچکچاہٹ کے بغیر کہا۔

"ہام... اچھا دیکھو۔ معاملے کی بات تم نے مجھ سے کی تھی، لیکن تمھیں اِس کام پر کس نے اور کیسے آمادہ کیا تھا؟"

"یہ ایک لمبی کہانی ہے مسٹر ناگر۔" لڑکی دردناک لہجے میں بولی۔

"کیا میری خاطر اُسے دُہرانے کی تکلیف گوارا کرو گی؟"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی اور سگریٹ کے کش لیتی رہی، پھر بولی۔ "میں دراصل اینگلو برمیز ہُوں۔ چھ ماہ پہلے رنگون میں تھی۔ میرے والدین مر چکے ہیں۔ میرا باپ انگریز تھا اور ماں برمیز۔ آج سے چھ ماہ پہلے مجھے لندن کے ایک وکیل کا خط ملا، جس نے لکھا تھا کہ میرے لاولد چچا نے ایک بہت بڑی جائداد چھوڑی ہے، جس کی وارث صرف میں ہی ہو سکتی ہُوں۔ میرے علاوہ اور کوئی قریبی عزیز موجود نہیں ہے۔ خط کے ساتھ ایک بڑی رقم کا ڈرافٹ بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا ہوگا۔ کیونکہ میں اس وقت ایک پرائیویٹ فرم میں بہت ہی معمولی تنخواہ پر ملازم تھی۔ بہرحال میں لندن کے لیے روانہ ہو گئی، مگر وہاں مجھے اُس پتے پر اس نام کا کوئی وکیل نہ مل سکا۔ کئی دن تک سرگرداں رہی۔ آخر پھر برما کے ہائی کمیشن سے رجوع کیا۔ ایک ہفتے تک اِس معاملے کی تفتیش ہوتی رہی، لیکن نہ تو اُس وکیل ہی کا سُراغ مل سکا

اور نہ اُس بڑی جائداد کا جس کی وارث صرف میں ہی ہو سکتی تھی، البتہ جس بینک کی معرفت ڈرافٹ بھیجا گیا تھا۔ وہاں اُس وکیل ہی کے نام سے رقم جمع ہُوئی تھی اور وہاں بھی اُس کا وہی پتا درج تھا، جو اُس نے میرے خط میں تحریر کیا تھا۔ تقریباً ایک ماہ تک جھک مارنے کے بعد میں وہاں سے برما کے لیے روانہ ہو گئی۔ بحری سفر اختیار کیا تھا۔ ایک دن جب میں عرشے سے اپنے کیبن میں واپس گئی، مجھے برتھ پر ایک لفافہ ملا، جس میں کئی بڑے نوٹ تھے اور ایک خط بھی تھا، جس میں تحریر تھا۔

"مائی ڈیئر مِس کرسٹی! مجھے بے حد افسوس ہے کہ تم لندن سے بے نیل مرام واپس جا رہی ہو، مگر میں کیا کروں۔ ایک بہت بڑا دشمن، میری اور تمھاری گھات میں ہے میں تمھارے کاغذات سمیت روپوش ہو گیا ہوں، اگر ایسا نہ کرتا تو میں بھی مار ڈالا جاتا اور تم بھی محفوظ نہ رہتیں۔ اب اس وقت تک کے لیے یہ معاملہ ٹل رہا ہے، جب تک میں اُس دشمن پر قابو نہ پا لوں لیکن تمھیں مطمئن رہنا چاہیے۔ میں اسی طرح تمھاری مدد کرتا رہوں گا اور اب تمھیں زندگی بسر کرنے کے لیے معمولی قسم کی ملازمتیں نہ کرنی پڑیں گی۔ مطلب یہ کہ دُنیا کو دکھانے کے لیے ملازمت تو کرنی پڑے گی لیکن، تمھاری زندگی کا انحصار اس کی آمدنی پر نہ ہوگا۔ برما پہنچ کر تم یہی مشہور کرو گی کہ کسی نے تمھیں دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ تم یہ ظاہر نہیں کرو گی کہ وکیل پوشیدہ طور پر اَب بھی تمھاری مدد کر رہا ہے۔"

مونا خاموش ہو گئی اور ناگر دوبارہ اپنے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"برما پہنچ کر میں نے دوبارہ فرم میں حاضری دی۔ عقل مندی یہی کی تھی کہ ملازمت چھوڑ کر نہیں گئی تھی، بلکہ چھ ماہ کی رخصت حاصل کی تھی۔ تقریباً تین ماہ رنگون میں رہی۔ پُراسرار وکیل مجھے ہر ماہ خاصی بڑی رقم دیتا تھا اور میں عیش کر رہی تھی۔ ایک دن اُس نے مجھے پھر ہدایت کی کہ میں چھ ماہ کی رخصت لے کر تمھارے مُلک کا پاسپورٹ حاصل کروں۔ میں نے پاسپورٹ کے لیے کوشش کی لیکن نہ مل سکا۔ وکیل نے اطلاع دی تھی کہ یہاں پہنچنا بہت ضروری ہے، کیونکہ یہاں بھی چچا نے ایک بڑا کاروبار چھوڑا ہے، پھر ایک دن مجھے پاسپورٹ مل ہی گیا، لیکن یہ میرے نام کا نہیں تھا، ویسے اُس پر تصویر میری ہی تھی۔ یہ پاسپورٹ وکیل ہی نے کسی طرح حاصل کیا تھا۔ میں نے اس پر احتجاج کیا، لیکن اس نے اس کی ذمے داری لی کہ میں قانونی گرفت میں نہیں آنے پاؤں گی۔

مجھ پر تو بہرحال ایک بہت بڑی دولت کا نشہ طاری تھا اس لیے میں بے چون وچرا یہاں کے لیے روانہ ہو گئی۔ مونا کرسٹی میرا جعلی نام ہے، جو پاسپورٹ پر درج ہے۔ یہاں آتے ہی وہ وکیل سے میرا باس بن گیا۔ اب مجھے اُس بڑی جائداد کے متعلق کوئی جواب نہیں ملتا، لیکن رقم اب بھی وہی ملتی ہے، جو پہلے ملتی رہی تھی۔ اکثر میں نے اُسے دھمکی بھی دی ہے کہ میں پولیس کو اطلاع دے دوں گی جس کا جواب یہی ملا ہے کہ شوق سے دے دو۔ پولیس مجھے نہیں پا سکے گی، لیکن خود تم ایک بہت بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ کیونکہ برما سے یہاں جعلی پاسپورٹ پر آئی ہو۔ بس میں خاموش رہ جاتی ہُوں اور میں نے خود کو... حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا ہے۔"

"تمھیں یقین ہے کہ آج تک تمھارا سامنا اُس سے نہیں ہوا؟" ناگر نے پوچھا۔

"ہاں، یقین ہے بھی اور نہیں بھی ہے۔ میں جب اُسے پہچانتی ہی نہیں تو وہ ہزاروں بار میرے سامنے آیا ہوگا اور کیا یہ ممکن نہیں ہے؟"

وہ خاموش ہو کر ناگر کی آنکھوں میں دیکھتی ہُوئی مسکرائی، پھر شرارت آمیز لہجے میں بولی۔ "وہ وکیل تو تم بھی ہو سکتے ہو۔"

ناگر ہنسنے لگا اور وہ بدستور شرارت سے آنکھیں چمکاتی ہُوئی بولی۔ "بتاؤ نا تمھارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم وہی وکیل نہیں ہو۔"

"کیا ٹرانسمیٹر میں تم میری ہی آواز سُنتی ہو؟"

"آواز بدلی بھی جا سکتی ہے اور پھر ٹرانسمیٹر پر آواز پہچاننا تو بہت مشکل ہے، جب کہ میں فون پر بھی اپنے بعض بے تکلف دوستوں کی آوازیں پہچاننے کا سلیقہ نہیں رکھتی۔"

"بات تو ٹھیک ہے۔" ناگر مسکرایا۔ "میں تمھیں یقین نہیں دلا سکوں گا کہ میں ہی وہ وکیل نہیں ہُوں جو اَب تمھارا

باس بن بیٹھا ہے، مگر تم نے آخر یہ سب کچھ مجھے کیوں بتا دیا؟"

"تاکہ تم مجھے ہی باس نہ سمجھ لو۔" مونا مسکرائی۔

وہ تھوڑی دیر تک اِس مذاق سے محظوظ ہوتے رہے، پھر ناگر نے پوچھا۔ "کم از کم تم یہ تو بتا سکو گی کہ ٹرانسمیٹر پر بولنے والا مشرقی ہے یا مغرب کا باشندہ۔"

"لہجے سے وہ مجھے فرانسیسی معلوم ہوتا ہے اور بہتیرے الفاظ کا تلفظ بھی فرانسیسیوں ہی کے سے انداز میں کرتا ہے۔"

ناگر پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ مونا بھی خاموش ہو گئی تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے ہنس کر کہا۔ "آج تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو ایک بہت ہی گندا کام کرنا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ایک کتے کی لاش کنویں میں پھینکنی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"کتے کی لاش بھئی، وہ تمھیں آج آٹھ بجے رات کو نادر محل کے صدر دروازے پر پڑی ملے گی۔ تم اُسے پُرانے شہر کی حاتم گلی والے کنویں میں پھینکو گے۔"

"تم مذاق تو نہیں کر رہی ہو؟"

"شاید اِس سے پہلے بھی مذاق کرتی رہی ہُوں، کیوں؟"

ناگر بُرا سا مُنہ بناتے ہُوئے کچھ سوچ رہا تھا۔

●

ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے سارے شہر کی پولیس فن آئی لینڈ میں اُلٹ پڑی ہو۔ ہلدا کی تلاش بڑی تندہی سے جاری تھی۔ باوردی پولیس تو خیر تھی ہی لاتعداد، سادہ لباس والے بھی جزیرے کے چپے چپے پر پھیل گئے تھے۔

عمارتوں کی تلاشیاں لی جا رہی تھیں اور دولت مند طبقے کے لوگ اِس پر جھلا جھلا کر احتجاجاً اعلیٰ آفیسروں کو فون کر رہے تھے، لیکن اِس وقت کسی کی بھی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔ معاملہ محکمۂ سُراغ رسانی کی ایک لڑکی کا تھا۔ اِس لیے ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر گویا سارا جزیرہ اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا گیا، لیکن ہلدا نہ ملی۔

دونوں لڑکیوں کا بیان تھا کہ ہلدا کو لا دے جانے والا ایک لمبا تڑنگا نقاب پوش تھا، جس نے جاتے جاتے پلٹ کر ان دونوں کو جان سے مار دینے کی دھمکی دی تھی اور وہ چیختی ہُوئی اوپر بھاگی تھیں۔

حمید کو اِس پر بڑا غصّہ آیا تھا اور اُس نے لیڈی انسپکٹر ریکھا سے کہا تھا۔ "کاش وہ تم سبھوں کو پکڑ لے جاتا۔"

"سب تمھاری وجہ سے ہُوا۔" ریکھا دہاڑی۔

"طوفانِ نوح بھی تو میری وجہ سے آیا تھا۔"

ریکھا بُری طرح چڑ گئی اور اُس کا بُخار اُس نے قاسم پر نکالا۔ وہ کسی کٹی ہوئی پتنگ کی طرح جزیرے میں ڈولتا پھر رہا تھا۔ ریکھا نے کانسٹیبلوں کو حکم دیا کہ وہ اُسے نرغے میں لے لیں۔ پھر وہ اُن دونوں لڑکیوں کو اُس کے قریب لے گئی۔

"کیا یہی تھا؟" اُس نے پوچھا۔

"نہیں اتنا لمبا چوڑا بھی نہیں تھا۔" ایک لڑکی نے جواب دیا۔

"اے... بھلا... میں... غغ... واہ..." قاسم بوکھلائے ہُوئے انداز میں ہکلایا۔

اتنے میں حمید بھی وہاں پہنچ گیا۔

"حمید... بھائی... جرا دیکھو تو۔" قاسم نے جھینپے ہُوئے انداز میں شکایتاً کہا۔

"میں کیا۔ خُدا دیکھ رہا ہے۔ یہ سب چیچک کا شکار ہو کر نقشین ہو جائیں گی انشا اللہ۔"

"خُدا کرے تم خود مرو۔" ریکھا کی نسوانیت جاگ اُٹھی۔

"خُدا کرے یا نہ کرے ایک دن تو مرنا ہی پڑے گا، مگر تمھارا چہرہ کیسا لگے گا، اگر نکل آئی چیچک۔"

ریکھا دانت پیس کر آگے چلی گئی۔

پھر کچھ دیر بعد حمید کو وہاں کرنل فریدی نظر آیا، جس کے چہرے پر گہری طمانیت تھی اور وہ سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ اُس نے حمید کو اشارے سے اپنے قریب بُلایا۔

"کیا قصّہ ہے؟" اُس نے پوچھا۔

حمید کو اپنی شیطنت بھی دُہرانی پڑی، لیکن فریدی نے اِس پر کچھ نہیں کہا۔ وہ تو سمجھا تھا کہ شاید فریدی حسبِ معمول پہلے تو اخلاقیات پر ایک طویل لیکچر پلائے گا اور پھر اُسے کسی بار بردار گدھے کی طرح کام پر لگا دے گا، لیکن اس کے انداز سے یہ بھی نہ ظاہر ہو سکا کہ وہ [illegible] کیس میں دلچسپی لے گا۔

"آج کل میرے پاس کام کی زیادتی ہے، ورنہ اِسے بھی دیکھتا۔" اس نے بے پروائی سے کہا اور ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ حمید کی جان میں جان آئی اور اُس نے سوچا کہ اب اتوار بارہ بجے شب تک اتوار ہی رہے گا۔

"مگر مجھے حیرت ہے کہ وہ [illegible]نی جلدی غائب کہاں [illegible]

ہو گیا؟" حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہُوئے کہا۔ "وہاں پہنچنے میں بمشکل تمام دو منٹ لگے ہوں گے۔"

"لانچ میں بیٹھ کر نکل گیا ہوگا۔"

"دُور دُور تک کسی لانچ کا پتا نہیں تھا۔" حمید نے کہا۔

"کیا تم پورے جزیرے کا چکر لگا سکو گے دو منٹ میں۔"

"نہیں، پھر بھی میں شاید اپنی زندگی میں کبھی اتنا تیز نہیں دوڑا تھا، جتنا آج دوڑا ہُوں۔"

"ایک لڑکی کا معاملہ تھا نا۔" فریدی مسکرایا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ اس معاملے کا مضحکہ کیوں اُڑا رہے ہیں؟" حمید نے حیرت سے کہا۔

"بکواس مت کرو۔" فریدی کہتا ہُوا اُٹھ گیا۔

●

اس معاملے میں تو حمید کو اس سے غرض تھی ہی نہیں کہ فریدی اِس میں دلچسپی لے رہا ہے یا نہیں۔ وقتی طور پر اُس سے ضرور کاہلی سرزد ہوئی تھی، لیکن پھر اُس نے سوچا کہ ہلدا اُس کی موجودگی میں وہاں سے غائب ہُوئی تھی اِس لیے اُسے کچھ کرنا چاہیے۔

لیڈی انسپکٹر ریکھا اُس کے ہم چشموں میں اُس کا مضحکہ اُڑاتی پھر رہی تھی۔ وہ حمید سے یوں بھی بُری طرح خار کھاتی تھی۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے حمید ہی اس کے اور فریدی کے درمیان میں آ گیا ہو۔

وہ اِس وقت ریکھا ہی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔

اُس نے ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری طرف سے فریدی بول رہا تھا۔

"میری کوئی کال آئی تھی؟" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"[illegible] کر رہے ہو؟"

"[illegible] کھا رہا ہُوں۔"

"کیوں...؟"

"کیا ریکھا یہ سمجھتی ہے کہ آپ مجھ سے عشق کرنے لگے ہیں؟"

"کیا بکواس ہے؟"

"ارے وہ تبھی سے اِس طرح جلتی ہے، جیسے مجھے آپ کی محبوبہ بننے کا شرف حاصل ہو گیا ہو۔"

"کسی وقت تمھارا ذہن عورت سے خالی بھی رہتا ہے؟"

"اُس وقت کو میرا آخری لمحہ کہیں گے، جب ایسا ہو۔"

"کیا تم اپنے بیڈ رُوم سے بول رہے ہو؟"

"ظاہر ہے۔"

"تمھیں باہر جانا ہے۔"

"کہاں؟"

"آرلکچنو، وہاں ٹھیک ساڑھے نو بجے تین آدمی پہنچیں گے۔ تمھیں اُن کا تعاقب کرنا ہے۔"

"وہاں شاید تین ہزار... تین آدمی ٹھیک ساڑھے نو بجے پہنچیں گے، لیکن میں تین ہزار تو کیا ایک بھی ایک بٹا دو بھی نہیں ہو سکتا۔"

"پوری بات سُنو۔"

"سُن رہا ہُوں۔" حمید مُردہ سی آواز میں بولا۔

"تم اُن تینوں کو اچھی طرح پہچانتے ہو۔ وہ ایڈی، لُوئی اور ٹمپلر ہیں۔"

"اُن کی نگرانی تو ویسے بھی ہوتی تھی۔" حمید نے کہا۔

"آج کل نہیں ہو رہی ہے۔"

"ارے کسی سادہ لباس والے کو لگا دیجیے۔"

"نہیں، تم جاؤ گے۔" فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ "اور میک اَپ میں جاؤ گے، جلدی کرو، صرف دو گھنٹے ہیں۔"

"بہت بہتر جنابِ عالی!" حمید نے اُوپری ہونٹ بھینچ کر کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

میک اَپ اور بھاگ دوڑ۔ بات کیا تھی اُسے علم نہیں تھا، لیکن میک اَپ کی ضرورت بہت ہی خاص مواقع پر محسوس کی جاتی تھی، مگر کچھ بھی ہو حمید اس وقت کام کے مُوڈ میں ہرگز نہیں تھا۔ خواہ وہ ہلدا ہی کا معاملہ کیوں نہ ہوتا۔

دراصل اُسے آٹھ بج کر پچیس منٹ پر ہلائی سرکل نائٹ کلب پہنچنا تھا۔ وہ اپنی ایک نئی ملنے والی کو وقت دے چکا تھا۔ اُلجھن... اُلجھن کے علاوہ اور کیا ہوتا۔ نہ وہ یہی برداشت کر سکتا تھا کہ اُس کی نئی دوست اُس کے متعلق کوئی بُری رائے قائم کرے اور یہ بھی ناممکن تھا کہ وہ فریدی کے حکم کی تعمیل نہ کرتا۔ اگر میک اَپ کا جھگڑا نہ ہوتا تو وہ دونوں ہی کو نپٹانے کی کوشش کرتا۔ ساڑھے آٹھ بجے وہ ہلائی سرکل کلب میں ملنے والی تھی اور ساڑھے نو بجے اُن تینوں کو آرلکچنو میں دیکھنا تھا۔ صرف ایک گھنٹے کا وقت ملتا، لیکن اس ایک گھنٹے میں... میک اَپ کر کے صحیح وقت پر آرلکچنو پہنچنا ناممکن ہو جاتا۔

وہ سر پیٹتا ہُوا اُوپری منزل پر آیا۔ یہاں تجربہ گاہ میں

میک اَپ کا سامان بھی رہتا تھا۔ وہ چند لمحے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا رہا، پھر یک بیک اُس کے ہونٹوں پر ایک شریر سی مسکراہٹ نظر آئی۔

اس کے بعد وہ الیکٹرک شیونگ مشین سے اپنی داڑھی اور مونچھیں کھرچنے لگا۔ چہرے کی مکمل قسم کی مرمت ہو جانے پر اُسے پہچاننا دشوار ہو گیا اور پھر جب اُس نے اپنے سر پر مصنوعی سُنہرے بال چپکا لیے تو بس قیامت ہی ہو گئی۔ خود اُس کا دل چاہا کہ آئینے ہی سے لپٹ جائے۔ ایسی حسین نسوانی شکل نکلی تھی کہ بس۔

اب وہ سوچنے لگا کہ ساڑی استعمال کرے یا اسکرٹ۔ زندگی میں پہلی بار عورت کا میک اَپ کیا تھا، لیکن اُسے خود پر اعتماد تھا۔ وہ مطمئن تھا کہ اِس رول میں بھی کہیں سے جھول نمایاں نہیں ہو سکتا۔ ویسے فریدی کی یہ منشا ہرگز نہیں تھی کہ حمید کسی عورت کے میک اَپ میں اُن تینوں آدمیوں کی نگرانی کرے۔ اُس نے نہ کبھی خود یہ اِس قسم کا کوئی میک اَپ آزمایا تھا اور نہ کبھی حمید ہی کو اس کی رائے دی تھی۔

پھر تو گویا یہ سوفی صد اُسی چھپکلی کا مسئلہ تھا، جو کبھی کبھی حمید کے سر پر سوار ہو کر اُسے رُسوا کیا کرتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد، دھ ہلکے نارنجی رنگ کی ساڑی میں ایک دراز قد اور غیر معمولی طور پر صحت مند لڑکی نظر آنے لگا اور پھر اُس نے آئینے میں آنکھ ماری۔

اب سوال تھا ملازموں کی نظروں سے بچ کر نکل جانے کا۔ اِس کے لیے اُس نے عقبی زینے استعمال کیے اور عمارت کی پُشت پر پہنچ گیا۔

پھر گیراج تک پہنچنے میں کوئی دُشواری نہ پیش آئی... کمپاؤنڈ کا پھاٹک ابھی کھلا ہُوا تھا۔ اُس نے گیراج سے چھوٹی آسٹن نکالی، جس کا رنگ وقتاً فوقتاً ضرورت کے مطابق تبدیل کیا جاتا رہتا تھا اور یہ بہت ہی مخصوص قسم کے مواقع پر استعمال کی جاتی تھی۔ اس کے کوئی مخصوص نمبر نہیں تھے۔ اِس لیے بعض اوقات اس پر تھوڑے تھوڑے وقفے سے مختلف نمبر کی پلیٹیں نظر آیا کرتی تھیں

وہ ٹھیک نو بجے آرلکچنو پہنچ گیا۔

مگر اپنی اسکیم کے مطابق اُسے باہر ہی رُک کر اُن تینوں کا انتظار کرنا تھا۔ وہ شہر کے بدنام لوگوں میں سے تھے اور اُن کا ذریعۂ معاش فریب دہی اور دوسری مختلف غیر قانونی حرکات تھیں۔ یہ دیسی ہی تھے، لیکن انھوں نے انگریزوں کے نام اختیار کر رکھے تھے۔

حمید نے گاڑی کمپاؤنڈ کے ایک درخت کے نیچے کھڑی کر دی، جہاں اندھیرا تھا، لیکن پورچ یہاں سے صاف نظر آ رہی تھی اور پورچ کی چھت سے لٹکے ہُوئے بڑے لیمپ کی روشنی میں ہر آنے جانے والے کا چہرہ بخوبی دکھائی دیتا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد، وہ تینوں پورچ میں نظر آئے۔ حمید چُپ چاپ گاڑی سے اُترا اور انتظار کرنے لگا کہ وہ لوگ اندر داخل ہو جائیں۔

پھر جب حمید اندر پہنچا تو بیک وقت درجنوں آنکھیں اُس کی طرف اُٹھ گئیں۔ اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی اور آنکھیں خمار آلود ہو رہی تھیں۔ چال تو قیامت تھی قیامت!

اُس نے اُن تینوں کو ایک میز پر دیکھا اور اُن کے قریب ہی دو ایک میزیں اور بھی خالی تھیں۔ وہ اسی طرف چل پڑا۔ ایڈی کا رُخ اُسی کی طرف تھا۔ اُس نے اُسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ اُسے اِس طرح ایک جانب گھورتے دیکھ کر اُس کے ساتھی بھی مُڑے اور پھر اُن کی بھی وہی کیفیت ہُوئی، جو ایڈی کی ہُوئی تھی۔ حمید ایک میز پر جم گیا... وہی بے پروا سی مُسکراہٹ اب بھی اُس کے ہونٹوں پر تھی اور وہ کسی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ ایڈی، ٹونی اور ٹمبلر بے چین نظر آنے لگے۔

پھر کچھ دیر بعد، حمید نے ایسی حرکتیں شروع کیں کہ اُن کا دل بڑھ گیا اور ایڈی اُٹھ کر اُس کی میز پر آیا۔

"کیا آپ ہماری دعوت قبول کریں گی محترمہ؟" اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

"تشریف رکھیے۔" حمید نے جھینپی ہُوئی مُسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میں اِس شہر میں اجنبی ہُوں۔"

ایڈی اُس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

"یہ بدتمیزی ضرور تھی۔" اُس نے متاسفانہ انداز میں ہاتھ ملتے ہُوئے کہا۔ "مگر میں نے سوچا ممکن ہے، آپ اس شہر میں نووارد ہوں۔ بات دراصل یہ ہے محترمہ! اسے سچی ہی بات عرض کر دوں۔ ہم تینوں پیشہ ور گائیڈ ہیں۔ اگر آپ نے ابھی تک کوئی گائیڈ نہ کیا ہو تو میں اپنی خدمات پیش کر دوں۔"

"ضرور پیش کیجیے۔ میں آج ہی تو آئی ہُوں۔" اُس نے

ہنس کر کہا، پھر مُنہ بنا کر بولا۔ "اُف فوہ... کتنی پیاس ہے۔ وہ کم بخت ویٹر۔"

"کیا پئیں گی آپ؟"

"رات کو میں پانی نہیں پیتی۔"

"پھر بھی بتائیے نا کیا منگاؤں؟"

"میں خود منگوالوں گی۔" حمید نے کچھ غصیلے لہجے میں کہا۔ "کیا تم مجھے کوئی فلرٹ سمجھتے ہو؟"

"ارے نہیں محترمہ! یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟" ایڈی بوکھلا گیا۔

"بُلاؤ اپنے ساتھیوں کو بھی بُلاؤ اور تم تینوں مل کر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کرو۔ اے... بوائے۔"

ویٹر تیزی سے میز کے قریب آیا۔

"شیری لاؤ... اور ایک اسکاچ... یا پھر تم لوگ کیا پیتے ہو؟" اُس نے ایڈی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"وِسکی، وہائٹ ہارس۔" ایڈی گڑبڑا کر بولا۔

"ایک بوتل وہائٹ ہارس، ایک شیری، جلدی کرو۔" حمید نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ ویٹر چلا گیا، پھر وہ ایڈی کی طرف مُڑ کر بولا۔ "بُلاؤ نا اپنے ساتھیوں کو۔ نہ میں کوئی مُفلس عورت ہُوں اور نہ مردوں سے ڈرتی ہُوں۔"

"آپ خواہ مخواہ بدگمان ہوتی ہیں محترمہ! ہم تو آپ کے خادم ہیں۔" ایڈی نے کہا اور اپنے ساتھیوں کو اسی میز پر آ جانے کا اشارہ کیا، لیکن حمید نے اُس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار دیکھے۔

"آپ ایک مہربان خاتون ہیں۔" اُس نے ٹونی اور ٹمبلر سے کہا۔ "آپ نے از راہِ نوازش میری خدمات قبول کر لی ہیں اور یہ دعوت... آپ ہی کی طرف سے ہے۔"

اُن دونوں نے متشکرانہ انداز میں صرف سر ہلا دیے... زبان سے کچھ نہیں کہا۔

"ہلمن، میں حاتم طائی کی بیٹی ہُوں۔" حمید ہنس پڑا۔

ویٹر ٹرے میں شراب کی بوتلیں، گلاس اور سوڈے کا سائیفن لایا اور وہ دونوں اشتباہ آمیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگے۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد، وہ سب بڑی گرم جوشی سے پی رہے تھے، کیونکہ حمید نے انھیں تاؤ دلا دیا تھا۔ اُس نے اپنے کسی ایسے دوست کا تذکرہ کیا، جو بڑا پیکڑ تھا جسے ایک ہی نشست میں کئی کئی بوتلیں صاف کر دینے کے بعد بھی نشہ نہیں ہوتا تھا اور اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ ایسے ہی پینے والوں کے ساتھ بیٹھ کر پینے میں لُطف بھی آتا ہے۔

وہ تینوں شہر کے چھٹے ہُوئے بدمعاش تھے، لیکن حمید کو ایک آوارہ مزاج رئیس زادی کے علاوہ اور کچھ نہ سمجھ سکے۔ پہلی بوتل ذرا سی دیر میں خالی ہو گئی، لیکن انھیں نشہ نہیں ہو سکا۔ شاید حمید کا دوست اُن کے ذہنوں پر بُری طرح حاوی ہو گیا تھا، پھر ٹونی نے دو بوتلیں اپنی جیب سے منگوائیں۔ حمید شیری پیتا رہا۔

اچانک ساڑھے دس بجے حمید کو وہاں شہر کا ایک اور بدمعاش دِکھائی دیا، جس کے کئی جُوئے خانے چلتے تھے، لیکن ابھی حال ہی میں فریدی نے اُس کا یہ بزنس بند کرا دیا تھا۔ حمید نے محسوس کیا کہ وہ اِسی میز کی طرف آ رہا ہے۔ ناگر کو وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ یہ بھی اُسے معلوم تھا کہ وہ بہت چالاک آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میک اَپ ہی کا بھرم کُھل جائے۔ کیونکہ ناگر بہت عرصے تک اسٹیج کا ایکٹر بھی رہ چکا تھا۔

"میں ابھی آئی۔" حمید نے اُٹھتے ہُوئے کہا۔

"ارے... نامیں... ہام... کا سے... جی... ٹیس گے۔" ایڈی جھومتا ہُوا بولا، لیکن حمید اپنا وینٹی بیگ سنبھالتا ہُوا کھسک ہی گیا۔ وہ بڑی تیزی سے ریکریئیشن ہال کی طرف جا رہا تھا۔

"اب تمھیں کہاں جانا ہے میرے دوستو؟... کہ میں تمھارا تعاقب کروں گا۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور بے اختیار مُسکرا پڑا، پھر بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کہیں کسی نے اُسے اِس طرح خود بخود مُسکراتے تو نہیں دیکھ لیا۔ آج وہ جی بھر کے تفریح کرنا چاہتا تھا۔

ٹونی، ایڈی اور ٹمبلر بُری طرح ڈاؤن ہو گئے تھے اور اِس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ناگر کو دیکھ رہے تھے، جیسے وہ کوئی جیتی جاگتی سچویشن نہ ہو بلکہ انھوں نے اُسے خواب میں دیکھ پایا ہو۔

"کیا کر رہے تھے تم لوگ؟" ناگر غُرّایا۔

"مزا کر رہے تھے پیارے! تم بھی آؤ۔" ایڈی جھومتا ہُوا اُنگلی نچا کر بولا۔

"وہ عورت کون تھی؟" ناگر غصّہ پی گیا۔

"حاتم طائی کی بیٹی۔" ٹمبلر آنکھیں بند کر کے بڑبڑایا۔ "حاتم

کی بیٹی جس نے اپنے گھوڑے کو ذبح کر کے مہمان کو کھلا دیا تھا۔"

"میں کہتا ہوں تم وہاں کیوں نہیں گئے؟"

"وہاں...سے زیادہ...یہاں...ہچ...مزا آرہا...ہچ...تھا۔" ٹونی ہچکیاں لیتا ہوا بولا۔ "رام کی بیٹی تمھیں بھی پلائے گی...ہچ...بیٹھو...بیٹھو...ہچ۔"

"مت بکواس کرو۔" ناگر بھینچتا ہوا بولا۔ "کان کھول کر سن لو...اگر تمھیں سنجیدگی سے کام کرنا ہے تو کرو، ورنہ جہنم میں جاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔" ٹمبلر نے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "ہم جہنم میں چلے جائیں گے...آج ہی چلے جائیں گے۔ابھی چلے جائیں گے۔"

"جہنم...میرے چچا نے بنوائی تھی...سا مجھے۔" ٹونی میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ "تم...ہچ...وہاں کا سے...جاؤ گے۔"

"ابے...جا۔" ٹمبلر نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "تیرے چچا کے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔میرے باپ کے شراب خانے میں پڑا رہا کرتا تھا۔وہ بنوائے گا جہنم...ہینہ۔"

"ابے...چوپ...چھچھورے کی اولاد...تیرا باپ دھکے کھاتا پھرتا تھا۔" اُس نے ٹمبلر کو گھونسا دکھایا۔

"اے ٹونی۔" ایڈی اُس کا شانہ پکڑ کر جھنجوڑتا ہُوا بولا۔ "ہوش میں رہو۔میں اس کے باپ کی بہت عزت کرتا تھا۔زبان بند کرو۔"

"تم...ہچ...میرے چچا...کی عزت کیوں نہیں کرتے تھے۔" ٹونی جھٹکا دے کر اُس کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹاتا ہُوا بولا۔ "اس کی عزت کرو...وہ میرا...ہچ...چچا تھا...تمھارا باپ تھا...ساری دُنیا کا باپ تھا۔"

ناگر چند لمحے انھیں گھورتا رہا، پھر اُٹھ گیا۔شاید اُس نے یہ سوچا تھا کہ اُن سے ہوش مندی کی توقع فضول ہے۔ عین ممکن تھا کہ اُن کے درمیان میں ہاتھا پائی کی بھی نوبت آجاتی۔

آمد و رفت کے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رُکا اور ایک بار پھر پلٹ کر اُن کی طرف دیکھنے لگا۔میز اُلٹ گئی تھی اور وہ تینوں ایک دوسرے سے گتھے ہُوئے تھے اور پھر بھاگ دوڑ شروع ہوگئی۔ناگر چُپ چاپ باہر نکل آیا۔ اُس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہُوئے تھے۔شاید وہ بہت غصے میں تھا۔

کمپاؤنڈ میں پہنچ کر اُس نے موٹر سائیکل سنبھالی اور ایک طرف چل پڑا۔کچھ دیر بعد اُس نے ایک عمارت کے سامنے موٹر سائیکل روکی اور اُتر کر اندر چلا گیا۔واپسی پر اُس کے ہاتھ میں پیٹرول کا ایک ٹن تھا، جسے اُس نے موٹر سائیکل کے کیریئر پر رکھ کر چمڑے کے تسمے سے کس دیا اور پھر چل پڑا۔ موٹر سائیکل کی رفتار بہت تیز تھی۔

اب اُس کا رُخ پُرانے شہر کی طرف ہوگیا تھا۔

پُرانے شہر پہنچ کر اُس نے نادر محل سے کافی فاصلے پر موٹر سائیکل چھوڑ دی اور ہاتھ میں پیٹرول کا ٹن لٹکائے ہُوئے نادر محل کی طرف چلنے لگا۔

چاروں طرف سناٹا تھا۔سردیوں کی راتیں تھیں۔اس لیے گیارہ بجے ہی ایسا معلوم ہونے لگا تھا، جیسے آدھی سے زیادہ رات گزر گئی ہو۔

وہ نادر محل کے قریب پہنچ کر پھر رُکا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔یہاں بھی ہر طرف سناٹے کی حُکمرانی تھی۔آس پاس کے کسی آوارہ کتے نے بھی آواز نہ نکالی۔

وہ صدر دروازے کے قریب پہنچ گیا۔یہاں ایک بڑے سے سیاہ رنگ کے کتے کی لاش موجود تھی۔اُس نے نہایت اطمینان سے پیٹرول کا ٹن اس پر خالی کر دیا اور پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر ایک دیا سلائی کھینچی اور لاش کی طرف اُچھال دی۔

یک لخت روشنی کا ایک جھماکا سا ہُوا اور لاش دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

پھر موٹر سائیکل تک پہنچتے پہنچتے اُس کے پھیپھڑے دھونکنی بن گئے۔

وہاں سے وہ سیدھا مونا کرسٹی کے فلیٹ میں آیا۔

وہ شاید سو چکی تھی۔بار بار گھنٹی بجانے پر تھوڑی دیر بعد اندر کچھ کھڑکھڑاہٹ سُنائی دی اور پھر قدموں کی آوازیں آئیں جو دروازے کے قریب آکر ختم ہوگئیں اور ایک لمحے کے لیے سکوت طاری ہوگیا۔

"کون ہے؟" اندر سے مونا کی بھرائی ہُوئی سی آواز آئی۔

"ناگر...."

"کیوں؟" لہجے میں حیرت تھی۔ "اوہ ٹھہرو! ایک منٹ۔ ذرا میں سلیپنگ گاؤن ڈال لوں۔" پھر تقریباً تین منٹ بعد دروازہ کھلا اور ناگر نے محسوس کیا کہ وہ اِس قلیل وقفے میں چہرے پر لپ کرنا اور ہونٹوں پر لپ اسٹک پھیرنا نہیں بھولی تھی۔ویسے اُس کی خمار آلود آنکھیں صاف بتا رہی تھیں کہ وہ

کچی نیند سے جاگی ہے۔بڑے بڑے پھولوں والا سلیپنگ گاؤن اُس کے سڈول جسم پر بہت حسین لگ رہا تھا۔

"میں یہ اطلاع دینے آیا ہُوں کہ میں نے کتے کی لاش جلا دی ہے۔"

"کیوں؟" مونا چونک سی پڑی۔

"ٹونی، ٹمبلر اور ایڈی اُسے کنویں میں نہیں پھینک سکے۔ انھوں نے اتنی پی لی ہے کہ دو قدم بھی نہیں چل سکتے۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُسے پھینک دیں گے... میں خود نہیں پھینک سکا۔اپنے باس سے کہہ دو کہ میں آدمی کی لاش برداشت کر سکتا ہُوں، لیکن کتوں کی لاشیں میرے بس سے باہر ہیں۔"

"مگر تم نے اُسے جلا کیوں دیا؟"

"پتا نہیں، وہ لاش کیسی تھی؟ اگر وہاں پڑی رہ جاتی تو معلوم نہیں کس قسم کے نتائج برآمد ہوتے۔یہی سب سوچ سمجھ کر میں نے اُسے ضائع ہی کر دینا مناسب سمجھا اور ہاں اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اب مجھے دوسرے آدمیوں کا انتظام کرنا پڑے گا۔کیونکہ وہ تینوں تو شاید اب تک حوالات میں پہنچ چکے ہوں۔اچھا اب میں جا رہا ہُوں۔"

ناگر واپسی کے لیے مُڑ گیا۔اُس نے یہ گفتگو میں کھڑے کھڑے کی تھی۔

●

آرلکچنو میں ہنگامہ ہُوا اور آن واحد میں فرو بھی ہوگیا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔تین شرابی آپس میں لڑ پڑے تھے۔ انھیں پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔کسی نے بھی نہ پوچھا کہ اُن کے ساتھ جو عورت تھی کہاں گئی۔ایڈی، ٹونی اور ٹمبلر سے بہتیرے واقف تھے اور یہ بھی بہتیروں نے دیکھا تھا کہ ہنگامے کے وقت اس میز پر کوئی چوتھا آدمی نہیں تھا۔

بس یہ ہنگامہ ڈائننگ ہال ہی تک محدود رہا۔ریکریشن ہال والوں کو اس کی خبر بھی نہ ہو سکی، مگر حمید غافل تو نہیں تھا۔ وہ اس وقت تک یہاں کی تفریحات میں مشغول نہیں ہُوا تھا، جب تک اُس نے ناگر کو ڈائننگ ہال سے نکلتے نہیں دیکھ لیا تھا۔

اس کے بعد اُسے کسی شکار کی تلاش ہُوئی۔وہ آج جی بھر کے تفریح کرنا چاہتا تھا۔کیونکہ فریدی کی وجہ سے اپنی ایک دوست کو وقت دے دینے کے باوجود بھی ہائی سرکل کلب نہیں پہنچ سکا تھا۔

ذرا ہی سی دیر میں اُسے شکار نظر آگیا اور شکار بھی ایسا کہ بس مزا ہی آجاتا۔

قاسم ان دِنوں روزانہ آرلکچنو میں آرہا تھا۔کیونکہ رقص گاہ کے فرش پر پاؤڈر چھڑکنے والی لڑکیوں میں سے ایک اُسے بہت پسند آگئی تھی، مگر ظاہر ہے کہ وہ اُسے صرف دیکھتا اور ٹھنڈی سانسیں ہی کھینچتا رہا ہوگا۔اُس میں بھلا اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ کسی لڑکی سے ملنے ملانے میں پہل کر سکتا... ویسے اُس کا یہ قول بھی سچا ہی ہو سکتا تھا کہ

محوبت اثر کرتی ہے چپکے چپکے
محوبت کی کھاموش انگاریاں ہیں۔

وہ اِس شعر کو گنگنا کر پڑھا کرتا تھا، مگر چنگاریاں اُسے ہمیشہ انگاریاں یاد آتیں۔اگر کوئی ٹوک دیتا تو بھتے سے اُکھڑ جاتا اور حلق پھاڑ کر کہتا۔ "میں تو انگاریاں ہی کہتا ہُوں، یہی دُرست ہے۔انگارہ سے انگاریاں...اگر چنگاریاں صحیح ہے تو انگارہ کو چنگارہ کیوں نہیں کہتے..... نہیں...کہو نا!"

حمید نے اُسے دیکھا۔وہ گیلری کی ایک میز پر تنہا تھا۔ وہ بڑے دل کش انداز میں وینٹی بیگ ہلاتا ہُوا اُس کی طرف بڑھا اور جب اُس کے قریب پہنچ گیا تو قاسم نے مُنہ کھول کر اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے کسی اُلو کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہُوں؟" حمید نے مُسکرا کر پوچھا۔ اُس کی آواز میں نہ جانے کہاں کا رس اور لوچ آگیا تھا۔

"ج...جی...جی ہاں۔" قاسم بوکھلا کر کھڑا ہوگیا، پھر ایسا معلوم ہونے لگا، جیسے وہ میز پر سر کے بل کھڑا ہو جانا چاہتا ہو۔

"آپ بھی بیٹھیے نا۔" حمید نے کہا، جو پہلے ہی بیٹھ گیا تھا۔

"ج...جی ہاں...ب...بالکل...بالکل۔" قاسم پیچھے ہٹ کر کرسی سنبھالنے لگا۔کبھی اِدھر کھسکاتا اور کبھی اُدھر۔ اُس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور نتھنے پھول پچک رہے تھے۔شاید زندگی میں پہلا ہی موقع تھا۔جب کسی تگڑی سی لڑکی نے خود ہی اُس سے اُس کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت طلب کی تھی۔

"میں کہتی ہُوں تشریف رکھیے نا، یا اگر میرا بیٹھنا ناگوار

ہو تو مَیں چلی جاؤں ؟"

"نن... نہیں... ارے نہیں... بیٹھیے... بھائی صاحب ...اُدرغ... اُدرغ... مطلب یہ کہ... جی ہاں!"

قاسم دھم سے کُرسی پر بیٹھ گیا۔

حمید نشیلی آنکھوں سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ قاسم کا بُرا حال تھا۔ کبھی وہ اُس کی طرف دیکھتا اور کبھی بوکھلا کر بغلیں جھانکنے لگتا۔ حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا "میں ...آپ کو کتنے دِنوں سے دیکھ رہی ہُوں۔ آپ کے متعلق مَیں نے سب کچھ معلوم کر لیا ہے، مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ آپ سیٹھ عاصم کے لڑکے ہیں۔ آپ کا نام قاسم ہے۔ آپ کی شادی ایک ایسی لڑکی سے کر دی گئی ہے، جو آپ کو پسند نہیں کرتی۔"

"جج... جی ہاں!" قاسم بھرّائی ہُوئی آواز میں بولا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے اب وہ رو دے گا۔

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ اچھا یہ بتائیے آخر مجھے کیا پڑی تھی کہ مَیں نے آپ کے متعلق اتنی معلومات فراہم کر ڈالیں۔"

"خخ... خُدا آپ کا بھلا کرے!" قاسم کو اِس کے علاوہ اور کوئی جواب نہ سُوجھا۔

حمید پھر خاموش ہو گیا۔ اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ تھی اور وہ قاسم کو بڑی میٹھی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کتنے اچھے ہیں، مجھے کتنے اچھے لگتے ہیں!" اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔

قاسم ہکّا بکّا رہ گیا اور اب تو وہ بالکل ہی گونگا ہو گیا تھا۔

"مَیں اکثر آپ کو خواب میں بھی دیکھتی ہُوں۔ آپ کتنے بانکے سجیلے ہیں!"

قاسم نے بوکھلاہٹ کے عالم میں سوچا کہ اُسے بھی کچھ نہ کچھ بولنا ہی چاہیے، مگر بولے کیا؟ ظاہر ہے، اِسی جُملے کے جواب میں کچھ نہ کچھ کہنا چاہیے، مگر اتنی دیر تک جواب بھی نہ سوچنا چاہیے کہ لڑکی کو کسی قسم کا شُبہ ہو جائے۔ اتنی عقل تو قاسم بھی رکھتا تھا۔ دفعتاً اُسے سُوجھ ہی گئی کہ اس موقع پر اُسے کسرِ نفسی اور خاکساری سے کام لینا چاہیے۔ لہٰذا وہ بوکھلائے ہُوئے انداز میں بولا "اجی مَیں کس ... لائق ہُوں... بالکل چمار ہُوں... اررر... ہوف... یعنی کہ خبیث ہُوں... اُف فوہ... مطلب یہ کہ... اللہ قسم جب بھی آئینہ دیکھتا ہُوں۔ بالکل دھوبی معلوم ہوتا ہُوں... ہت تیرے کی سب غلط!"

قاسم نے جھنجلا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا مُنہ دبا لیا۔ اُسے شدّت سے احساس ہو گیا تھا کہ اُس نے رَو میں اچھی خاصی بکواس کر ڈالی ہے۔

"ہے، ہے۔ آپ کی یہی ادا تو مار ڈالتی ہے!" حمید نے مُسکرا کر کہا۔

"ادا... مار ڈالتی ہے... ارے باپ رے!" قاسم نڈھال سا ہو کر کُرسی کی پُشت سے ٹک گیا۔

"کیوں کیا ہُوا؟" حمید آگے جُھک آیا۔

"آپ مردوں کی طرح کیوں بول رہی ہیں؟" قاسم نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

"آپ عورتوں کی طرح بدحواس کیوں ہو جاتے ہیں؟" حمید نے لپک کر کہا۔

"یہاں گگ... گرمی کتنی ہے؟" قاسم اپنی پیشانی رگڑتا ہُوا بولا۔

"تو اُٹھیے... باہر چلیں!" حمید نے تجویز پیش کی۔

●

ناگر کی موٹر سائیکل ایک بار پھر سڑکوں پر فرّاٹے بھر رہی تھی، لیکن وہ اُسے اپنی قیام گاہ کی طرف نہیں موڑ سکا... کیونکہ اُسے یک بیک وہ عورت یاد آ گئی تھی، جسے اُس نے اپنے ساتھیوں کی میز سے اُٹھتے دیکھا تھا۔

'کیا وہ اب بھی وہاں موجود ہوگی؟' ناگر سوچ رہا تھا۔ وہ کون تھی؟ اور اِس حرکت کا کیا مقصد تھا؟ ٹونی، ایڈسی اور ٹمپلر اس کے لیے نئے نہیں تھے۔ وہ انھیں اچھی طرح جانتا تھا۔ اُن کی عادت سے بھی واقف تھا کہ وہ کبھی... زیادہ نہیں پیتے تھے۔ اتنی زیادہ کہ ہوش میں نہ رہیں اور آپس میں ہی لڑ مریں، پھر یہ کیا قصّہ تھا؟

موٹر سائیکل اُسی سڑک پر مُڑ گئی، جس پر آرلیکنو کی عمارت واقع تھی۔ تھوڑی سی دیر بعد، وہ آرلیکنو کے ڈائننگ ہال میں داخل ہُوا۔ یہاں حالات معمول پر آ چُکے تھے، لیکن ڈائننگ ہال میں وہ لڑکی نہ دِکھائی دی۔

ناگر نے سوچا ممکن ہے، وہ چلی ہی گئی ہو۔ ویسے بھی یہ بات سمجھ میں آنے والی تھی کہ اگر وہ کسی قسم کی سازش

ہی تھی تو اس کے بعد لڑکی وہاں ٹھہرنے ہی کیوں لگی۔

وہ کاؤنٹر کی طرف مُڑ گیا اور کاؤنٹر کلرک سے فون استعمال کرنے کی اجازت طلب کر کے کسی کے نمبر ڈائل کیے، لیکن تیسری بار رِنگ کرنے پر رابطہ قائم ہو سکا۔

"ہیلو!" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا "اِٹ اِز ناگر۔ میری کوئی کال؟"

"جی ہاں!" دوسری طرف سے بھرّائی ہُوئی سی آواز آئی "تھری تھری ایٹ سکس ناٹ پر رِنگ کر کے صرف اپنا نام لیجیے!"

"کیا لہجہ غیر مُلکی تھا؟" ناگر نے پوچھا۔

"جی ہاں... غیر مُلکی ہی تھا!"

"شکریہ!" ناگر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس کے بعد اُس کے بتائے ہُوئے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

"ناگر...!"

"گڈ...!" دوسری طرف سے آواز آئی "تم بہت ذہین ہو ناگر اِسی لیے مَیں تمھیں بہت اہمیّت دیتا ہُوں اور یہی وجہ ہے کہ میں پہلی بار تم سے براہِ راست گفتگو کر رہا ہُوں!"

"شکریہ جناب!" ناگر نے بہت بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔

"مجھے مونا سے اطلاع مل چُکی ہے۔ تم نے سچ مچ عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ اُسے ضائع کر دینا ہی بہتر ہُوا... مگر تمھارے ساتھیوں کا کیا بنا؟"

"وہی جو ہونا چاہیے تھا۔ غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے!"

"تم کہاں سے بول رہے ہو؟"

"آرلیکنو سے!" ناگر نے طویل سانس لے کر کہا "اب میں سوچ رہا ہُوں کہ اگر اُن سے مزید حماقتیں ہوئیں تو کیا صورت ہو گی!"

"اس کی پروا نہ کرو!" دوسری طرف سے ہلکے سے قہقہے کی آواز آئی "اگر انھوں نے کوئی بیان دیا تو اُس کی وقعت بھی نشے کی جھونک سے زیادہ نہ ہو گی یا پھر وہ پاگل قرار دے دیے جائیں گے!"

"جی ہاں، مَیں بھی یہی سوچ رہا ہُوں۔ ہاں، دیکھیے ابھی فون پر ہی ٹھہریے گا!"

"کیا مطلب؟"

"مَیں سلسلہ منقطع کر رہا ہُوں!" ناگر نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ باہر جا رہا تھا۔ سڑک پر آ کر وہ تیزی سے ایک جانب چل پڑا، پھر ایک ٹیلی فون بوتھ ہی کے قریب رُکا۔ یہاں سے اُس نے پھر اُسی نامعلوم آدمی کے نمبر ڈائل کیے، جس سے کچھ دیر پہلے گفتگو کر چُکا تھا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے آواز آئی "اب کہاں ہو؟"

"ایک پبلک کال بوتھ سے بول رہا ہُوں!"

"واقعی بہت سمجھ دار ہو ناگر! میرا خیال ہے کہ اب تم مجھے کوئی حیرت انگیز اطلاع دو گے!"

"حیرت انگیز ہی سمجھیے، کیونکہ... مطلب یہ ہے کہ...!"

"کہو... ہچکچاہٹ کی ضرورت نہیں!"

"محکمہ سُراغ رسانی کی ایک لڑکی غائب ہو گئی ہے!"

"لیکن اُس سے ہمیں کیا سروکار؟" دوسری طرف سے متحیّرانہ لہجے میں کہا گیا۔

"بہت عرصہ ہُوا، مجھے اُس سے سروکار تھا، لیکن پھر ہم میں بڑی سخت لڑائی ہُوئی اور مَیں نے تہیّہ کر لیا کہ اُسے جان سے مار دُوں گا۔ شاید مَیں نے اس پر بھی اپنا یہ خیال ظاہر کر دیا تھا۔ اس کے بعد، اُس کی ایک پولیس آفیسر سے دوستی ہو گئی، جس نے محکمہ کے سپرنٹنڈنٹ کی اسٹینو کی حیثیت سے اُسے ملازمت دلوا دی تھی۔ اب یہ لڑکی فن آئی لینڈ سے غائب ہو گئی ہے!"

"ارے تو تمھیں کیوں فکر ہے؟"

"مجھے تو ذرا ذرا سی بات کی فکر ہو جاتی ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ میرا ایک بہت بڑا دُشمن شہر میں موجود ہے!"

"دُشمن... کیا مطلب؟"

"میرا اشارہ کرنل فریدی کی طرف تھا۔ کیا آپ اُس کے متعلق کچھ نہیں جانتے؟"

"میں نے بہت کچھ سُن رکھا ہے!"

"وہ مجھے پھانسنے کے لیے پیچیدہ ذرائع بھی اختیار کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُس لڑکی کے غائب ہو جانے میں اُسی کا ہاتھ ہو!"

"ارے تم اِن جھمیلوں میں نہ پڑو!" دوسری طرف سے آواز آئی "شاید وہ تمھارے خلاف کسی قسم کا ثبوت بھی نہ مہیّا کر سکے۔ محض قیاسات کی بنا پر وہ کیا کرے گا۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اُسے اپنے ذہن سے نکال ہی دو!"

آخر کار قاسم ایک ڈنڈا تلاش کر لینے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ حمید نے ہال سے باہر آتے ہی ڈنڈے کی فرمائش کی تھی اور قاسم یہ سوچے بغیر کہ کسی عورت کے لیے ڈنڈے کا شوق کیا معنی رکھتا ہے؟ ڈنڈا تلاش کرنے لگا تھا۔

"اب ٹہلنے چلیں گے۔" حمید نے کہا۔

"جرور... جرور... ڈنڈا لیجیے۔"

"میری گاڑی تک لے چلیے۔" حمید نے کہا اور اُسے کار تک لے آیا۔

تھوڑی دیر بعد کار آرلکچنو کی کمپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی۔

"یہ رات کتنی حسین ہے۔" حمید نے کہا۔

"ج... جی ہاں... بہت خبصورت۔"

"میں آپ کو اچھی لگتی ہُوں۔"

"غوب... غوب... ارے باپ رے... اُوغ۔" قاسم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا مُنہ دبا لیا۔ وہ پھر بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔

"کیوں... کیا بات ہے؟ آپ مجھے پسند نہیں کرتے؟"

"پپ پسند... بہت... بہوت۔"

"تو پھر اس طرح مُنہ کیوں بند کرتے ہیں؟"

"مُنہ میں درد ہے۔"

"مُنہ میں... درد... واہ... یہ نئی بات سُنی۔"

"درد... دانت میں ہوگا۔" قاسم نے کہا اور مُنہ پر سے ہاتھ ہٹا لیے۔

"خیر..." حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں بہت عرصے سے آپ کو دیکھ رہی ہُوں۔ اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ کیا آپ مجھ سے محبت کریں گے؟"

"اللہ قسم کروں گا۔ کرتے دم تک مروں گا... ارے ہُش... مرتے دم تک کروں گا۔" قاسم کی بوکھلاہٹ شدّت اختیار کر گئی۔ چونکہ اب اس بوکھلاہٹ میں مسرت کی آمیزش ہو گئی تھی اس لیے اس سچویشن کا کیا پوچھنا۔ اگر خود قاسم ہی ڈرائیو کر رہا ہوتا تو شاید کار سمیت ان دونوں کے چیتھڑے اُڑ گئے ہوتے۔

حمید کار کو ایک سنسان سڑک پر لیے جا رہا تھا اور یہ راہ کمٹالی کے ویران میدان کی طرف جاتی تھی۔ قاسم کو اس کی کیا پروا ہو سکتی تھی کہ وہ جنت میں جا رہا ہے یا جہنم میں۔ اس کا خیال ہی فضول تھا کیونکہ لے جانے والی ایک لڑکی تھی ایسی جو قاسم کے معیارِ عشق پر پوری اُترتی تھی۔

کمٹالی کے میدان میں حمید نے کار روکتے ہوئے کہا۔ "اُتر آیئے سرتاج من! عشق لڑانے کے لیے اِس سے مناسب اور جگہ کوئی نہ ہوگی۔"

ایسی بے تکلف لڑکی آج تک قاسم کی نظروں سے نہیں گزری تھی اس لیے کار سے اُترتے وقت ایک بار پھر اُس پر بدحواسی کا دورہ پڑا اور یہ اتنا شدید تھا کہ وہ مُنہ کے بَل نیچے چلا گیا۔

حمید نے اُس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ کر بیٹھ گیا۔

"ارے... ارے... یہ کیا اُٹھیے اُٹھیے۔" حمید نے بوکھلائے ہُوئے لہجے میں کہا۔ قاسم اوندھا پڑا ہوا ہوئے کراہ رہا تھا۔

"ارے اُٹھیے بھی۔" حمید نے کہا۔

"کیسے اُٹھوں؟" قاسم نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "آپ تو چڑھی بیٹھی ہیں۔"

"ارے توبہ۔" حمید اُس پر سے اُٹھتا ہُوا بولا۔ "سچ مچ میں محبت میں بالکل دیوانی ہو جاتی ہُوں۔"

"قوئی... کوئی بات نہیں... ہی ہی ہی ہی۔" قاسم نے بدقت تمام اُٹھ کر کہا۔

تھوڑی دیر تک دونوں ہی خاموش رہے۔ پھر حمید نے کہا۔ "میں ازبکستان کی رہنے والی ہُوں۔"

"بڑی خوشی ہُوئی۔" قاسم بولا۔

"مجھ سے محبت کرو۔"

"ج... جی ہاں۔"

"تو کرو نا... تم تو کسی اُداس خچر کی طرح خاموش کھڑے ہو۔"

"ہی ہی ہی ہی... کیسے کروں موہبت؟" قاسم دانتوں میں اُنگلی دبا کر ہنسا۔

"ہائیں! تم اتنا بھی نہیں جانتے۔" حمید نے حیرت ظاہر کرتے ہُوئے کہا۔ "اچھی بات ہے تو پھر میں ہی شروع کروں گی۔ مگر ہم ازبکستانیوں کے رسم و رواج بالکل مختلف ہیں۔ مرد کے طریقے الگ ہیں اور عورت دوسری طرح اظہارِ محبت کرتی ہے۔ اچھا چلو، جو کچھ میں کہتی ہُوں اُسے غور سے سنو پھر تمھیں بھی وہی دُہرانا پڑے گا۔ اے ستارو! تم کہاں جا چھپے ہو، باہر آؤ۔ میں تمھیں پُکارتا ہُوں... اور یہ کالی گھٹائیں جو تمھیں سڑپ کر گئی ہیں۔ تھوڑی دیر کی مہمان ہیں۔ تم ان میں آنکھ مچولی کھیلتے رہو۔ ابھی کچھ دیر بعد تمھیں گواہی دینا پڑے گی کہ ہم دونوں

ایک دوسرے پر جان دیتے ہیں۔ چلو اب اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھا کر اسے دُہراؤ۔"

قاسم نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور ہکلانے لگا۔ "اے سس... ستارو... باہر نکل کر مجھے ہڑپ کر جاؤ... ارے نہیں... ہشش... وہ کیا تھا سالا... گالی گھٹائیں... ہائیں... ارے باپ رے... سب سالا بھُول گیا۔ ارے وہ کیا تھا... مہمان آ جائے گا سالا تھوڑی دیر میں گواہی دینے۔"

"شٹاک!" ایک زوردار ڈنڈا اُس کے کولھوں پر پڑا۔

"ارے باپ رے!" وہ بے تحاشا دہاڑ کر اُچھل پڑا۔

"کہتے رہو پیارے۔ یہ لمحے پھر لوٹ کر نہ آئیں گے۔" حمید نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

"اے تو مارتی کیوں ہو؟" قاسم جھلّا کر بولا۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ ہم میں سے ایک کو اظہارِ عشق ضرور کرنا چاہیے۔ محبّت کا یہی دستور ہے۔ تم کہتے ہو کہ تمھیں اظہارِ محبّت کرنا نہیں آتا۔ اِس لیے میں نے شروع کیا تھا۔ ازبکستان کی عورتیں اِسی طرح اظہارِ عشق کرتی ہیں۔ وہاں کا یہی رواج ہے۔"

"تو کیا ابھی اور کرو گی؟" قاسم نے کراہ کر مُردہ سی آواز میں پوچھا۔

"کم از کم تین درجن ڈنڈے۔" حمید نے اطمینان سے کہا۔

قاسم کے دیوتا کوچ کر گئے۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے؟ نہ تو وہ اُسے اظہارِ عشق سے روک سکتا تھا اور نہ یہی چاہتا تھا کہ اُس کے کولھوں کی کھال اُتر جائے۔ بہرحال جب کچھ بھی نہ بن پڑا تو وہ دل ہی دل میں ازبکستان والیوں کو گالیاں دینے لگا۔

"ارے تم کیا سوچ رہے ہو پیارے؟ اُٹھاؤ ہاتھ اُوپر۔" حمید نے قاسم کو جھنجھوڑ ڈالا۔

"اُٹھاتا ہُوں مگر تم جو کچھ بھی کہہ رہی تھیں۔ وہ مجھے زبانی یاد نہیں ہوتا۔"

"برداشت کرو۔" حمید بول پڑا۔ "تم کچھ بھی نہ کہو۔ بس چُپ چاپ ہاتھ اُٹھائے کھڑے رہو۔ میں خود ہی یہ سب کچھ دُہراتے ہُوئے تین درجن ڈنڈے پورے کر لوں گی۔"

"مر گئے۔" قاسم کی آواز میں بلا کا درد تھا۔

"میں تم پر جان دیتی ہُوں... ایک..." حمید نے کہہ کر دوسرا ہاتھ رسید کیا۔

"اُف... فیہا..." قاسم پھر کراہا۔

"روتے کیوں ہو۔ نحوست کیوں پھیلاتے ہو؟... دو۔" تیسرا پڑا۔

"ہائے... ہا ہا ہا ہا..." قاسم رونے کے سے انداز میں ہنسا تھا۔

"میں ستاروں کو گواہ کر کے کہتی ہُوں کہ ہمیشہ تمھیں پیار کرتی رہوں گی... تین..."

"ہاغ... غنٹ... کھال اُتر جائے گی... پیاری۔" قاسم کا لہجہ حد درجہ دردناک تھا۔

"برداشت کرو۔ یہ لمحات زندگی بھر ایک حسین یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے خوش نصیب لوگ دُنیا میں کہاں ملتے ہیں جن سے عورتیں اظہارِ عشق کریں... ہنسو... قہقہے لگاؤ... تم بڑے آدمی ہو... چار۔"

"اَغ... ہم... ارے تو ذرا آہستہ مارو نا۔"

"مجبوری ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ زندگی بھر ہم میں جُدائی ہو۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر زور سے ڈنڈا نہ جمایا گیا تو شیطان ہم پر حاوی ہو جاتا ہے اور اس کے بعد جُدائی لازمی ٹھہری۔ یہ ڈنڈے اِس وقت دراصل شیطان ہی پر پڑ رہے ہیں... پانچ..."

"ارے جاؤ۔" قاسم جھلّاہٹ میں تقریباً ناچ کر بولا۔ "کھال میری اُتری جا رہی ہے اور ڈنڈے شیطان پر پڑ رہے ہیں۔ ٹھینگے پر گئی ایسی موہبت... اب مت مارو۔"

دفعتاً حمید سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور سسک سسک کر رونا شروع کر دیا۔

"ارے... ارے..." قاسم بوکھلا گیا۔

"نہیں مجھے رونے دو۔ میری تقدیر پھوٹ گئی۔ ازبکستان کی کوئی لڑکی اتنی بدنصیب نہ ہوگی کہ جس کے محبُوب نے اظہارِ محبّت کرنے سے اُسے روک دیا ہو۔ اب میں کیسے زندہ رہوں گی۔ تم کل صبح کے اخبارات میں دیکھ لینا کہ ازبکستان کی ایک لڑکی جابرہ زہر کھا کر مر گئی۔" حمید سر پیٹ پیٹ کر بین کرتا رہا۔

"اچھا اچھا روؤ نہیں۔ چلو مار لو، تین نہیں دس درجن۔ اب چوپ بھی رہو۔ خدا کے لیے... میرا کلیجہ اُلٹ پلٹ ہو رہا ہے۔"

"یا خدا تیرا شکر ہے۔" حمید ٹھنڈا ہُوا اور ناک آواز میں بولا

"میں تو سمجھی تھی کہ اب مجھے یا تو عمر بھر کنواری رہنا پڑے گا یا خودکشی کرنی پڑے گی۔"

اُس نے پھر ڈنڈا اُٹھایا اور دھڑا دھڑ قاسم پر برسانے لگا، لیکن اچانک کسی نے پیچھے سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ ہی گال پر ایک بھرپور ہاتھ بھی مارا۔ حمید لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا اور پھر اُس نے فریدی کی آواز سُنی، جو کہہ رہا تھا۔ "اب میں کچھ دِنوں کے لیے تمھیں کسی پاگل خانے میں بند کرا دوں گا۔"

پھر ایسا معلوم ہوا جیسے حمید کو سانپ سُونگھ گیا ہو۔ نہ تو اُسے اِس دخل اندازی پر غصّہ آیا تھا اور نہ ہی یہ چانٹا ہی گراں گزرا تھا۔ ویسے داہنے گال کی ایسی ہی کیفیت تھی جیسے کھال اُتار کر پسی ہوئی مرچیں چھڑک دی گئی ہوں۔

"اے کون ہے؟ خبردار۔" قاسم دہاڑا۔

"بکواس مت کرو، گدھے کہیں کے۔" فریدی نے کہا۔ "میں ہوں۔"

"کرنل صاحب! ارے باپ رے... ہم... مگر آپ نے مارا کیوں... کیوں مارا؟"

"میں تمھیں بھی ماروں گا، ورنہ خاموش رہو۔"

"خواہ... جان چلی جائے۔" قاسم دہاڑا۔ "لیکن... لیکن میں بتلائے دیتا ہوں کرنل صاحب! آپ نے اچھا نہیں کیا۔"

حمید نے اُن دونوں کو اُلجھے دیکھا تو چپکے سے کھسک گیا۔ بہ آہستگی گاڑی میں بیٹھا اور کار حرکت میں آگئی۔

"ٹھہرو۔" فریدی نے پلٹ کر کہا، لیکن کون سُنتا ہے، پھر اُس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی وہاں کیسے پہنچ گیا؟

کار تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔ ویسے حمید مُڑ مُڑ کر دیکھتا جا رہا تھا اور اُسے کسی دوسری گاڑی کی ہیڈ لائٹ بھی نظر آ رہی تھی، لیکن ایسا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ دوسری گاڑی کا ڈرائیور اُسے آلینے کے لیے کوشاں ہو۔

پھر اُسے اپنے آگے ایک کچے راستے پر بھی ایک گاڑی نظر آئی۔ یہ کچا راستہ سڑک کو کراس کرتا تھا۔ حمید نے احتیاطاً اپنی کار کی رفتار کم کر دی اور دوسری گاڑی کے سڑک پار کر جانے کا انتظار کرنے لگا، مگر اچانک دونوں گاڑیاں ایک دوسرے سے صرف ایک فٹ کے فاصلے پر رُک گئیں... دونوں کے بریک کڑکڑائے تھے۔ دوسری گاڑی کا ڈرائیور حمید کو بُرا بھلا کہنے لگا اور پھر حمید کو بھی غصّہ آگیا اور اس کی زبان چل پڑی، لیکن اُسے اتنا ہوش تو تھا ہی کہ وہ کِ... عورت کے میک اپ میں ہے۔ ہوش تو تھا، مگر نہ ... کیوں چیختے چیختے اُس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ دوسری گاڑی آ... بڑھ گئی، لیکن حمید چیختا ہی رہا۔ اب وہ محسوس کر رہا تھا ک... اپنی آواز پر بھی قابو نہیں رہا اور وہ اپنی اصلی حالت میں ظ... ہونے لگی ہے... اور پھر اُسے اتنا بھی ہوش نہ رہا کہ وہ ب... کی باتیں یاد رکھ سکتا۔

حمید کو اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کتنی دیر تک بے ہوش تھا۔ البتّہ ہوش میں آتے ہی اُس نے محسوس کیا کہ وہ اب بھی ... کار والے پر گرج برس رہا تھا، جس کی ذرا سی لغزش اُ... دوسری دُنیا کے سفر پر روانہ کر دیتی۔

وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا، لیکن اُسے بہت زیادہ بوکھلاہٹ میں نہیں مُبتلا ہونا پڑا، کیونکہ وہ اپنی ہی خواب گاہ میں تھا۔ زنانہ لباس اب بھی اُس کے جسم پر موجود تھا، لیکن ... سر پر نہیں تھے۔ نہ جانے کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا ... کمرے کی دیواریں اُسے پیس ڈالنے کے لیے اپنی جگہوں سے کھسک رہی ہوں۔ یک بیک وہ پلنگ پر سے اُچھل کر بھاگا اور پھر دروازے کے قریب رُک کر بستر کو اس طرح گھورنے لگا، جیسے کچھ دیر پہلے اُس کے نیچے سانپ کلبلایا ہو۔ شاید اُس نے یہی محسوس کیا تھا۔ وہ پھر دبے پاؤں بستر کی طرف بڑھنے لگا اور یک لخت بستر کھینچ کر دُور پھینک دیا۔

اب وہ ایک کُرسی پر کھڑا ہو کر نیچے جھکا ہوا اِس طرح بستر کو گھور رہا تھا، جیسے سانپ نکل کر بھاگنے ہی والا ہے۔ اچانک اُسے محسوس ہوا، جیسے بلاؤز کے نیچے اُس کی پُشت ... کلبلایا اور وہ اُچھل پڑا اور اُس کی یہ بوکھلاہٹ اُسے کرسی کے نیچے لائی۔ وہ مُنہ کے بل فرش پر گرا تھا اور اُس کے حلق سے عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ اسی انداز میں اپنے کپڑے نوچ رہا تھا، جیسے خود کو سانپ سے بچانا چاہتا ہو۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور فریدی اندر داخل ہوا۔ وہ سلیپنگ گاؤن میں لپٹا ہوا تھا، لیکن ایسا نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ سوتا رہا ہو۔ وہ بڑے سکون سے حمید کو فرش پر تڑپتے دیکھتا رہا، لیکن پھر یک بیک اُس کی آنکھوں میں استعجا... کی لہریں نظر آئیں۔

حمید چیخا۔ "ارے سانپ... سانپ... بچائیے... بچائیے۔"

پھر وہ اُچھل کر فریدی سے آ ٹکرایا۔ فریدی نے اُسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ حمید کی آنکھیں دہشت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"کیوں؟ کیا بات ہے؟" فریدی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔

"سس... سانپ۔" حمید نے ہلکی سی سسکاری لی اور اُس کا سر فریدی کے بائیں بازو پر ڈھلک گیا۔

"کیا تم ہوش میں ہو؟" فریدی نے پھر پوچھا۔

"مم... میں ہوش میں ہوں۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔ خدا کے لیے چھوڑ دیجیے۔" حمید نے ایسی مضمحل آواز میں کہا، جیسے برسوں کا بیمار ہو۔

فریدی نے اُسے آرام کُرسی پر ڈال دیا۔ حمید کی آنکھوں کی کیفیت اب کچھ ایسی تھی جیسے ابھی ابھی جاگا ہو۔ فریدی خاموش بیٹھا رہا۔ حمید بھی کچھ نہیں بولا۔

"باتھ رُوم میں جا کر لباس تبدیل کر لو۔" فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔

حمید کچھ کہے بغیر اُٹھ کر باتھ رُوم میں آیا۔ اب اُس کا ذہن کسی حد تک پُرسکون تھا، لیکن وہ اُلجھا دینے والے خیالات سے دامن بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

حمید نے زنانہ لباس اُتار کر سلیپنگ سُوٹ پہنا اور تھوڑی دیر تک آئینے پر نظریں جمائے رہا۔ اس کے بعد کمرے میں آکر اُس نے محسوس کیا کہ فریدی بڑے غور سے اُس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہا ہے۔

کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔ "شاید اب تم ہوش میں ہو۔"

لیکن اُس کے لہجے سے غصّہ نہیں ظاہر ہو رہا تھا۔ حمید نے تھوک نگل کر جواب دیا۔ "میں بالکل ہوش میں ہوں۔"

"تم گاڑی میں بے ہوش پائے گئے تھے۔" فریدی نے کہا۔

"ہاں شاید میں بے ہوش ہو گیا تھا، لیکن بے ہوشی کی وجہ نہ بتا سکوں گا۔"

"مگر تم شاید گاڑی روک کر بے ہوش ہوئے تھے۔"

حمید نے سڑک کراس کرنے والی کار کے متعلق اُسے بتایا تھا۔

فریدی چند لمحے اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا، پھر بولا۔ "کیا اُس گاڑی سے کوئی غیر مُلکی بولا تھا؟"

"میرا خیال ہے کہ لہجہ مشرقی نہیں تھا۔" حمید نے جواب دیا۔

فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے سر کو خفیف سی جنبش دی، پھر بولا۔ "تم نے دستانے ابھی تک نہیں اُتارے۔ میرا خیال ہے، گیئر بدلتے وقت بھی داہنے ہاتھ کا دستانہ نہ اُتارا ہوگا۔"

"وہ... وہ... دیکھیے... میں نے سوچا کہ اُن تینوں کو وہیں کیوں نہ روک لوں۔"

"کیونکہ یہ ایک شاندار کارنامہ ہوتا۔" فریدی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم انھیں وہاں روک لیتے اور نتیجے کے طور پر زمین کی گردش رُک جاتی۔ نہ صبح ہوتی نہ شام ہوتی۔"

"دیکھیے آپ سمجھے نہیں۔"

"ہاں... آں۔" فریدی اُٹھ کر ٹہلتا ہوا بولا۔ "تمھیں ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ میں تمھارے محیر العقول کارناموں کو سمجھنے ہی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ داد کیا دوں گا؟"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ اُٹھ کر تمباکو کی پاؤچ اور پائپ تلاش کر رہا تھا۔

"جانتے ہو۔ تمھاری اِس حرکت سے مجھے کیا نقصان پہنچا ہے؟"

"فائدہ ہی کب پہنچا ہے.. آپ کو میری ذات سے۔" حمید جھلا گیا۔

"بکواس مت کرو۔ تم نے میرے لیے سارے راستے بند کر دیے ہیں۔"

"جب میں پوری طرح حالات سے آگاہ نہ رکھا جاؤں گا تو یہی ہوگا۔"

"تمھیں حالات سے کیا سروکار؟ میں نے جو کام تمھارے سپرد کیا تھا۔ وہ کچھ ایسا پیچیدہ نہیں تھا کہ تمھارے لیے مسائل پیدا کرتا۔ صرف تین آدمیوں کی نگرانی کرنی تھی۔"

"اگر وہ تین مختلف راہیں اختیار کرتے تو؟"

"یہ بھی بکواس ہے۔ میں نے تمھیں پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ اس وقت اُن کی راہیں مختلف نہ ہوں گی۔"

"جب اتنا کچھ جانتے تھے تو نگرانی کی ضرورت ہی کیا تھی؟ یہ کام ایک سادہ لباس والا بھی کر سکتا تھا۔"

"لیکن تم اُس سے بھی بدتر ثابت ہوئے ہو۔"

حمید الماری سے تمباکو کا نیا ڈبّہ نکال رہا تھا۔ اچانک اُچھل کر پیچھے ہٹ گیا اور اس طرح کپڑے جھاڑنے لگا جیسے کوئی تیز رفتار کیڑا آستین کے راستے اُوپر چڑھ آیا ہو، پھر اُس نے قمیص اُتار ڈالی اور اُسے جھٹکنے لگا۔

فریدی تشویش کُن نظروں سے اُس کی یہ حرکت دیکھ رہا تھا۔

"کیا مصیبت ہے ؟" حمید بڑبڑایا "پتا نہیں کیا ہوگیا ہے"

"کیوں...؟"

"کچھ دیر پہلے مجھے ایسا محسوس ہُوا تھا، جیسے میرے بستر میں سانپ گھس آیا ہو، پھر وہ سانپ قمیص کے نیچے پُشت پر کلبلایا تھا، پھر اب... کیڑے سے رینگتے ہیں۔"

"چلو بیٹھ جاؤ" فریدی نے تلخ لہجے میں کہا "تم قاسم کو وہاں کیوں لے گئے تھے اور یہ کیا حرکت تھی۔؟"

"صرف تفریح کے موڈ میں تھا" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"اگر میں اُسے بتادوں کہ وہ تم تھے تو کیسی رہے گی ؟"

"کیا ابھی نہیں بتایا ؟"

فریدی نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تو اب بتائیے گا بھی نہیں ورنہ وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا۔ میں نے سوچا تھا کہ آج اُس کی کھال گرادوں گا۔"

"اور میں تمھارے ساتھ اس سے بھی بُرا برتاؤ کرنے والا ہُوں۔"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا، پھر بولا "دیکھیے! سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہوتا، لیکن میں آج کل ہلدا کی فکر میں ہُوں۔ میں نے دراصل وہ میک اپ پہلے ہی کیا تھا۔ بعد میں آپ کی کال آئی تھی۔ میں نے سوچا چلو ایک ساتھ دو کام ہوجائیں گے۔ انھیں نپٹا کر ہلدا کی فکر کروں گا، ورنہ اس سے پہلے بھی کبھی میں نے زنانہ میک اپ کیا تھا ؟... اور پھر وہ شراب پلانے والا واقعہ بھی یُونہی سا تھا۔ اگر مجھے غصّہ نہ آتا تو میں انھیں ہرگز شراب نہ پلاتا۔ اُن میں سے ایک نے مجھے آنکھ ماری تھی، بس مجھے تاؤ آگیا اور میں نے انھیں اتنی پلادی کہ وہ آپس میں لڑ مرے۔"

حمید نے واقعات کو توڑ مروڑ کر کسی حد تک غلط انداز میں پیش کیا تھا، لیکن اُسے ڈر تھا کہ زبان رُکتے ہی فریدی کاٹ کرنا شروع کردے گا۔

مگر ایسا نہیں ہُوا فریدی نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ اُس کے انداز سے ایسا معلوم ہورہا تھا، جیسے اب کوئی دوسری بات سوچنے لگا ہو۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا "اب مجھے براہِ راست ناگر پر نظر رکھنی پڑے گی۔"

"آخر قصّہ کیا ہے ؟" حمید نے پوچھا۔

"کوئی نامعلوم آدمی یہاں کے بعض تھکے ہُوئے جرائم پیشہ لوگوں کو دوبارہ میدانِ عمل میں لانے کی کوشش کر رہا ہے طریقہ وہ اختیار کیا ہے کہ جرائم پیشہ لوگ بھی چکرا کر رہ گئے ہیں۔ کام تو کر رہے ہیں وہ اُس کے لیے، لیکن کام کی نوعیت اُن کے لیے حیرت انگیز ہے۔ کبھی اُن سے کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کُتّے کی لاش اُٹھا کر کسی کنوئیں میں پھینک دیں... کبھی ہدایت کی جاتی ہے کہ فلاں جگہ ایک کچھوا دفن ہے، اُسے کھود نکالو اور شہر کے واٹر سپلائی ٹینک میں ڈال آؤ۔ بہرحال ایسی ہی لایعنی حرکتیں وہ اُن سے کرا چکا ہے۔"

"جب آپ اتنا جانتے ہیں تو اُس آدمی کو نامعلوم کیوں کہتے ہیں ؟"

"ایسا ہی قصّہ ہے" فریدی مُسکرایا "ناگر کو یہ احکامات ایک لڑکی کے ذریعے ملتے ہیں۔"

"ل... لڑکی" حمید ہونٹوں پر زبان پھیر کر ہکلایا۔

"ہاں لیکن تمھیں اُس کا پتا نہیں بتایا جاسکتا۔"

"مجھے ضرورت بھی نہیں ہے۔" حمید نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا، پھر یک بیک اُچھل پڑا۔

اب وہ پھر بوکھلائے ہُوئے انداز میں پاجامے کے پائنچے جھاڑ رہا تھا اور ساتھ ہی اُچھلتا کُودتا بھی جارہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم ؟" فریدی بھی جھلّا کر کھڑا ہوگیا۔

"چھپکلی۔ یشش... شاید چھپکلی چڑھ گئی ہے۔"

فریدی اُسے غصیلی نظروں سے گھورتا ہُوا کمرے سے نکل گیا۔ حمید کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ نڈھال ہوکر آرام کُرسی پر گر گیا۔

●

مونا کرسٹی چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کے سامنے کھڑی کسی خوف زدہ بچّے کی طرح پلکیں جھپکا رہی تھی۔ شاید دوسری طرف سے بولنے والا سانس لینے کے لیے رُکا تھا۔

چند لمحوں کے بعد پھر آواز آئی "مونا، ناگر بالکل ناکارہ ثابت ہو رہا ہے۔ اُس نے گدھے قسم کے آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ تمھیں ہوشیار رہنا چاہیے۔ یہاں کا محکمۂ سُراغ رسانی ناگر اور اُس کے ساتھیوں میں اِس حد تک دلچسپی لے رہا ہے کہ اُس کے ساتھی اِس وقت حوالات میں ہیں۔ تم ہوشیار رہو۔ ناگر کو آگاہ کردو کہ وہ تم سے ملنے کی کوشش نہ کرے۔ تم اُس سے صرف فون پر گفتگو کرسکتی ہو اور ہاں تم یہاں دوست بنانے کی کوشش نہ کرو، مجھے علم

ہے کہ تم نے کئی لڑکیوں سے دوستی کی ہے۔"

"میں کیا کروں باس ؟ یہاں کی لڑکیاں عجیب ہیں، زبردستی دوست بن جاتی ہیں" مونا نے کہا۔

"ہُوں، بے رُخی سے پیش آؤ، پھر نوٹ کرو کہ اُن میں سے کون اِس کے باوجود بھی تم سے ملنے کی کوشش کرتی ہے۔"

"اس سے کیا ہوگا ؟"

"بحث مت کرو" دوسری طرف سے بولنے والا غرّایا۔

مونا سہم کر خاموش ہوگئی۔

دوسری طرف سے پھر آواز آئی "میرا خیال ہے کہ اس مُلک کا سب سے بڑا سُراغ رساں کرنل فریدی ہمارے معاملات میں دلچسپی لینے لگا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ناگر ہی کے ذریعے اِن معاملات سے آگاہ ہُوا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی پہنچ تم تک ہوگئی ہو۔ اِس لیے بہت محتاط رہو۔ اس ٹرانسمیٹر کی حفاظت کا خاص طور پر خیال رکھو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

"اوور... اینڈ آل" آواز آنی بند ہوگئی۔

مونا نے بہت بُرا سا مُنہ بنایا۔ اب اُس کی آنکھوں میں خوف کی بجائے نفرت کی لہریں تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے وہ اِس نامعلوم آدمی کے خلاف کچھ کرکے رہے گی لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اُس کے چہرے سے تھکن سی ظاہر ہونے لگی۔ اُس نے الماری کھول کر پورٹ کی بوتل نکالی اور گلاس میں چار انگل ناپ کر انڈیلی۔ چند لمحے رنگین شراب کی سطح پر روشنی کا عکس دیکھتی رہی، پھر اُسے ایک گھونٹ میں ہی حلق سے اُتار گئی۔

سُورج غروب ہوچکا تھا، لیکن باہر ابھی اتنا اُجالا تھا کہ بجلی کی روشنی پھیلاؤ نہیں اختیار کرسکی تھی۔ وہ کمرے سے بالکنی پر آگئی۔

نیچے سڑک پر آدمیوں کا سیلِ عظیم رواں دواں تھا۔ اس نے اپنے فلیٹ کے برابر والی بالکنی پر نظر ڈالی اور بے اختیار مُسکرا پڑی۔ وہاں ایک نوجوان بڑے بے نیازانہ انداز میں کھڑا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اُس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اِس وقت اُس کے ذہن میں کسی مقبول ترین ہیرو کا تصوّر رہا ہو۔ اُس کی وضع قطع بھی فلمیوں ہی کی سی تھی۔

مونا دل ہی دل میں گُھٹ کر رہ گئی۔ اگر وہ آزاد ہوتی تو اُس نوجوان کو بے وقوف بنا کر تھوڑی سی تفریح ضرور کرتی۔

پہلے اُسے یہ ہدایت ملی تھی کہ وہ اجنبی مردوں سے ربط و ضبط بڑھائے، لیکن اب لڑکیوں سے ملنے پر بھی پابندی عائد کردی گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ کس عنوان سے بے رُخی اختیار کرے گی۔ کیونکہ وہ تو انھیں پہلے ہی یقین دلاچکی تھی کہ وہ بہت گاڑھی محبت کرنے والی ہے۔ ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی اپنے پُرانے ملنے والوں کو نہیں بھولتی۔

وہ یک بیک چونک پڑی۔ باہر کوئی کال بیل کا بٹن دبا رہا تھا اور اندر گھنٹی متواتر چیخے جارہی تھی۔

"کون ہے ؟" اُس نے قریب آکر دروازہ کھولے بغیر پوچھا۔

"میں روزی ہُوں" باہر سے ایک نسوانی آواز آئی۔

"جاؤ، چلی جاؤ" مونا حلق پھاڑ کر چیخی "میں اِس وقت نشے میں ہُوں تمھیں پھاڑ کھاؤں گی، پھر تمھاری دادی اپنی قبر سے اُٹھ کر بھاگی چلی آئیں گی۔"

وہ خاموش ہوگئی لیکن اُس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ باہر بھی سناٹا ہی تھا، پھر اُس نے لوٹتے ہُوئے قدموں کی آوازیں سُنیں اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

"تم آخر بے ہوش کیسے ہوگئے تھے ؟ یہ تو بتاؤ" کرنل فریدی، حمید سے پوچھ رہا تھا۔

"بخدا میں بے ہوش ہوگیا تھا۔ آپ اسے مکر نہ سمجھیے... غالباً آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھ سے چونکہ ایک بڑی غلطی سرزد ہوچکی تھی۔ اِس لیے میں نے بے ہوشی کا ڈھونگ رچایا تھا۔ میں کیا بتاؤں مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کیسے بے ہوش ہو گیا تھا، مگر ٹھہریے دیکھیے۔"

حمید داہنے ہاتھ کی آستین اُلٹنے لگا۔ بازو ننگا ہوجانے پر اُس نے ایک جگہ اُنگلی رکھ کر اُسے ہولے ہولے دباتا ہُوا بولا "یہ دیکھیے یہاں ایک چھوٹی سی گلٹی ہے اور اس میں ہلکا سا درد بھی ہوتا ہے۔"

فریدی اُس کا بازو پکڑ کر دیکھنے لگا اور پھر اُس پر سے نظر ہٹائے بغیر کچھ سوچتا ہُوا بولا "یہ تو انجکشن کا نشان ہے۔ سوفی صد یہی بات ہوسکتی ہے۔"

"کیا مجھے یہاں لاکر انجکشن دیا گیا تھا ؟" حمید نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں، میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ تم نے مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کی ہے اور یہ حرکتیں تم سے اِسی لیے سرزد

ہو رہی ہیں کہ اُن میں اُلجھ کر میں اپنا غصہ بھول جاؤں۔"

"تو پھر... اگر یہ انجکشن کا نشان ہے؟"

"ٹھہرو!" فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "کیا تم اُس کار والے کی شکل دیکھ سکے تھے، جس نے سڑک کراس کرنا چاہا تھا؟"

"نہیں، میں اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہاں، اب آپ یہ بتائیے کہ میرے پیچھے کس کی کار تھی؟"

"مجھے علم نہیں۔ کیا حقیقتاً تمھارے پیچھے بھی کوئی کار تھی؟"

"قطعی تھی، لیکن میں اُسے آپ کی گاڑی سمجھا تھا۔"

"مگر میں تو اس وقت کنالی کے میدان میں قاسم کو ہموار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دراصل اُسے ندامت نے شرم سار کیا تھا۔ وہ اِس طرح ایک عورت کے ہاتھوں پٹنے پر بے حد شرمندہ تھا۔ بہرحال، ایک گھنٹے سے پہلے میری روانگی نہیں ہوئی تھی۔ واپسی پر مجھے تمھاری گاڑی ملی تھی جس کی اگلی سیٹ پر تم بے ہوش پڑے تھے۔"

"اوہ... تب تو پھر میری نادانستگی میں میرے گرد ایک بہت بڑا جال ... ایا گیا تھا۔ بے ہوش ہو جانے کے بعد کسی نے کو ... ، بازو میں انجکشن کی ہوگی۔ اوہ... اُف فوہ... تو ...؟" حمید خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"حمید!" فریدی نے تھوڑی دیر بعد اُسے مخاطب کیا۔ "اگر تمھارا بیان صحیح ہے تو پھر ہمیں بہت زیادہ محتاط ہو جانا چاہیے۔ اِن واقعات کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ نامعلوم آدمی شہر کے چند بڑے آدمیوں کو کسی خاص مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے، لیکن خود بھی اُن کی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ وہ کوئی کام اُن کے سپرد کر کے سو نہیں رہتا، بلکہ کچھ دوسرے لوگ بھی مقامی بدمعاشوں کی نگرانی اُن کی لاعلمی میں کرتے رہتے ہیں۔ اب میں سوچ رہا ہوں کہ اُن تینوں کا حوالات میں پہنچ جانا ہی بہتر ہوا۔ ورنہ کسی دن کم از کم اُس آدمی کی شامت ضرور آجاتی، جو مجھے ... اطلاعات بہم پہنچاتا رہا ہے۔"

"ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میں اگر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش نہ کروں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں بالکل گدھا ہی ہوں۔"

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا اور دفعتاً حمید چیخ مار کر اُچھل پڑا۔ "ارے چھت گری!"

دوسرے ہی لمحے بعد وہ برآمدے سے صحن میں تھا اور حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخ رہا تھا۔ "باہر نکلیے، باہر نکلیے۔ چھت گر رہی ہے۔"

◘

حمید کا مرض عجیب تھا۔ شہر کے بہترین ڈاکٹروں نے اُسے دیکھا، لیکن مرض کے متعلق کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ یہ بات دوسری تھی کہ وہ اسے مالیخولیائی قسم کی کوئی ذہنی بیماری قرار دے رہے تھے۔ علامات کی بنا پر ایک معمولی آدمی بھی یہی رائے قائم کرتا۔ مگر وہ سارے ڈاکٹر اس بات پر بھی متفق تھے کہ ذہن پر مالیخولیا کے اثرات نہیں ہیں۔

اب فریدی بھی اِس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔ ورنہ پہلے تو وہ یہی سمجھا تھا کہ حمید کسی دوسری شرارت کا پلاٹ مرتب کر رہا ہے۔ اُسے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور ہو جانا پڑا، کیونکہ حمید نے اس قسم کی بوکھلاہٹ کا مظاہرہ ایک بھری پُری سڑک پر کیا تھا۔ پچھلی شام وہ صدر کی ایک فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ غالباً فریدی شاپنگ کرنے نکلا تھا۔ اچانک حمید بھڑک کر بھاگا اور ٹریفک کی پروا کیے بغیر سڑک کے وسط میں بھاگتا چلا گیا۔

استفسار پر اُس نے بتایا تھا کہ ایک بس فٹ پاتھ پر چڑھ آئی تھی، اگر وہ ذرا سا بھی چُوکتا تو کچل کر رہ جاتا۔

پھر دو تین دن بعد ٹریفک کے کچھ ایسے حادثات ہوئے، جن سے سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ اِسی طرح کچھ لوگ فٹ پاتھوں پر چلتے چلتے بھڑک کر بھاگے تھے اور بدحواسی میں بسوں، ٹراموں اور کاروں کی زد میں آکر ختم ہو گئے تھے۔

پھر پرانے شہر سے اطلاع ملی کہ وہاں کی تقریباً نصف آبادی وہم اور مالیخولیا کا شکار ہو گئی ہے۔ لوگ رات گئے گھروں سے نکل کر بھاگتے ہیں اور جدھر سینگ سمائے بھاگتے ہی چلے جاتے ہیں۔ اکثر دیواروں اور درختوں کے تنوں سے ٹکرا کر زخمی بھی ہوئے تھے۔

مکانوں کی اُوپری منزلوں پر رہنے والے بے تحاشا دوڑتے ہوئے زینوں پر آتے اور اُن کی بوکھلاہٹ سیڑھیوں کو تکلیف دیے بغیر ہی نیچے لے آتی۔ اِس طرح کئی آدمی... زندگی ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

اِس وبائی ہیجان نے سارے شہر کو سراسیمہ کر کے رکھ دیا۔ ویسے یہ وبا ابھی نئے شہر میں نہیں داخل ہوئی تھی، نئے شہر میں شاید حمید ہی اس کا شکار ہوا تھا یا ہو سکتا ہے دو چار اور بھی رہے ہوں۔ شہر کے جدید حصّے میں جو حادثے ہوئے

...ان میں کام آنے والے بھی پرانے ہی شہر کے باشندے ...ت ہوئے تھے۔

حمید عام حالات میں بالکل نارمل نظر آتا تھا۔ مالیخولیائی ...ے کبھی کبھی وقت اچانک پڑتے تھے۔ اِس سے پہلے یہ ...ت اُس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوتی کہ تھوڑی ہی دیر بعد ...ہ پڑ جائے گا۔

اِس وقت وہ باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا، لیکن ...کل وہ خود ڈرائیو نہیں کر رہا تھا۔ فریدی نے اُسے سختی ...منع کیا تھا کہ وہ ڈرائیو نہ کیا کرے۔ ویسے بھی حمید اپنی ...تے داری پر مرنا تو ہرگز پسند نہ کرتا۔

کار کمپاؤنڈ سے باہر نکلی ہی تھی کہ ایک اجنبی نے راستہ ...ک لیا۔ ڈرائیور نے بریک لگائے اور حمید اُس آدمی پر ...س پڑا۔

"مجھے آپ کو ایک خط دینا ہے جناب!" اجنبی نے ...بانہ انداز میں کہا۔

"لاؤ۔" حمید کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال کر غرّایا۔

لفافہ لے کر اُسے کھولے بغیر اُس نے ڈرائیور سے کہا۔ ...چلو...!"

کار آگے بڑھ گئی۔ اب حمید نے لفافے کو اُلٹ پلٹ ...یکھا، جس پر کوئی تحریر نہیں تھی۔ پھر اُس نے اُسے چاک کر ...خط نکالا۔ پہلی ہی نظر میں اُس نے تحریر پہچان لی۔ یہ ...ی کا خط تھا۔ اُس نے لکھا تھا۔

"حمید! خدشہ ہے کہ یہ حیرت انگیز وبا، شہر کے جدید حصّے میں بھی پھیل جائے گی۔ تم تو اس کے شکار ہو کر بے کار ہو ہی چکے ہو۔ لہٰذا اب میں اپنے لیے بہت زیادہ محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ میں کچھ دنوں کے لیے شہر ہی چھوڑ دوں۔ اِس دوران میں تمھیں چاہیے کہ ناگر کے متعلق چھان بین کرتے رہو۔ اس کے لیے تمھیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ گھر بیٹھے اُسے طلب کر سکتے ہو۔ اُس سے اِس قسم کے سوالات کرتے رہو جیسے تم اُس سے اس وبا کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اُسے صرف دھمکیاں دیتے رہو۔ حراست میں لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ زیادہ باہر مت نکلو۔ وقتاً فوقتاً میری طرف سے تمھیں ہدایات ملتی رہیں گی۔ اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ اِس وبا کا ذمّے دار کوئی آدمی ہے!"

حمید نے خط ختم کر کے ایک طویل سانس لی اور کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ جب سے اُس پر اس قسم کے دورے پڑنے لگے تھے، اُسے زندگی کی ہماہمی ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ دورے کی حالت میں بھی یہ احساس اُس کے ذہن کے کسی نہ کسی گوشے میں ضرور موجود ہوتا تھا کہ اُس سے حماقت سرزد ہو رہی ہے، لیکن دورے کی شکل میں جو اضطراری افعال اُس سے سرزد ہوتے تھے۔ اُن پر وہ قابو بھی نہیں پا سکتا تھا۔ بس ایک لہر سی اُٹھتی تھی اور وہ اسی لہر میں بہتا چلا جاتا تھا۔ بیٹھے بٹھائے اُسے ایسا محسوس ہوتا رہتا، جیسے چھت یقینی طور پر گر گئی ہو، پھر وہ اِس ذہنی کیفیت کے دَور سے گزر جاتا اور خیالات کی رَو پھر شعور سے قریب ہو جاتی تو اُسے اپنی کچھ دیر پہلے والی حماقت پر بے تحاشا ہنسی آنے لگتی۔ غرضیکہ اس ذہنی کیفیت کو زیادہ سے زیادہ نیم شعوری کیفیت کہا جا سکتا تھا۔ بے ہوشی ہرگز نہیں۔

دَورے کے اختتام پر تھوڑی دیر بعد اُس کے ذہن میں بے زاری سر اُبھارتی اور زندگی کی ساری رنگینیاں اُس کی نظروں میں خاک و خون سے زیادہ وقعت نہ رکھتیں۔

اُس نے خط کے پُرزے پُرزے کر کے کھڑکی سے باہر پھینک دیا اور ڈرائیور سے بولا۔ "واپس چلو۔"

ڈرائیور سمجھا شاید دورہ پڑنے والا ہے۔ لہٰذا اُس نے اتنی بدحواسی کے ساتھ ٹرن لیا کہ ایک حادثہ ہوتے ہوتے بچا۔

●

فریدی کا خیال دُرست نکلا۔ یہ وبا شہر کے جدید حصّے میں بھی پھیلنے لگی اور پھر سڑکیں ویران ہو گئیں۔ نہ جانے کتنے حادثے ہو چکے تھے۔ لوگ چلتے چلتے گاڑیوں سے جا ٹکراتے اور وہ انھیں کچل کر رکھ دیتیں۔ لوگ شہر سے مضافات کی طرف بھاگنے لگے۔

ایک ہفتے کے اندر ہی اندر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اساطیری عفریتوں نے کسی قدیم شہر کو تاراج کر دیا ہو۔ حکومت کی ذمّے دار شخصیتیں بھی شہر سے ہٹ گئی تھیں اور سارے دفاتر ہٹا دیے گئے تھے۔ اِس حیرت انگیز وبا نے ساری

دُنیا کو چکرا کر رکھ دیا۔ مختلف ممالک سے طبّی مشن آنے لگے، لیکن خود ان مشنوں کے بیشتر افراد بھی اِس وبا کا شکار ہو گئے۔

ابھی تک حالات پر قابو نہیں پایا جا سکا تھا۔ بڑی بڑی طبّی تجربہ گاہیں دن رات کھُلی رہتیں۔ اِس مرض کے متعلق چھان بین ہوتی، لیکن اسے ختم کرنے کا کوئی مستقل ذریعہ ہاتھ نہ آتا اور نہ اس کے اسباب ہی سمجھ میں آتے۔

اچانک ایک دن شہر کی سڑکوں پر ایک چھوٹی سی کار دیکھی گئی، جس پر لاؤڈ اسپیکر کے ہارن فٹ تھے اور کوئی شخص متواتر اعلان کرتا پھر رہا تھا۔

"بھائیو! میں نے اِس وبائی ہیجان کا علاج دریافت کر لیا ہے۔ آپ مجھے آج سے نہیں بہت عرصے سے جانتے ہیں۔ میں ڈاکٹر گوہن ہوں۔ میں خود بھی اِس وبا کا شکار ہوا تھا، لیکن اتفاقاً اس کا علاج دریافت ہو گیا ہے۔ آپ بھی سُنیے اور اس سے فائدہ اُٹھائیے۔ جب اِس وبا کا زور نہ ٹوٹے تو اسی علاج کو بار بار دُہراتے رہیے۔ علاج یہ ہے کہ تین اونس چائے کے پانی میں کم از کم ڈیڑھ اونس نمک حل کر کے پی جائیے۔ دن میں کم از کم دو بار۔ تین اونس چائے کے پانی میں ڈیڑھ اونس نمک..."

لوگ سراسیمہ تو تھے ہی۔ انھوں نے یہ نسخہ بھی آزمایا اور پھر شام ہوتے ہوتے ڈاکٹر گوہن زندہ باد کے نعرے گلی کوچوں میں گونجنے لگے۔

دوسرے دن کے اخبارات صرف ڈاکٹر گوہن کی تصاویر اور اُس کے حالات سے بھرے پڑے تھے۔ وہ ایک مغربی مُلک کا باشندہ تھا اور چند سال پہلے اُس نے یہیں کی شہریت اختیار کر لی تھی۔ ایک اچھے معالج کی حیثیت سے وہ پہلے ہی سے کافی شہرت رکھتا تھا۔

اخبارات میں وہ واقعہ بھی درج تھا، جس کی بنا پر اچانک وہ علاج دریافت ہو گیا تھا۔ ہُوا یہ کہ ڈاکٹر گوہن چائے پینے جا رہا تھا۔ اُس نے ایک کپ تیار کیا اور خیالات میں ڈوبا ہُوا اس کا گھونٹ حلق سے اُتار گیا۔ گھونٹ حلق سے بس بوکھلاہٹ میں ہی اُتر گیا تھا، ورنہ وہ گھونٹ تو ایسا تھا کہ زبان ہی اُسے برداشت نہ کر سکتی۔ ڈاکٹر نے غلطی سے شکر کی بجائے نمک کے دو چمچے چائے میں ڈال لیے تھے۔ اُس کا مُوڈ اِس واقعے سے اتنا خراب ہو گیا کہ اُس نے چائے نہیں پی، لیکن اس کے بعد کئی گھنٹے تک اُس پر مالیخولیائی دورہ بھی نہیں پڑا۔ ویسے پہلے دو دو گھنٹے وقفے سے اُس پر ہلکے قسم کے دورے پڑتے رہتے تھے۔ جب پورا ایک دن گزر گیا اور اس پر دورے نہ پڑے تو اُس نے سوچنا شروع کیا کہ یہ کس دوا کا ردِ عمل ہو سکتا ہے۔ اُس نے وہ ساری دوائیں مریضوں پر آزما ڈالیں، لیکن اُن سے مرض میں کوئی تبدیلی نہیں ہُوئی۔ آخر کار اُسے وہ نمکین چائے یاد آئی اور اس نے اُسے آزمانا شروع کیا۔ نتائج حیرت انگیز تھے۔ مریض روبصحت نظر آنے لگے۔ اُن پر دن دن بھر دَورے نہیں پڑے تھے۔

یہ کہانی لکھ کر اخبارات نے رائے ظاہر کی تھی۔ ڈاکٹر گوہن ایک سچّا وطن پرست آدمی ہے۔ حالانکہ اُس کی موجودہ وطنیت زیادہ پُرانی نہیں ہے، لیکن پھر بھی وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں وطن کے لیے گہری محبّت رکھتا ہے۔ اُس کی جگہ اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو اسی نسخے کی بدولت کروڑ پتی ہو جاتا، مگر وہ سڑکوں پر اس نسخے کا اعلان کرتا پھر رہا ہے۔

کئی دن تک ڈاکٹر گوہن کی کار سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ لوگ اُس کا نسخہ استعمال کرتے رہے۔ وبا کا زور کم ہو گیا۔ اب سرکاری طور پر بھی اس نسخے کا اعلان کیا جانے لگا۔

کیپٹن حمید بھی یہی نسخہ استعمال کر رہا تھا اور اُسے یقین تھا کہ اب اُس پر دورے نہ پڑیں گے۔ اب اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا، جیسے وہ ذہنی یا جسمانی طور پر کبھی بیمار ہی نہ رہا ہو۔

اِس دوران میں فریدی اکثر اُس سے فون پر گفتگو کرتا رہا تھا، لیکن اُس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

حمید ڈاکٹر گوہن کے متعلق بھی سوچ رہا تھا۔ اُس نے واقعی مُلک و قوم پر بڑا احسان کیا تھا، مگر اس طرح اچانک کوئی علاج دریافت ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ایک ہفتے کے اندر ہی اندر علاج بھی دریافت ہُوا۔ اس پر تجربات بھی ہُوئے اور اعلیٰ پیمانے پر مریضوں کو شفا بھی ہونے لگی۔

مگر چونکہ اُسے فریدی کی طرف سے اس کے متعلق کوئی ہدایت نہیں ملی تھی، اِس لیے وہ خاموش تھا۔ ناگر تو شروع سے ایسا غائب ہُوا تھا، جیسے کبھی وہاں رہا ہی نہ ہو۔ حمید نے اُسے تلاش کرنے کے لیے سادہ لباس والوں کی ایک بہت بڑی ٹولی تعینات کی تھی۔

البتہ ڈاکٹر گوہن کا معاملہ اُس کے لیے ایک مستقل ذہنی

خلش بن کر رہ گیا تھا۔ آخر کار اُس نے اُس کی بھی نگرانی شروع کرا دی۔ نگرانی کرنے والوں کا انچارج سارجنٹ رمیش تھا۔

رمیش اُسے ہر تین گھنٹے بعد اُس کے متعلق اطلاعات دیتا تھا، مگر حمید کی دانست میں ابھی تک صرف ایک ہی کام کی بات معلوم ہوئی تھی۔ وہ یہ کہ ڈاکٹر گوہن کے ساتھ دو لڑکیاں بھی تھیں، ان میں سے ایک اسٹینو ٹائپسٹ تھی اور دوسری مونا نامی نرس۔

حمید نے ایک دن تو کسی نہ کسی طرح صبر کیا اور اس کے بعد ڈاکٹر گوہن پر چڑھ دوڑا۔ یہ ماڈل ٹاؤن کی ایک بڑی عمارت میں رہتا تھا۔ ماڈل ٹاؤن شہر کی جدید ترین بستی تھی اور یہاں بہت زیادہ مال دار طبقے کے لوگ آباد تھے۔

عمارت جس میں ڈاکٹر گوہن رہتا تھا، بڑی شاندار تھی۔ اس کے ایک حصّے میں اُس کی رہائش تھی اور دوسرے میں اسپتال تھا۔

آج کل تو اُس نے کمپاؤنڈ میں ایک بڑا شامیانہ لگا رکھا تھا اور باہر ہی بیٹھ کر مریضوں کو دیکھتا تھا۔ پھاٹک کے قریب نمکین چائے کی دیگیں چڑھی رہتی تھیں۔

حمید سُورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے وہاں پہنچا۔ ڈاکٹر گوہن شامیانے کے نیچے ہی موجود تھا۔ یہ ایک دراز قد اور مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ عمر پچاس اور ساٹھ کے درمیان رہی ہوگی، کیونکہ اُس کے بال بالکل سفید تھے، مگر جسم کی بناوٹ اتنی شاندار تھی کہ خضاب استعمال کرنے پر تیس اور چالیس کے درمیان معلوم ہوتا تھا۔ چہرے پر گھنی داڑھی اور مونچھیں تھیں۔ حمید اُسے اس سے پہلے بھی اکثر دیکھ چکا تھا، مگر اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے شامیانے کے نیچے ہنگامہ برپا ہو۔ کئی لوگ چیخ چیخ کر گفتگو کر رہے تھے اور ڈاکٹر گوہن بھی اچھے مُوڈ میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔

حمید کے قدم تیزی سے شامیانے کی طرف اُٹھنے لگے۔ ڈاکٹر گوہن کے سامنے تین غیر مُلکی تھے۔ یہ بھی کسی مغربی مُلک سے تعلّق رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک بہت زیادہ غصّے میں معلوم ہوتا تھا۔ وہ ڈاکٹر گوہن کی طرف ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کہہ رہا تھا "میں دیکھوں گا کہ یہ چائے والا فراڈ کب تک چلتا ہے؟ میں کہتا ہوں..."

"میں کچھ نہیں سُننا چاہتا۔" ڈاکٹر گوہن حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"تمھیں سُننا پڑے گا، تمھیں ثابت کرنا پڑے گا کہ تمھاری یہ نمکین چائے اتنی ہی زود اثر ہے۔"

"آنکھیں کھول کر دیکھو، یہ ثابت ہو چکا ہے۔" گوہن غرّایا۔ "پورا شہر تمھیں بتلائے گا۔"

"یہ ہماری تقسیم کردہ ٹکیوں کا اثر ہے۔" غیر مُلکی نے کہا۔

"تمھاری ٹکیاں میں خود بھی استعمال کر چکا ہوں، مجھے کوئی فائدہ نہیں ہُوا۔ میں خود بھی اِس وبا کا شکار ہو چکا ہوں۔"

"عنقریب تمھاری پول کھُل جائے گی۔" غیر مُلکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"جاؤ... جاؤ... اگر تم میرے مُلک میں مہمان نہ ہوتے تو بتاتا تمھیں۔" ڈاکٹر گوہن نے انتہائی غُصّے کے عالم میں ہاتھ ہلا کر کہا۔

حمید کو اس قضیے سے ذرّہ برابر بھی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اس خوب صورت لڑکی کو دیکھ رہا تھا، جو ڈاکٹر گوہن کے پیچھے کھڑی تھی۔

حمید چکّر کاٹ کر اُس کے قریب پہنچا۔

"سُنیے محترمہ!" اُس نے آہستہ سے کہا۔

لڑکی اُس کی طرف مُڑی اور پھر بے ساختہ چونک پڑی لیکن فوراً ہی سنبھل بھی گئی۔ ہلکی سی مُسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر نظر آئی تھی۔

"فرمائیے۔"

"ذرا... اِدھر... الگ آئیے۔"

وہ اُس کے ساتھ کچھ دُور ہٹ آئی۔

"یہ کون بدتمیز ہے؟" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "جو ڈاکٹر جیسے فرشتہ خصلت آدمی سے اُلجھ رہا ہے۔ کیا میں اسے کچّا چبا جاؤں؟"

"نہیں، اُبال کر کھائیے۔ کیا آپ اس کی کچھوے جیسی کھال نہیں دیکھ رہے ہیں؟" لڑکی مُسکرائی۔

"نہیں، بتائیے تو آخر یہ کون بے ہودہ ہے؟"

"کسی بیرونی مشن کا کوئی ڈاکٹر ہوگا۔" لڑکی نے بے پروائی سے کہا۔

"اور یہ نمکین چائے کو لغو قرار دے رہا ہے، جیسے میں بھی استعمال کر کے فائدہ اُٹھا چکا ہوں۔"

"اوہ... تو پھر آپ کہتے کیوں نہیں اِس سے... کیا آپ کسی بیرونی طبّی مشن کی دوائیں بھی استعمال کر چکے ہیں؟"

"ہرگز نہیں، ایک بھی نہیں، میں نے تو نمکین چائے کے علاوہ سرے سے اور کوئی دوا استعمال نہیں کی۔"

لڑکی حمید کو جواب دیے بغیر تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

اُس نے ڈاکٹر گوہن سے آہستہ آہستہ کچھ کہا اور ڈاکٹر گوہن جھلائی ہوئی بلند آواز میں بولا: "جہنم میں جائے، مجھے گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے کس کی پرواہ ہے؟"

پھر اُس نے دوسرے غیر ملکی سے کہا: "میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے، اگر میں فراڈ کر رہا ہوں تو میرے خلاف قانونی کارروائی کی جا سکتی ہے۔"

اب وہ ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر عمارت کی طرف مڑ گیا۔ اُس کی رفتار بڑی تیز تھی مگر حمید کو اُس کی رفتار سے زیادہ اُس کی پتلون کی داہنی جیب سے دلچسپی تھی جس میں رفتار کی تیزی کی وجہ سے کوئی وزنی چیز زور زور سے ہل رہی تھی اور یہ چیز ریوالور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی۔

ایک ڈاکٹر کی جیب میں ریوالور کا کیا کام؟ حمید سوچنے پر مجبور ہو گیا اور پھر وہ اپنے مکان کی کمپاؤنڈ میں ہی تھا۔ کیا کوئی ڈاکٹر مریضوں کو دیکھتے وقت بھی اپنی جیب میں ریوالور رکھ سکتا ہے؟

وہ تینوں غیر ملکی قہر آلود نظروں سے عمارت کی طرف دیکھتے رہے اور پھر پھاٹک کی طرف مڑ گئے، جہاں ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی سیڈان کھڑی تھی۔

حمید نے سیڈان کے قد [illegible] ایک مقامی ڈاکٹر کیپٹن ساٹگلو کو بھی دیکھا۔ یہ [illegible] غیر ملکیوں کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ وہ چاروں [illegible] سٹر گئے۔

اب پھر حمید لڑکی [illegible] اور اُس کی آنکھیں جھپک گئیں۔ کیونکہ اب وہاں ایک کی بجائے دو لڑکیاں تھیں۔

"کیا مجھے دورہ پڑنے والا ہے؟" حمید بڑبڑایا... اور وحشت خیز نظروں سے لڑکیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیوں؟ کیوں؟" پہلی لڑکی نے پوچھا۔

"ایک کی دو نظر آنے لگتی ہیں... دورے سے پہلے!" حمید کی آواز خوف زدہ سی تھی۔

دونوں ہنس پڑیں، لیکن یہ ہنسی طویل نہ ہو سکی کیونکہ یک بیک عمارت سے پے در پے کئی فائروں کی آوازیں آئی تھیں۔ حمید عمارت کی طرف دوڑا۔

فریدی موٹر سائیکل پر شاذ و نادر ہی بیٹھتا تھا، مگر جب بیٹھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے وہ طوفان پر سوار ہو۔

اس وقت بھی بالکل یہی کیفیت تھی۔ پرنسٹن کے چوراہے پر سُرخ روشنی نے ٹریفک روک رکھا تھا، لیکن اُس کی موٹر سائیکل نکل ہی گئی۔ اس پر ٹریفک سارجنٹ نے جھلا کر سیٹی... بجائی۔ فریدی نے بایاں ہاتھ اُٹھا کر اُسے کسی قسم کا اشارہ کیا، لیکن سارجنٹ نے اپنی موٹر سائیکل اُس کے پیچھے چھوڑ ہی دی۔ شاید اُس نے اُسے اچھی طرح دیکھا نہیں تھا۔ بہر حال تھوڑی ہی دیر بعد اُس نے فریدی کو جا لیا۔

"دفع ہو جاؤ" فریدی غرایا: "میں ٹریفک کے اصولوں کا اس وقت پابند نہیں ہوتا، جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہو۔"

دونوں موٹر سائیکلیں برابر سے دوڑ رہی تھیں۔

"معاف کیجیے گا جناب! کرنل صاحب! میں نے پہچانا نہیں تھا۔" سارجنٹ نے یہ کہہ کر رفتار کم کر دی۔ فریدی کی موٹر سائیکل بدستور فرّاٹے بھرتی رہی۔

کچھ دیر بعد آبادیاں بہت پیچھے رہ گئیں اور جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سڑک سُنسان پڑی تھی اور آہستہ آہستہ دُھندلکا پھیل رہا تھا۔

فریدی نے موٹر سائیکل روک کر ایک گڑھے میں اتار دی اور اُس کچے راستے کے سرے پر چلا آیا، جو بائیں جانب والے جنگل سے نکل کر سڑک سے آ ملا تھا۔

اُس نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظر ڈالی اور کچے راستے کے قریب والی جھاڑیوں میں گھس گیا۔

شاید دس ہی منٹ بعد بائیں جانب والا جنگل موٹر سائیکل کی کرخت آواز سے گونجنے لگا۔ موٹر سائیکل اسی کچے راستے پر آ رہی تھی۔ جھاڑیوں کے قریب آ کر اُس کی رفتار برائے نام رہ گئی کیونکہ کچے راستے کا سرا، جو سڑک کی طرف تھا، کافی اونچائی پر تھا۔

"رُک جاؤ دوست!" دفعتاً فریدی نے جھاڑیوں سے نکل کر کہا۔ اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا، پھر بائیں ہاتھ سے اُس نے اُس کا گریبان پکڑ لیا۔

موٹر سائیکل والا بوکھلا گیا کیونکہ یہ حادثہ اُس کے لیے قطعی غیر متوقع تھا۔

موٹر سائیکل رُک گئی۔ فریدی نے اُس کے گریبان کو جھٹکا دیا۔ موٹر سائیکل دوسری طرف لڑھک گئی کیونکہ سوار تو اس جھٹکے کے ساتھ ہی اس پر سے اُکھڑ گیا تھا۔

"ڈاکٹر گوہن ختم ہو گیا ہوگا... ناگر!" فریدی نے ریوالور

کی نال سے اُسے زمین سے اُٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ناگر اُٹھا، پھر اُس نے اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا دیے۔

"میں اس کے علاوہ اور کیا کرتا کرنل... ؟" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تو تم اقبالِ جرم کرتے ہو؟"

"ہاں میں پھانسی کے تختے پر بھی اقبالِ جرم کروں گا۔ بشرطیکہ اس کے بعد مجھے محبِ وطن کہا جائے۔"

"خوب! تو تم وطن کی خدمت انجام دے کر آ رہے ہو۔"

"یقیناً... کرنل... وہ پورے مُلک کو تباہ کر کے رکھ دیتا۔"

"وہ کیسے؟"

"اِس طرح" یک بیک ناگر نے فریدی پر چھلانگ لگائی، لیکن فریدی جو خود کو غافل ظاہر کر رہا تھا حقیقتاً غافل نہیں تھا۔ ایک طرف ہٹ کر اُس نے جو ناگر کی پسلی پر ٹھوکر رسید کی ہے تو ناگر کی متواتر کئی چیخیں نکل گئیں۔

"اِس طرح بھی ہو سکتا ہے مسٹر ناگر" فریدی طنزیہ انداز میں مُسکرایا۔ اِس کے انداز سے بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ شطرنج کی بساط پر کوئی اچھی سی چال چل کر مطمئن ہو گیا ہو۔ اب اُس نے ریوالور جیب میں رکھ لیا اور ناگر کو گریبان سے پکڑ کر اُٹھاتا ہوا بولا: "اگر تمہاری وطن پرستی کی مناسب داد نہ دُوں تو یہ بڑی بُری بات ہو گی۔ کیونکہ تمہارے جُوئے خانے بھی بند ہو چکے ہیں۔"

ناگر نے بھی فریدی کے گریبان پر ہاتھ ڈالنا چاہا، لیکن اِس سے قبل ہی اُس کی ٹھوڑی پر گھونسا پڑا اور وہ ایک بار پھر زمین پر نظر آیا۔

"اب یہ بتاؤ کہ ہلدا کہاں ہے؟ تمہارے علاوہ کون اُسے غائب کر سکے گا۔" فریدی نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

اِس بار ناگر زمین ہی پر پڑا رہا، لیکن وہ ہوش میں تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اِس طرح مزید مرمت سے بچنا چاہ رہا ہو۔

"میں اُس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ قطعی نہیں جانتا۔ میں اِس وقت تم پر حملہ نہ کرتا، مگر تمہاری طرف سے میرے دل میں بہت غبار ہے۔"

"نکال بھی ڈالو" فریدی مُسکرایا۔

"ابھی نہیں، آج کل میرے ستارے گردش میں ہیں۔" ناگر نے جواب دیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا: "مگر کرنل تم اس وقت یہاں کیسے؟"

"یہ کیسے ممکن تھا کہ تم میری آنکھوں کے سامنے اُسے قتل کر کے نکل آتے؟"

"ہاہا!" ناگر نے قہقہہ لگایا: "میں تو اُسے قتل کر بھی چکا، میری سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی۔"

"تم جھک مارتے ہو۔ وہ زندہ ہے۔" فریدی نے کہا۔ "تمہارے بھاگنے کے بعد میں نے اُسے کھڑکی میں دیکھا تھا اور پھر مجھے یہ تو معلوم ہی تھا کہ تم اس کے بعد کہاں جاؤ گے۔ لہٰذا میں اطمینان سے روانہ ہُوا تھا اور تم سے دس منٹ پہلے یہاں پہنچ گیا۔"

"ہُوں، تو تم نے پوری طرح مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر نظر رکھی ہے۔" ناگر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا، پھر سنبھل کر بولا: "لہٰذا تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں کس کے لیے، کس طرح کام کرتا رہا ہوں؟"

"ہاں، میں یہ بھی جانتا ہوں۔"

"کس کے لیے؟"

"یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے جواب دیا۔

"ہاہا... اگر تم جھوٹ نہیں بول رہے ہو تو میں نے اُسے مار ڈالا ہے۔"

"ڈاکٹر گوہن؟"

"ہاں، ڈاکٹر گوہن!"

"یقین نہیں آتا۔"

"کیوں تم اُس لڑکی سے واقف نہیں ہو، جو مجھ سے اُس کے لیے کام لیتی تھی؟"

"شاید میں اُسے نہیں جانتا۔" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مونا کرسٹی، جو آج کل اُس کی نرس کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔"

"اوہ..."

"ہاں کرنل! اس لڑکی نے مجھے اپنی درد بھری کہانی بھی سُنائی تھی۔ اب سوچتا ہوں کہ وہ سب کچھ فراڈ تھا۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ اس وباء کا ذمے دار وہی ہے!"

"ہاں کرنل! اُس نے مجھ سے درجنوں مُردہ کتے شہر کے کنوؤں اور واٹر سپلائی کے تالابوں میں پھنکوائے ہیں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میرا دعویٰ ہے کہ انہی کتوں سے پیدا ہونے والے جراثیم نے یہ وباء پھیلائی ہے۔"

"اور اب اُس نے ایک سہل سا نسخہ بھی دریافت کر لیا ہے۔" فریدی مسکرایا۔

"کوئی چال ہے۔" ناگر بولا۔ "کیا ممکن نہیں ہے کہ مُلک گیر شہرت کے حصول کے لیے اُس نے ایسا کیا ہو۔ ظاہر ہے، کسی ڈاکٹر کی شہرت اس کے لیے دولت ہی لاتی ہے۔ میرے جوئے خانے دولت ہی کے لیے چلتے تھے۔ دولت ہی کے لیے دُنیا کا بڑے سے بڑا جُرم کیا جاتا ہے اور محکمہ سراغ رسانی کے قیام کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر گوہن اگر ڈاکٹر نہ ہوتا تو میری طرح ایسا آدمی ہوتا، جسے سب لٹیرا اور بدمعاش کہتے ہیں۔"

"لڑکی کی کہانی کیا تھی؟"

"کیا میں بیٹھ سکتا ہُوں؟"

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے کہا۔ ناگر اُٹھ کر بیٹھ گیا اور مونا کرسٹی کی داستان دُہرانے لگا۔

جب یہ کہانی ختم ہوگئی تو فریدی نے پوچھا۔ "آخر تم نے اُس پر حملہ کیوں کیا۔ جب کہ اُس سے اچھی خاصی رقم مل جاتی تھی؟"

"وہ خود ہی مجھے ختم کرا دینے کے چکر میں تھا۔ اس دوران میں مجھ پر تین بار حملہ کرا چکا ہے۔ جب سے اُسے علم ہُوا تھا کہ سرکاری سُراغ رساں میرے پیچھے ہیں۔ وہ مجھے زندہ دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔"

"خیر..." فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "فی الحال تمھیں میرے ساتھ کوتوالی چلنا ہے۔"

"میں تیار ہُوں۔"

☐

حمید کے پیچھے دونوں لڑکیاں بھی دوڑ رہی تھیں اور ان میں سے ایک اُسے بتاتی جا رہی تھی کہ اُسے کدھر چلنا ہے۔ وہ ایک ایسے کمرے میں آئے، جس کی ایک جانب کی کھڑکیاں کمپاؤنڈ کے بائیں بازو میں کُھلتی تھیں۔

یہاں حمید کو ڈاکٹر گوہن نظر آیا، جو ایک میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے ویران ویران آنکھوں سے کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔

اُن کی آہٹ پر وہ چونک کر اُن کی طرف مُڑا اور حمید پر نظر پڑتے ہی بُری طرح جھلا گیا۔ "تم کون ہو؟... میری اجازت کے بغیر یہاں کیوں گُھس آئے؟ جاؤ، دفع ہو جاؤ۔"

"میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم زندہ تو نہیں ہو۔" حمید نے بے پروائی سے کہا، لیکن قبل اس کے ڈاکٹر کا ہاتھ اُس کی جیب تک پہنچتا حمید نے اپنا ریوالور نکال لیا، لیکن پھر یک بیک اُس کو عقل آگئی اور اُس نے جلدی سے کہا۔ "یہ تو صرف اِس لیے ہے ڈاکٹر کہ کہیں تم اپنا ریوالور نہ نکال لو۔ تمھاری اِس حرکت سے مجھے گہرا صدمہ پہنچتا۔ لہٰذا میں نے سوچا کہ میں ہی پہل کیوں نہ کر دوں۔"

"تم کون ہو؟"

"کیپٹن حمید، فرام سنٹرل انٹیلی جنس بیورو۔"

"اوہ...!" ڈاکٹر کا مُنہ حیرت سے کُھل گیا اور حمید ریوالور جیب میں ڈالتا ہُوا بولا۔ "میونسپل حدود میں جہاں بھی مجھے فائرنگ کی آواز سُنائی دے، میں صاحب خانہ کی اجازت حاصل کیے بغیر بھی مکان میں داخل ہو سکتا ہُوں۔"

"بالکل، بالکل۔" ڈاکٹر سر ہلا کر بولا۔ "اوہ... کیپٹن میں اس وقت ختم ہی ہو گیا ہوتا... یہ دیکھیے۔"

اُس نے سامنے والی دیوار کی طرف اشارہ کیا، جہاں گولیوں سے کئی جگہ کا پلاسٹر اُدھڑ گیا تھا۔ حمید نے دیوار کی طرف دیکھا۔

باہر شور ہو رہا تھا۔ دوسروں نے بھی فائروں کی آوازیں سُنی تھیں اور شاید وہ بھی عمارت کے اندر داخل ہونا چاہتے تھے۔

"انھیں روکو۔" ڈاکٹر نے ایک لڑکی سے کہا۔ "یہاں سب ٹھیک ہے۔"

طویل قامت لڑکی چلی گئی۔ حمید کن انکھیوں سے دوسری لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"فائر کس نے کیے تھے؟" حمید نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"کاش میں اُس کی شکل دیکھ سکا ہوتا۔"

"اس سے پہلے بھی کبھی آپ پر حملہ ہُوا تھا؟"

"نہیں، کبھی نہیں۔"

"شامیانے کے نیچے کن لوگوں سے آپ کا جھگڑا ہو رہا تھا؟"

"اوہ... وہ کینہ توز ڈاکٹر سانگلو انھیں مجھ پر چڑھا لایا تھا۔ خود قریب نہیں آیا، مگر میں جانتا ہُوں۔ وہ میرا حریف ہے۔ مجھ سے پہلے اس شہر میں اُس کا طوطی بولتا تھا، مگر اب اتو بھی نہیں بولتا۔"

"مگر وہ لوگ تھے کون؟"

"ڈاکٹر برونو... ایک بیرونی تبلیغی مشن کا قائد... اُس کا دعویٰ ہے کہ دباء کا زور اُس کی ادویات سے کم ہُوا ہے۔"

"مگر اِس اتنی سی بات کے لیے وہ لوگ آپ پر فائر تو نہیں کر سکتے۔" حمید بولا۔

"میں نے کب کہا ہے کہ فائروں کا تعلق اُن سے ہے؟" ڈاکٹر گوہن جھلا گیا۔

حمید نے کھڑکی کے قریب جا کر باہر دیکھا۔ یہاں سے چہار دیواری کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ بیس فٹ رہا ہو گا چہار دیواری چار فٹ سے زیادہ اُونچی نہیں تھی۔ اُس کے نیچے سلاد کی کیاریاں تھیں۔ حمید کھڑکی سے نیچے کُود گیا۔

چہار دیواری پھلانگ کر کمپاؤنڈ میں آنا اور دوبارہ پھلانگ کر واپس جانا مشکل نہیں تھا۔ حمید نے ایک کیاری میں سلاد کے کُچلے ہُوئے پودے بھی دیکھے۔ اُس کے سامنے ہی دیوار پر گیلی مٹی کے نشانات ملے، جو غالباً حملہ آور کے جُوتوں کے نشانات تھے۔

ڈاکٹر کھڑکی میں ہی کھڑا تھا۔ حمید نے ایک بار مُڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور پھر سلاد کی کیاری پر نظریں جما دیں۔

وہ سوچ رہا تھا کہ ڈاکٹر گوہن کم از کم اس وقت اُس پر فائر کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ یہ اُس کے لیے کوئی نیا واقعہ نہیں تھا۔ اس سے پہلے بھی کئی ایسے مُجرم اُس کی نظروں سے گزرے تھے جنھوں نے پولیس کو دھوکے میں ڈالنے کے لیے اِس قسم کی حرکتیں کی تھیں۔ خود ہی اپنے اُوپر حملے کرائے تھے اور پھر اس کام کے لیے یہ موقع تو بے حد مناسب تھا کیونکہ محکمہ سُراغ رسانی کا ایک آفیسر یہاں موجود تھا۔ اُس نے سوچا کہ یہ لوگ یقینی طور پر اُس سے واقف تھے، ورنہ وہ لڑکی اُسے دیکھ کر چونکی کیوں تھی؟

"اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟" حمید نے ڈاکٹر گوہن کی بھرّائی ہُوئی سی آواز سُنی۔

حمید اس طرح چونک کر اُس کی طرف مُڑا، جیسے حقیقتاً اُس سے بے خبر رہا ہو۔

"باقاعدہ رپورٹ درج کرائیے۔" اُس نے جواب دیا۔

"آپ کس نتیجے پر پہنچے ہیں؟"

"یقیناً کسی نے آپ پر گولی چلائی تھی۔" حمید مسکرایا۔ "لیکن آپ بھی کافی مشاق معلوم ہوتے ہیں۔ شاید اندر دیوار پر چار نشانات ہیں، لیکن ایک بھی گولی آپ کے نہیں لگی، مجھے حیرت ہے۔"

"تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں مر جاتا۔" ڈاکٹر گوہن جھلا کر بولا۔

"میں تو یقیناً مر جاتا اگر مجھ پر چار فائر ہوتے۔"

"آپ محکمہ سُراغ رسانی کے آفیسر ہیں یا کسی کالج کے پروفیسر۔" گوہن کے لہجے میں طنز تھا۔

حمید آگے بڑھا اور کھڑکی پر دونوں ہاتھ ٹیک کر اُوپر اُٹھ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ کمرے کے اندر تھا۔ ڈاکٹر گوہن پیچھے ہٹ کر اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہُوں کہ آپ ہر وقت جیب میں ریوالور کیوں لیے پھرتے ہیں؟" حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہُوئے پوچھا۔

"میرے پاس لائسنس ہے۔"

"لیکن اس کے باوجود بھی لوگ ہر وقت جیب میں نہیں ڈالے رہتے۔"

"میری عادت ہے۔"

"ڈاکٹروں میں اگر ایسی عادتیں پائی جائیں تو ہم انھیں حیرت انگیز کہیں گے۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"تم اِس طرح مسکراتے کیوں ہو؟ کیا میں گدھا ہُوں؟" ڈاکٹر دہاڑا۔

"گدھوں کو دیکھ کر میں ہمیشہ سنجیدہ ہو جاتا ہُوں۔ آپ غلط سمجھے۔"

دونوں لڑکیاں مُنہ پھیر کر مُسکرائیں، لیکن ڈاکٹر نے دیکھ لیا۔ اس کے بعد وہ اور زیادہ جھلایا ہُوا نظر آنے لگا۔

"آپ تشریف لے جائیے۔ میں رپورٹ درج نہیں کراؤں گا۔" اُس نے کہا۔

"وہ تو درج بھی ہو چکی۔ میری موجودگی کا یہی مطلب ہے۔ اب آپ کو مجھے مطمئن کرنا پڑے گا کہ آپ رپورٹ کیوں نہیں درج کرانا چاہتے؟"

دفعتاً ڈاکٹر کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرائی اور اس نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "روزا انھیں مطمئن کر دو۔"

"چلیے۔" روزا نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ اُس کے ہونٹوں پر بڑی دلآویز مُسکراہٹ تھی۔ پھر وہ خود ہی آگے بڑھی اور حمید کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف چلنے لگی۔

حمید بوکھلا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اُسے اس کی توقع نہیں تھی۔ دروازے کے باہر قدم رکھتے وقت وہ یہ بھی بھول گیا کہ ابھی

کس مسئلے پر گفتگو ہو رہی تھی۔
لڑکی اُسے کھینچتی ہُوئی ایک کمرے میں لائی اور مُسکرا کر بولی: "ناچو گے؟"
حمید خاموش کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔ لڑکی نے گراموفون پر رقص کی موسیقی کا ریکارڈ چڑھا دیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر ناچنے لگی۔
"ارے... ارے... ؟" حمید کو بھی بالآخر شرارت سُوجھی۔
"کیوں... ناچو نا ؟"
"ارے بچاؤ!" دفعتاً حمید حلق پھاڑ کر دہاڑا اور لڑکی بوکھلا کر پیچھے ہٹ گئی، پھر یک بیک سنبھل کر بولی۔
"بڑے ڈرپوک ہو۔ حالانکہ تمھاری جیب میں ریوالور بھی موجود ہے!"
حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا چکر ہے۔ کچھ دیر پہلے جس عمارت میں فائروں کی آوازیں گونجی تھیں، وہاں اب رمبا بج رہا ہے اور جس پر فائر ہُوئے تھے خود اسی نے لڑکی کو اس حرکت کے لیے اُس کے ساتھ بھیجا تھا۔
وہ دوبارہ بڑھتی ہُوئی لڑکی کو دھکیل کر کمرے سے باہر نکل آیا۔
"بُری بات ہے!" اُس نے ڈاکٹر گوہن کی آواز سُنی اور پلٹ پڑا۔ ڈاکٹر کہہ رہا تھا: "لڑکیوں سے اِس طرح نہیں پیش آیا کرتے!"
"مَیں تو لڑکیوں کو تل کر کھاتا ہُوں!" حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔
"اسی لیے صُورت پر اتنی نحوست برس رہی ہے!" گوہن بولا: "ہضم نہیں ہُوئیں شاید!"
"مَیں تمھیں دیکھ لوں گا!" حمید اُسے مکّا دکھا کر بولا اور اسی میں عافیت سمجھی کہ جلد از جلد عمارت سے باہر نکلنے کی کوشش کرے کیونکہ گوہن کا رویّہ ناقابلِ فہم تھا۔
اُس نے اپنی پُشت پر اُن دونوں کے قہقہے سُنے۔ اُس کے قدم تیزی سے اُٹھ رہے تھے۔

اسی رات کو حمید نے فون پر فریدی کی کال ریسیو کی۔ وہ کہہ رہا تھا: "حمید! اپنی تکی حماقتوں سے یہی بہتر ہے کہ تم اپنی تفریحات میں مصروف رہو، مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ تم سے کس گدھے نے کہا تھا کہ ڈاکٹر گوہن تک جا پہنچو!"
"ارے جناب! یہ رئیس بڑا واہیات آدمی ہے!" حمید چہک کر بولا۔
"کیوں؟"
"آخر مجھ سے ان دونوں لڑکیوں کا تذکرہ کرنے کی کیا ضرورت تھی، جو ڈاکٹر گوہن کے یہاں پائی جاتی ہیں!"
"کیا بکواس ہے؟"
"یقین کیجیے۔ اُس نے نہ صرف تذکرہ کیا تھا بلکہ اُن کے حُسن کی اتنی شدت سے تعریف کی تھی کہ بس شاید آپ بھی بے قابو ہو جاتے اگر سُن لیتے... کہیے تو بیان کروں!"
"مَیں کہتا ہُوں بکواس بند کرو اور ادھر۔ سُنو! تم اس وقت تک گھر سے باہر قدم نہ نکالو گے، جب تک کہ مَیں... نہ کہوں!"
"مَیں ہلڈا کی تلاش میں ہُوں!"
"حمید! مَیں تمھارے ہاتھ پیر توڑ کر بٹھا دُوں گا... ہلڈا کا کیس دوسروں کے پاس ہے، تم جھک نہ مارو!"
حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اُسے اِس پر غصّہ نہیں آیا تھا، بلکہ وہ بور ہو گیا تھا۔
بہت عرصے سے فریدی نے شہر میں سادہ لباس والوں کا جال سا بچھا رکھا تھا۔ کوئی ایسا ہوٹل کوئی ایسی تفریح گاہ نہیں تھی کہ جہاں دو چار ہر وقت نہ موجود رہتے ہوں۔ اس رات جب حمید نے عورت کے میک اَپ میں ہنگامہ برپا کیا تھا، فریدی کی معلومات کا باعث یہی سادہ لباس والے بنے تھے، پھر حمید کی دانست میں ڈاکٹر گوہن پر تو خصوصیت سے اس کی نظر رہی ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے ہی سے اُس کی تاک میں رہا ہو۔ بہر حال حمید جو گوہن اور اُس کی لڑکیوں کو ایک اچھا سبق دینا چاہتا تھا۔ فریدی کی اِس سرزنش پر ٹھنڈا پڑ گیا اور پھر ہلڈا کو بھی جہنّم میں جھونک کر اُس نے سوچا کہ اب کچھ دن سچ مچ آرام کرے گا۔ یعنی گھر سے باہر ہی نہیں نکلے گا۔
کھانا ہضم کرنے کے لیے اچھی صُورتیں بھی ضروری تھیں۔ اس کے لیے اُس نے سوچا کہ باتصویر رسائل ہی سے کام چلائے گا۔
لیکن دوسرے ہی دن اُس کا دَم گھُٹنے لگا، مگر فریدی کی کوئی کال نہ آئی۔ یہ مسئلہ بڑا تکلیف دہ تھا۔ ایسی بھی کیا پابندی؟... اُسے خود پر غصّہ آنے لگا مگر غنیمت یہی تھا کہ

اس غصّے کے ساتھ ہی ساتھ سر پر وہ پُرانی چھپکلی نہیں سوار ہُوئی، جس نے اکثر اُسے اَن دیکھے جہانوں کی سیر کرا ڈالی تھی۔
تیسرے دن اچانک فریدی کی کال آئی۔
"ہیلو!" وہ ریسیور اُٹھا کر ایسی کمزور آواز میں بولا، جیسے دَم نکل رہا ہو اور پھر یک بیک اُسے شرارت سُوجھی اور وہ ماؤتھ پیس میں گھوڑے کی طرح ہنہنایا۔
"او حمید کے بچّے... تم...!"
"ذرا ایک منٹ!" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا: "گھوڑوں اور آدمیوں میں تمیز مشکل ہو گئی ہے۔ اِس لیے مجھے کم از کم ایک ہفتے کی قید اور برداشت کرنی پڑے گی!"
"اوہ... تو کیا سچ مچ تم گھر ہی تک محدود رہے ہو!"
"نہیں، اُڑن کھٹولے اُترتے تھے۔ آسمان سے میرے لیے!" حمید جھلّا کر بولا: "اور کل کا گھوڑا روئے زمین کی سیر کراتا تھا اور قاف کی پریاں... ہاہاہا...!"
"بات سُنو!" فریدی جھلّا گیا: "تمھیں ڈاکٹر سانگلو سے مل کر ڈاکٹر گوہن کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں!"
"ڈاکٹر جانگلو نہیں ہوتے!"
"سانگلو... گدھے... سانگلو!"
"سانگلو گدھے!" حمید نے حیرت سے دُہرایا: "ارے بابا! مَیں نے گدھوں کی اقسام کے متعلق آج تک چھان بین نہیں کی۔ مَیں نہیں جانتا کہ یہ سانگلو گدھے کس قسم کے ہوتے ہیں؟"
فریدی نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا اور حمید نے بھی ریسیور کریڈل میں ڈال کر ایک طویل انگڑائی لی۔
اِن دِنوں وہ ڈاکٹر گوہن اور اُس کی دونوں لڑکیوں ہی کے متعلق سوچتا رہا تھا۔ لہٰذا ڈاکٹر سانگلو سے اس کے متعلق گفتگو کرنے میں ذرا بھی بوریت محسوس نہ کرتا۔ ویسے یہی کیا کم تھا کہ گھر سے باہر قدم نکالنے کی اجازت مل چُکی تھی۔
وہ ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر ڈاکٹر سانگلو کی قیام گاہ پر جا پہنچا۔ اُس کی کمپاؤنڈ میں بھی ویسا ہی ایک بہت بڑا شامیانہ نظر آیا، جیسا وہ تین چار دِن پہلے ڈاکٹر گوہن کی کمپاؤنڈ میں دیکھ چُکا تھا۔ یہ ایک غیر مُلکی طبّی مشن کی ادویات کی تقسیم کا مرکز تھا۔
حمید نے کمپاؤنڈ میں اُن غیر مُلکیوں کو بھی دیکھا، جن سے ڈاکٹر گوہن کو جھگڑتے دیکھا تھا۔
وہ سیدھا ڈاکٹر سانگلو کی طرف بڑھ گیا، جو اس وقت ایک مریض کے بازو میں انجکشن لگا رہا تھا۔
سانگلو نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر مریض کے بازو سے سُوئی نکال کر اُسے رُوئی کے ٹکڑے سے صاف کرتا ہُوا بولا: "میرا خیال ہے کہ مَیں آپ کو پہچانتا ہُوں جناب!"
"یہ میری خوش قسمتی ہے!" حمید مُسکرایا: "ویسے کیا آپ مجھے تھوڑا سا وقت دینا پسند کریں گے!"
"ضرور... ضرور... لیکن دس منٹ کے لیے مجھے معاف کیجیے، مجھے تین انجکشن اور دینے ہیں!"
حمید سر ہلا کر رہ گیا۔
ڈاکٹر سانگلو کا شمار شہر کے اچھے ڈاکٹروں میں ہوتا تھا۔ لوگ اُس کی خوش اخلاقی اور خوش مزاجی کے بھی مدّاح تھے۔ اکثر کو کہتے سُنا گیا تھا کہ آدھا مرض تو اُس کی دلچسپ گفتگو ہی ختم کر دیتی ہے۔
اُس نے دس منٹ سے زیادہ وقت نہیں لیا۔
"فرمائیے! مَیں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہُوں!"
"چند بہت ضروری باتیں کرنی ہیں آپ سے!" حمید نے کہا۔
"یہیں... یا کہیں الگ چلیں!" ڈاکٹر سانگلو نے کہا۔
"کہیں اطمینان سے!" حمید نے کہا: "یہاں اِس بھیڑ بھاڑ میں تو..."
"اوہ... تو آئیے میرے ساتھ!"
وہ دونوں عمارت کے بیرونی برآمدے میں آئے اور پھر ڈاکٹر سانگلو نے ایک الگ تھلگ کمرے تک حمید کی رہنمائی کی۔
"تشریف رکھیے جناب!" اُس نے جُھک کر کہا۔
حمید ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔
"اُس دن..." حمید کچھ دیر بعد بولا: "مَیں نے آپ کو ڈاکٹر گوہن کی کمپاؤنڈ میں دیکھا تھا!"
"کس دن؟"
"جب وہ آپ کے غیر مُلکی دوستوں سے جھگڑا کر رہا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ ڈاکٹر برونو ہی کے وفد کے ساتھ کام کر رہے ہیں!"
"جی ہاں!"
"مَیں دراصل اس آدمی ڈاکٹر گوہن کے متعلق اُلجھن

میں ہُوں۔“

”کیوں؟ کیسی اُلجھن جناب؟“

”وہ پھر بتاؤں گا۔ پہلے آپ یہ بتائیے کہ اس حیرت انگیز وباء کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟“

”اوہ... میرے خُدا... تو کیا... محکمۂ سُراغ رسانی بھی اسی راہ پر دوڑ رہا ہے، جس پر ہم چل نکلے ہیں۔“ ڈاکٹر سانگلو نے متحیّرانہ لہجے میں کہا۔

”مَیں نہیں سمجھا۔“

”کچھ نہیں کیپٹن۔“ ڈاکٹر سانگلو مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہُوا بولا۔ ”کچھ نہیں، ہم جب تک اپنے تجربات مکمل نہ کرلیں۔ اِس مسئلے پر روشنی ڈالنے سے معذور ہیں۔“

”آخر محکمۂ سراغ رسانی کس راہ پر دوڑ رہا ہے؟“ حمید نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”کچھ نہیں کیپٹن! مَیں اپنی اس بے تکی بکواس پر شرمندہ ہُوں۔ بعض اوقات خیالات زبان کا ساتھ نہیں دیتے... آدمی کہنا کچھ چاہتا ہے، زبان سے نکلتا کچھ ہے۔“

”ہاں، ہوسکتا ہے۔ خیر... ہاں تو مَیں آپ سے ڈاکٹر گوہن کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہُوں۔“

”مَیں بھلا اُس کے بارے میں کیا بتا سکوں گا... مگر نہیں، جو آپ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں ممکن ہے میرے علم میں ہو۔“

”یہ اس شہر میں کب سے مقیم ہے؟“

”اندازاً چار سال سے۔“

”کیا وہ بکٹیریالوجسٹ بھی ہے؟“

”اوہ... یقیناً... میرا اندازہ یہی ہے۔ وہ ایک خاصی بڑی تجربہ گاہ بھی رکھتا ہے۔“

”اس علاج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے، جو اُس نے دریافت کیا ہے؟“

”آہا... اُس دن وہاں اس کا طریق علاج ہی زیرِ بحث تھا۔ میرا خیال ہے کہ مَیں نے وہاں آپ کو بھی دیکھا تھا۔ مَیں کیا بتاؤں کیپٹن؟... آج تک کی رپورٹ یہ ہے کہ اس مرض کی وجہ ابھی تک دریافت نہیں ہوسکی۔ قاعدہ یہ ہے کہ پہلے عموماً مرض کا سبب دریافت کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہی طریق علاج کا تعین ہوسکتا ہے۔“

”سامنے کی بات ہے۔“ حمید سر ہلا کر بولا۔

”پھر آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ مرض کے اسباب سے واقف ہو چکا ہے یا پھر اسے تسلیم کیجیے کہ وہ جھوٹا ہے اور اس میں سچائی نہیں ہے کہ وہ علاج اتفاقاً دریافت ہُوا تھا۔“

”ٹھیک ہے۔ مَیں آپ سے متفق ہُوں۔“

”اچھا اب اگر اُس نے مرض کا سبب دریافت کرلیا ہے تو اُسے تسلیم کیوں نہیں کرتا؟ طریق علاج کی دریافت کو اتفاقات پر کیوں ٹال رہا ہے۔“

”بہت عُمدہ نکتہ ہے۔ یقیناً اِس پر غور کرنا پڑے گا۔“ حمید نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہُوئے کہا۔ ”مگر مجھے یاد پڑتا ہے کہ اُس دن آپ کے غیر ملکی ساتھی اِس طریق علاج کو ڈھونگ قرار دینے کی کوشش کررہے تھے، جس پر وہ آپے سے باہر ہوگیا تھا۔“

”جی ہاں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اُس کا دریافت کردہ علاج سو فی صد کامیاب رہا ہے۔“

”مگر آپ کے ساتھی تو اپنی دواؤں کا تذکرہ کررہے تھے۔“

”کیپٹن! وہ بکواس کررہے تھے، مگر ضرور تاہم ڈاکٹر گوہن سے حقیقت اُگلوانا چاہتے ہیں۔ اُسے مرض کے اسباب معلوم ہیں۔ اُسے تسلیم کرنا پڑے گا۔“

”اوہ... تو شاید آپ لوگ اُسے خواہ مخواہ غصہ دلا رہے تھے تاکہ سچی بات اُس کی زبان سے نکل جائے۔“

”جی ہاں، ہماری یہی خواہش تھی۔“

”مگر آپ آج تک کامیاب نہیں ہوسکے۔“

”ابھی تک تو نہیں۔“

”مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی ڈاکٹر صاحب!“ حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہُوا بولا۔ ”آخر وہ اسے کیوں چھُپانا چاہتا ہے کہ اُس نے مرض کے اسباب معلوم کرلیے ہیں اور آپ لوگ اس پر کیوں مُصر ہیں کہ وہ اِس کا اعتراف کرلے؟“

”خُدا کی پناہ۔“ ڈاکٹر سانگلو مُسکرایا۔ ”کیا آپ تہیّہ کرکے آئے ہیں...“

وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہوگیا اور حمید کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

”اِس سوال کا جواب بہت ضروری ہے ڈاکٹر!“ حمید نے پائپ سُلگا کر کہا۔

”آپ نے مجھے مشکل میں ڈال دیا ہے۔“

”آخر بات کیا ہے؟“

”دیکھیے! ہم کوئی ایسی بات قبل از وقت نہیں کہنا چاہتے، جس پر بعد میں ہمیں شرمندہ ہونا پڑے۔ بعض اوقات آدمی دھوکا بھی کھا جاتا ہے۔ مثلاً مَیں نے آپ کے متعلق ایک نظریہ قائم کر لیا ہے کہ آپ فلاں شخص کے قائل ہیں۔ چونکہ یہ خیال اچھی طرح ذہن میں جم گیا ہے۔ اس لیے آپ کا ہر فعل ہمارے لیے اشتباہ انگیز ہوگا اور ہمارا یہ نظریہ پُختہ ہوتا جائے گا۔ آپ قائل ہیں لیکن ضروری نہیں ہے کہ حقیقت بھی یہی ہو۔“

”کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر گوہن ہی اس وباء کا ذمّے دار ہے۔“ حمید نے ضرورت سے زیادہ سنجیدگی اختیار کرتے ہُوئے پوچھا۔ لہجہ بھی بے حد خشک تھا۔

”جی ہاں میرا یہی خیال ہے لیکن خُدارا باور کیجیے کہ یہ ابھی شُبہے کی حُدود سے باہر نہیں ہُوا۔ آپ نے چونکہ رگ پکڑ لی ہے۔ اس لیے آپ کے سامنے یہ خیال الفاظ کا جامہ پہن سکا ہے، ورنہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ ثبوت مہیّا کیے بغیر کہی جائے۔“

حمید اس وقت اپنے خالص پیشہ ورانہ انداز پر اُتر آیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر سانگلو پر کچھ اس طرح نظر ڈالی جیسے وہ اپنا جُرم ڈاکٹر گوہن کے سر تھوپنے کی کوشش کررہا ہو۔

”کیوں؟“ اُس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ڈاکٹر گوہن کو اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کرنے کی... ضرورت ہی کیا تھی اور پھر اب وہ اس کا ایک سہل سا نسخہ کیوں بتاتا پھر رہا ہے؟“

”سہل کہاں کیپٹن!“ ڈاکٹر کے لہجے میں طنز تھا۔ ”وہ سادہ پانی میں بھی نمک کا محلول بتا سکتا تھا۔ آخر چائے ہی کیوں؟“

”چائے نسخے کا ایک جزو ہے۔“

”قطعی نہیں کیپٹن! مَیں صرف سادہ پانی میں بہتیرے مریضوں کو نمک استعمال کراچکا ہُوں، مگر نتیجہ وہی نکلا ہے، جو چائے کے محلول سے نکلتا رہا ہے۔“

”تب تو آپ کی معلومات اُس سے بہرحال زیادہ ہیں۔“

”یقیناً... لیکن یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اُسے صرف پانی کے محلول کا علم نہ ہوگا۔“

”اگر ہوتا تو وہ چائے کا کھٹراگ کیوں کرتا۔“

اِس پر ڈاکٹر سانگلو نے قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر ہنستا رہا، پھر بولا۔ ”اگر وہ سادہ پانی ہی کے محلول کا اعلان کرتا تو پھر یہ بات کیسے بنتی کہ علاج اتفاقیہ طور پر دریافت ہُوا تھا۔ کوئی دھوکے سے بھی سادہ پانی میں نمک ملا کر نہیں پیتا۔ چائے کے ساتھ یہ فقرہ چل گیا تھا کہ شکر کی بجائے غلطی سے نمک کے چمچے چل گئے تھے۔“

”یہ بات بھی پکّی ہے ڈاکٹر۔“ حمید... اُسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہُوا بولا۔

”لیکن یہ مسلّمہ ہے کہ اگر ہم طبیبوں کو کوئی خاص بات اتفاقاً معلوم ہو جائے تو ہم ہر زاویے سے اس کا تجربہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر چائے اور نمک ہی کو لے لیجیے۔ اگر یہ واقعہ مجھے پیش آیا ہوتا تو مَیں یہ معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرتا کہ چائے اور نمک دونوں میں سے کون زیادہ اہم ہے۔ چائے کی اہمیت یُوں ختم ہو جاتی ہے کہ مریض دن بھر میں سیروں چائے پی جاتے ہیں لیکن اس سے اُن کے مرض میں نہ کمی ہوتی ہے اور نہ زیادتی۔ لامحالہ نمک ہی اہم جزو قرار پایا... یہ تو ہُوئی ذہنی دلیل... اور عملی دلیل یہ ہوتی ہے کہ نمک صرف سادہ پانی میں حل کرکے مریضوں کو پلایا جاتا۔ مَیں نے یہی کیا تھا۔ نتیجہ وہی نکلا۔ یعنی چائے قطعی غیر ضروری ثابت ہُوئی۔“

حمید نے تعریف کرنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔

ڈاکٹر سانگلو پھر بولا۔ ”کیپٹن! ہم مسئلے پر بہت محنت کررہے ہیں۔ ڈاکٹر گوہن کے اس نسخے ہی کی بدولت ہم مرض کے اسباب تک پہنچ گئے ہیں۔“

”وہ کس طرح؟“ حمید نے اشتیاق سے پوچھا۔

”دیکھیے! وبائی امراض کے جراثیم مختلف ذرائع سے ہمارے سسٹم پر اثر انداز ہوتے ہیں یا تو وہ فضا میں موجود ہوتے ہیں اور ہَوا کے ساتھ ہمارے جسم میں پہنچتے ہیں یا اُس پانی میں ان کا وجود ہوتا ہے جسے ہم پیتے ہیں یا پھر کیڑوں مکوڑوں کے ذریعے وہ ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں۔ ہم نے سارے ذرائع... چھان مارے لیکن ہمیں نئے قسم کے جراثیم کہیں بھی نہ ملے۔ ایک دن مَیں تجربہ گاہ میں سلائڈ پر مشتبہ پانی کی چند بوندیں ڈال کر خوردبین سے اُن کا جائزہ لے رہا تھا کہ کسی نے مذاقاً اس پر ایک چٹکی نمک ڈال دیا۔ شاید اُس نے ایسا کرتے وقت ڈاکٹر گوہن پر پھبتی بھی کسی تھی۔ لیکن کیپٹن مجھے تو خُدا کی قدرت کا تماشا نظر آگیا۔ نمک کی چٹکی پڑتے ہی پانی میں لاتعداد نارنجی رنگ کے ذرّات سے نظر آنے لگے۔ پانی میں غیر متحرک تھے۔ بس پھر یہیں سے ہمارے کام کا آغاز ہُوا۔ نمک نہ صرف ان کے لیے سم قاتل ہے، بلکہ اُن کی رنگت بھی تبدیل کر دیتا ہے۔ رنگت تبدیل ہونے سے قبل انھیں خوردبین

سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ یعنی آپ انھیں صرف مُردہ حالت میں دیکھ سکتے ہیں، اگر یہ زندہ ہوں تو دُنیا کی طاقت ور ترین خوردبین سے بھی نہیں دیکھے جا سکتے۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہوں تو میرے ساتھ میری تجربہ گاہ تک چلیے۔ حالانکہ یہ تجربہ گاہ بڑی حقیر سی ہے۔ اتنی بڑی نہیں ہے جتنی بڑی ڈاکٹر گوہن رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے، شہر میں شاید ہی کوئی بکیٹریالوجسٹ اتنی بڑی تجربہ گاہ رکھتا ہو۔"

حمید اُس کے ساتھ اُس کی تجربہ گاہ میں آیا اور ڈاکٹر سانگلو نے اُسے وہ سب کچھ دکھا دیا، جس کے متعلق دعویٰ کرتا رہا تھا۔

"واقعی ڈاکٹر!" حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "یہ سارے معاملات چکرا دینے والے ہیں۔ ڈاکٹر گوہن اتنا بدھو نہیں معلوم ہوتا کہ جانے ہی پر اڑا رہتا۔ آخر وہ کیا چیز ہو سکتی ہے؟ جس نے اُسے ایک جھوٹا افسانہ تراشنے پر مجبور کیا۔"

ڈاکٹر سانگلو کچھ نہ بولا۔ اُس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈُوبی ہُوئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد، وہ بڑبڑایا۔ "کاش میں صرف ایک ہی بار اُس کی تجربہ گاہ میں پہنچ سکتا۔"

"اِس سے کیا ہوتا... ڈاکٹر؟" حمید نے پوچھا۔

"اوہ... کیپٹن! ابھی کچھ نہ پوچھیے... یہ غدّار... کمینہ جو وطن پرستی کا دعویٰ کرتا رہتا ہے، کتنا نیچ ہے... یہ میں دُنیا کو دکھا دُوں گا۔"

"بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ میں اِس لیبارٹری کی تلاشی کا وارنٹ بھی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ آج کل وہ شہر بھر کی آنکھوں کا تارا بنا ہُوا ہے۔ حکّام اُس کی بے حد عزت کرتے ہیں۔ وزیرِاعظم اور صدرِ مملکت نے اُسے بڑے شاندار پیغامات بھیجے ہیں، لیکن مجھے اُس پر شُبہ ہے۔ کرنل فریدی بھی اُس کی تاک میں ہیں۔ کاش اُس کے خلاف کچھ ثابت ہو سکے۔ کوئی واضح ثبوت مل سکے۔ اچھا ڈاکٹر میں کوشش کروں گا کہ آپ اُس کی لیبارٹری تک پہنچ سکیں۔ حالانکہ وہ اُس دِن کے جھگڑے کا قصّہ شاید ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تک پہنچا چُکا ہوگا۔ دیکھیے اگر کوئی قانونی صورت نہ نکلی تو غیر قانونی ہی سہی... مگر ہاں، وہ ڈاکٹر کون تھا؟ جس نے سلاد پر نمک ڈالا تھا۔"

"یہی تو یاد نہیں پڑتا، مگر وہ کسی غیر مُلکی طبّی وفد ہی کا کوئی آدمی تھا۔ اُس دن میری لیبارٹری میں کئی ممالک کے لوگ جمع تھے۔"

حمید تھوڑی دیر بعد، وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اس کے بعد کہاں جاتا؟ وہ ڈاکٹر گوہن کے خلاف دل ہی دل میں کھولتا ہُوا گھر واپس آگیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد، پھر فریدی کی کال آئی۔ اُس نے یہی معلوم کرنے کے لیے اُسے رِنگ کیا تھا کہ اُس نے گوہن کے متعلق معلومات فراہم کیں یا نہیں۔

حمید کو اپنی اور ڈاکٹر سانگلو کی گفتگو کا ایک ایک لفظ دُہرانا پڑا۔

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔" فریدی نے پوری رُوداد سُن کر کہا۔ "مگر ڈاکٹر سانگلو اپنے نام سے کامیاب نہیں ہو سکتا، کیونکہ ڈاکٹر گوہن اُس سے بُری طرح خار کھاتا ہے۔ اس کے لیے اُسے غیر مُلکی وفد کے آدمی سے کام لینا پڑے گا۔ غیر مُلکی، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے استدعا کرے کہ وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت ڈاکٹر گوہن کی تجربہ گاہ میں کچھ تجربات کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ شہر میں صرف وہی ایک "ڈھنگ کی تجربہ گاہ ہے۔"

●

ایک غیر مُلکی وفد کے قائد ڈاکٹر برونو نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا اجازت نامہ حاصل کر ہی لیا اور ڈاکٹر سانگلو نے اس کی اطلاع حمید کو دیتے ہُوئے استدعا کی تھی کہ اُن کے ساتھ وہ چلے تو بہتر ہے۔

آج بھی حمید کو ڈاکٹر گوہن کی تجربہ گاہ سے اتنی دلچسپی نہیں تھی، جتنی اُسے دونوں لڑکیوں سے تھی۔ اُس نے سوچا، اِسی بہانے سہی ایک بار اور اُن سے قریب ہونے کا موقع مل جائے گا اور اگر بن پڑا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس لڑکی روزا سے اس دن کی حرکتوں کا بدلہ بھی لے ڈالے، جب ڈاکٹر گوہن نے خود پر کسی کے حملے کا ڈھونگ رچایا تھا۔

شاید ڈاکٹر گوہن کو براہِ راست ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اس کی اطلاع ملی تھی کہ کچھ لوگ اُس کی تجربہ گاہ استعمال کرنا چاہتے ہیں کیونکہ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تھے تو اُن دونوں لڑکیوں نے کچھ ایسے ہی انداز میں اُن کا استقبال کیا تھا، جیسے انھیں اُن کی آمد کی اطلاع پہلے ہی سے رہی ہو۔

لیکن ڈاکٹر گوہن موجود نہیں تھا۔ حمید کو اُس کی اس بے پروائی کے مظاہرے پر بڑا تاؤ آیا، مگر وہ اس تاؤ کو لڑکیوں کے شربتِ دیدار میں گھوٹ گھاٹ کر پی ہی گیا۔

ڈاکٹر گوہن کے دوسرے ساتھی شامیانے کے نیچے مریضوں [...]رہے تھے۔ حمید، ڈاکٹر برونو اور ڈاکٹر سانگلو دونوں [...]کے ساتھ لیبارٹری میں آئے۔

ڈاکٹر برونو ایک آلے کے قریب بیٹھ گیا اور ڈاکٹر [...] بالکل کسی چھوٹے سے بچّے کی طرح لیبارٹری کا جائزہ [...]۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے اُس نے اپنی زندگی [پہ]لی بار کوئی ایسی تجربہ گاہ دیکھی ہو، جس میں اَن دیکھی چیزیں [...]ہوں۔ حمید لڑکیوں سے غپ لڑانے لگا۔

روزا کہہ رہی تھی: "پتا نہیں کیوں آپ اُس دن بھاگ [گئے] تھے؟ میں بڑے اچھے موڈ میں تھی اور میرا اِرادہ تھا کہ [آپ] کو شام تک نچاتی رہوں گی۔ ڈاکٹر بڑا خوش مزاج آدمی [ہے۔] نوجوان جوڑوں کو ہنستے کھیلتے دیکھ کر اُس کا دل باغ باغ [ہو جا]تا ہے۔"

"بس بہت ہو چکا۔" اچانک ڈاکٹر گوہن کی غرّاہٹ [سن]ائی دی۔

حمید چونک کر مُڑا۔ ڈاکٹر گوہن ایک دروازے کا پردہ [ہٹا ک]ر اندر داخل ہو رہا تھا۔

"اوہ... ڈاکٹر..." برونو اُٹھتا ہُوا بولا۔ "ہم بغیر اجازت [آپ]کی لیبارٹری میں نہیں داخل ہُوئے۔"

"لیکن تمھارے ساتھ ایک پولیس آفیسر کیوں آیا ہے؟"

"یہ مجھ سے پوچھو ڈاکٹر۔" حمید نے مُسکرا کر کہا۔ "میں نے سُنا [تھا ک]ہ تم نوجوان جوڑوں کو ناچتے دیکھ کر بے حد خوش ہوتے [ہو۔ ا]گر اجازت دو تو ہم لوگ یہیں تمھارے خوش ہونے [کا ا]نتظام کر دیں۔"

"میں کہتا ہُوں، تم نے کس کی اجازت سے میری تجربہ گاہ [میں] قدم رکھا! میں نے صرف ڈاکٹروں کے داخلے کی اجازت [د]ی تھی۔"

"میں حُسن کا ڈاکٹر ہوں ڈیئر۔ کیا اس تجربہ گاہ میں حُسن [...]ن موجود نہیں ہے۔ جب حُسن نزلے زکام میں مُبتلا ہو[تا] ہے تو لوگ عموماً اِسی خاکسار کو یاد کرتے ہیں کیونکہ [حُ]سن کی چھینکیں اِس شہر میں صرف میں ہی برداشت کر... [س]کتا ہُوں۔"

"اے ڈاکٹر!" گوہن نے دفعتاً ڈاکٹر سانگلو کو للکارا۔ "[تم] میری الماریوں میں کیوں جھانکتے پھر رہے ہو؟"

"مجھے اُن جراثیم کی تلاش ہے، جو مُردہ ہونے پر ہی نظر آ سکتے ہیں۔" ڈاکٹر سانگلو نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میرا یہ جملہ بجائے خود مطلب ہے۔" ڈاکٹر سانگلو کا جواب تھا۔

حمید کی نظر ڈاکٹر گوہن کے داہنے ہاتھ پر تھی کہ کب وہ جیب کی طرف جائے اور کب حمید اپنا ریوالور نکال لے لیکن ڈاکٹر گوہن کا ہاتھ جیب کی طرف نہیں گیا البتّہ اُس کی آنکھیں ضرور چنگاریاں برسانے لگی تھیں۔

"ہاں ڈاکٹر!" سانگلو پھر بولا۔ "اِس جملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ تم تو ایک بہت سمجھ دار آدمی ہو۔ چائے کے ساتھ نمک پلاتے ہو کیونکہ سادہ پانی چائے سے زیادہ مہنگا ملتا ہے... اور... اور کیا کہوں؟ تم تو سمجھتے ہی ہو۔"

"اوہ... تو یہ کہو۔" ڈاکٹر گوہن، حمید کی طرف مُڑ کر بولا۔ "مجھے کسی چکر میں پھانسنے کے لیے کوئی پلاٹ مرتب کیا جا رہا ہے۔"

وہ چند لمحے خاموش رہا، پھر بے تحاشا قہقہہ مار کر ہنس پڑا تھا۔

"اِس ہنسی کی وجہ؟" حمید اُسے گھور کر بولا۔

"کیا یہاں... میری تجربہ گاہ میں کسی قسم کی سازش کامیاب ہو سکتی ہے۔ ابھی تک تو ایسا نہیں ہُوا کہ مجھ سے ٹکرانے والے پاش پاش نہ ہو گئے ہوں۔"

بڑی پھُرتی سے حمید کا ہاتھ جیب میں گیا، لیکن پھر دفعتاً اُس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ ریوالور جیب میں نہیں تھا، پھر اُس نے اپنی ساری جیبیں ٹٹول کر رکھ دیں۔

ڈاکٹر گوہن کا قہقہہ پھر گونجا اور اُس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ میری تجربہ گاہ ہے۔ یہاں ریوالور کے پر لگ جاتے ہیں۔ یہ دیکھو تمھارا ریوالور میری جیب میں اُڑ آیا ہے۔"

ڈاکٹر گوہن نے ہاتھی دانت کے دستے والا ریوالور جیب سے نکال کر حمید کو دکھایا اور بولا۔ "اِس کے سارے چیمبر بھرے ہُوئے ہیں اور تم صرف تین ہو۔ کیا سمجھے... چلو کیپٹن! تم بھی ان دونوں کے قریب پہنچ جاؤ۔"

"کیا تم پاگل ہو گئے ہو۔" ڈاکٹر برونو غرّایا۔

"ہاں، میں پاگل ہو گیا ہُوں۔ کیونکہ تم لوگ بے حد ذلیل ہوتے جا رہے ہو۔ میں صرف تمھاری نہیں، بلکہ تمھارے مُلک کی بات کر رہا ہُوں۔"

"اور تم اب اِس مُلک کے باشندے بن کر اِسے

سباہ کررہے ہو۔" ڈاکٹر سانگلو غصیلے لہجے میں بولا۔
"مَیں دوغلے دیسی کتوں سے بات نہیں کرنا چاہتا۔"
ڈاکٹر گوہن بُرا سا مُنہ بنا کر بولا۔
"خاموش رہو۔" حمید گرجا۔
"حلق پھاڑتے رہو، پاگلوں کی طرح۔" ڈاکٹر گوہن نے بے پروائی سے کہا۔ پھر مونا کرسٹی کی طرف مُڑ کر بولا۔ "وہ جو دیسی ڈاکٹر اُدھر کھڑا ہے... جا کر اُس کے گالوں پر طمانچے لگاؤ۔"

"کیا مطلب؟" یک بیک ڈاکٹر سانگلو چونک پڑا۔
"مطلب یہ کہ تم اس لڑکی کو برما سے ورغلا کر انگلینڈ لے گئے تھے اور انگلینڈ سے پھر برما واپس لائے تھے۔ اس کے بعد پھر یہاں لائے اور وکیل کی بجائے اُس کے باس بن بیٹھے۔"

حمید نے دیکھا کہ مونا کا چہرہ سفید پڑ گیا ہے اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ڈاکٹر گوہن کو گھور رہی تھی۔
"کیپٹن! یہ پتا نہیں کیا بکواس کر رہا ہے۔" ڈاکٹر سانگلو نے حمید کو پکارا۔ "آپ کی موجودگی میں یہ ہمیں مار ڈالنے کی دھمکیاں دے رہا ہے اور آپ کھڑے مُنہ دیکھ رہے ہیں۔"
"ڈاکٹر گوہن مَیں تمھیں حکم دیتا ہُوں کہ ریوالور زمین پر ڈال دو۔" حمید نے گرج کر کہا۔
"میں تمھارا پابند نہیں ہُوں۔" ڈاکٹر گوہن نے بے پروائی سے کہا اور مونا کرسٹی سے بولا۔ "کیا تم نے سُنا نہیں؟ مَیں نے تم سے کہا تھا کہ ڈاکٹر سانگلو کے مُنہ پر تھپڑ لگاؤ کیونکہ اس نے تمھیں بڑی اذیتیں دی ہیں اور یہ ابھی ابھی اپنے ساتھ دو ایسے خطرناک ٹیوب لایا ہے، جو مجھے پھانسی دلوا سکتے ہیں۔"
"کیا بک رہے ہو تم؟" ڈاکٹر برونو دہاڑا۔
"شیشے کے دو ٹیوب، جن میں اختلاجی وباء کے جراثیم ہیں اور یہ ابھی میری لیبارٹری کے ایک حصّے میں چھپائے گئے ہیں۔ ڈاکٹر سانگلو نے ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے۔"
"کیپٹن! یہ جھوٹا ہے۔ اسے ڈر ہے کہ کہیں تم لیبارٹری کی تلاشی نہ لے بیٹھو۔" ڈاکٹر سانگلو پُرسکون لہجے میں بولا۔
"تلاشی۔" ڈاکٹر گوہن نے قہقہہ لگایا۔ "کیا تم میرے ہاتھ میں ریوالور نہیں دیکھ رہے ہو؟ ایسے میں تلاشی لینے کی ہمت کون کر سکتا ہے؟... روزا لیبارٹری کے سارے دروازے مقفل کر دو۔"

"آپ مرنے سے پہلے مخالف سیاسی پارٹی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

روزا آگے بڑھی اور جلدی جلدی دروازے بند کرنے لگی۔ پھر جب ڈاکٹر گوہن کے پاس واپس آگئی تو وہ بولا۔
"ہاں، ڈاکٹر برونو... اور ڈاکٹر سانگلو اب معاملے کی بات کرو۔ کیا مَیں بھی ایک بڑی رقم کا حق دار نہیں ہُوں؟"
"کیا مطلب؟" دونوں یک وقت بولے۔
"مجھے سب کچھ معلوم ہے اور تم لوگوں کے خلاف ثبوت بھی رکھتا ہُوں۔" ڈاکٹر گوہن نے کہا۔ "مونا کرسٹی کے ٹرانسمیٹر سے سانگلو کی آواز اس وقت ریکارڈ کی گئی تھی، جب وہ اُسے ایک پیغام دے رہا تھا، کیوں مونا؟ اُس وقت تمھارے پاس تمھاری دوست پیکسی بھی موجود تھی نا، جب تمھارے نامعلوم باس نے تمھیں ہدایت دی تھی کہ اُس رات کو بھی تین کتے واٹر سپلائی ٹینک میں پھینکے جائیں گے۔"

"مَیں پاگل ہو جاؤں گی۔" مونا اپنی پیشانی رگڑنے لگی۔
"نہیں، پاگل ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہاں اُس وقت پیکسی موجود تھی اور اس کے پاس ایک ٹیپ ریکارڈر بھی تھا، جسے تم نہیں دیکھ سکی تھیں، لیکن اس وقت تم اس آدمی کی آواز تو پہچان ہی سکتی ہو، جو فرانسیسیوں کی طرح ڈال کو دال اور ٹ کو ت بولتا ہے۔ یہ اُس کی کمزوری ہے، لیکن ٹرانسمیٹر پر بولتے وقت یہ سچ مچ فرانسیسیوں ہی کا سا لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ کیا مَیں غلط کہہ رہا ہُوں؟"

مونا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ڈاکٹر گوہن کہتا رہا۔ "سانگلو! تم منظرِ عام پر آئے بغیر ہی ایک بہت بڑی سازش کر رہے تھے، جن لوگوں سے تم کام لے رہے تھے، وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ اُن کا سرگروہ کون ہے۔ اس کام کے لیے تم نے مونا کو پھانسا تھا اور مونا نے گروہ ترتیب دیا

تھا۔ بس تم جو کہتے تھے، وہ کرتی رہتی تھی۔ اُس نے تمھارے لیے ناگر کو ملازم رکھا اور ناگر نے کچھ اور آدمی مہیا کیے۔ تم خود تو مُردہ کتے گھسیٹ نہیں سکتے تھے اِس لیے تمھیں ایسے آدمیوں کی بھی ضرورت تھی اور میری طرف دیکھو ڈاکٹر سانگلو! کیپٹن کی طرف دیکھنے سے کیا فائدہ؟... اگر تم نے مجھ سے سودا کر لیا... تو یہ بے چارہ آسمان بھی نہ دیکھ سکے گا۔ اس کی قبر یہیں بنے گی اور یہ نہیں ثابت کر سکے گا... کہ کیپٹن حمید نے کبھی یہاں قدم بھی رکھا تھا۔ ظاہر ہے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی اتنا ہی جانتا ہے کہ صرف تم اور برونو یہاں آئے ہو۔"

"تمھارا باپ کرنل فریدی بھی جانتا ہے۔" حمید غرّایا۔
"کرنل فریدی جیسے لونڈے میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔" گوہن نے بے پروائی سے کہا۔ "اُس کا بھی انتظام کر چکا ہُوں۔ ہاں ڈاکٹر سانگلو! جب وباء پھیلنے لگی تو مونا کرسٹی نے تم سے اس کا تذکرہ کیا کہ وہ بھی اس وباء کا شکار ہو گئی ہے۔ تم نے اُسے نمک اور پانی والا نسخہ بتایا کیونکہ ابھی تک برونو صاحب جادو کی ٹکیاں لے کر نہیں تشریف لائے تھے۔ اُس نے نسخہ استعمال کیا اور ٹھیک ہو گئی۔ اُس کی سہیلی پیکسی بھی اِسی مرض میں مبتلا تھی۔ بھلا وہ اُسے کیوں نہ یہ نسخہ بتا دیتی۔ پیکسی نے یہ نسخہ مجھ تک پہنچایا۔ میرے تجربات نے یہ بتایا کہ نمک کی زیادہ مقدار خواہ کسی ستیال میں استعمال کی جائے، خواہ اپنی اصلی شکل میں اثر بہر حال ہو گا اِس لیے مَیں نے چائے والا اسٹنٹ تیار کیا۔ مقصد یہ تھا کہ تم لوگ میری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کرو اور مَیں تمھیں بلیک میل کروں۔ آخر مَیں نے کیا قصور کیا ہے، مجھے بھی میرا حصّہ ملنا چاہیے۔ اگر نہ ملا تو مَیں تمھاری آواز کا ریکارڈ اور دونوں ٹیوب جن پر صرف تمھاری انگلیوں کے نشانات ہیں، پولیس کے حوالے کر دُوں گا۔"
"تم کیا چاہتے ہو؟" ڈاکٹر برونو بھرّائی ہُوئی آواز میں بولا
"خاموش رہو ڈاکٹر، یہ بکواس کر رہا ہے۔" ڈاکٹر سانگلو نے غرّا کر کہا۔
"اچھا اگر مَیں بکواس کر رہا ہُوں تو مونا کرسٹی میرے پیچھے کیوں لگائی گئی تھی؟ پہلے وہ رضا کارانہ طور پر میرے ساتھ کام کرتی رہی تھی، پھر اُس نے درخواست کی تھی کہ مَیں اپنے مکان کے کسی حصّے میں اس کی رہائش کا بھی انتظام کر دُوں۔

مَیں تو واقف ہی تھا کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے لہٰذا مجھے کوئی اعتراض نہ ہُوا کیوں مونا؟ کیا تمھیں اس کے لیے ٹرانسمیٹر پر ہدایت نہیں ملی تھی؟"
مونا نے اثبات میں سر ہلایا۔
"مَیں نہیں جانتا یہ کون ہے؟ تم فراڈ کر رہے ہو۔" ڈاکٹر سانگلو دہاڑا۔
حمید خاموش کھڑا دیکھتا رہا۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ ڈاکٹر گوہن کی نظریں ہر طرف ہوتی ہیں۔ اب اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے؟ اصل مجرم بھی اُس کے سامنے ہی تھے اور ایک بلیک میلر بھی۔ ظاہر ہے کہ وہ اُن دونوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا اِس لیے اِس ایک نکتے پر دونوں ہی متفق ہو سکتے تھے کہ حمید کو مار ڈالا جائے۔
ڈاکٹر گوہن نے سانگلو کی بات کا جواب دیے بغیر کہا۔ "ڈاکٹر برونو تم سمجھ دار آدمی ہو۔ تمھارے مقابلے میں سانگلو جاہل ہے اِس لیے کم از کم تمھیں تو اس کا خیال رکھنا ہی چاہیے کہ بات زیادہ آگے تو نہیں بڑھ رہی ہے۔"
"ڈاکٹر سانگلو... ختم کرو۔" برونو نے کہا، پھر حمید کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "اس کا کیا ہو گا؟"
"پانچ لاکھ... کم سے کم مطالبہ ہے میرا۔" ڈاکٹر گوہن نے مسکرا کر کہا۔
"مجھے منظور ہے۔" برونو نے کہا۔ "یہ رقم تمھیں آج ہی مل سکتی ہے، مگر یہ جاسوس؟"
"اسے تم دونوں قتل کر دو میری طرف سے اجازت ہے۔"
برونو چند لمحے خاموش رہا، پھر آہستہ آہستہ حمید کی طرف بڑھنے لگا۔ ڈاکٹر سانگلو اب بھی خاموش کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا، لیکن پھر یک بیک بول اُٹھا۔ "ٹھہرو ڈاکٹر برونو! جلد بازی اچھی نہیں ہے۔"
"کیا ٹھہروں؟" برونو غرّایا۔ "تم اتنے گدھے ہو کہ تمھاری ہی وجہ سے اس کی نوبت آئی۔ ہم مطمئن تھے کہ تم ذہین آدمی ہو۔"
"اس کی ذہانت میں کوئی شبہ نہیں ہے ڈاکٹر برونو..." گوہن نے کہا۔ "اب یہی دیکھو کہ اُس نے کتنے پاپڑ بیل ڈالے محض اس کی خاطر کہ گروہ کے دوسرے آدمیوں کی نظروں سے پوشیدہ رہے۔ مونا کرسٹی کو نہ جانے کہاں کہاں نچاتا پھرا، پھر جعلی پاسپورٹ پر برما سے یہاں لایا۔ اُسے قابو میں

رکھنے کے لیے یہی دھمکی کیا کم تھی کہ وہ یہاں جعلی پاسپورٹ پر آئی۔ ظاہر ہے کہ وہ بے چاری اپنے خلاف قانونی کارروائی سے بھی ڈرتی تھی۔"

"ارے چھوڑو۔" برونو ہاتھ ہلا کر بولا۔ "اس سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ جاسوس کا انتظام کرو۔"

"تمھی لوگ مارو اِسے۔ مَیں تو بدمست ہو گیا ہُوں۔ کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا۔"

دفعتاً برونو نے حمید پر چھلانگ لگائی اور حمید جُھکائی دے کر ایک طرف ہٹ گیا، پھر وہ گوہن کے ریوالور کی زد سے بچنا ہی چاہتا تھا کہ گوہن نے اُردو میں کہا۔ "ٹھَیں! بیٹے حمید! اب تم بھی بُجھ سکا تو میرا کام تو ختم ہو گیا۔"

حمید کی کھوپڑی ہَوا میں اُڑ گئی۔ کیونکہ یہ آواز تو سو فی صد فریدی کی تھی۔

بس پھر کیا تھا، اُس نے اُچھل کر ایک بھرپور لات ڈاکٹر برونو کے سینے پر رسید کی اور وہ کراہ کر دوسری طرف اُلٹ گیا اور اُٹھتے اُٹھتے اُس نے ڈاکٹر گوہن سے کہا۔ "تم کھڑے دیکھ رہے ہو ڈاکٹر! یہ ہم دونوں کا یکساں دشمن ثابت ہو گا۔"

اس بار حمید کا مُکّا اُس کے جبڑے پر پڑا اور برونو نے ڈاکٹر گوہن کو ایک گندی سی گالی دی جو ریوالور لیے ہونے کے باوجود بھی حمید پر فائر نہیں کر رہا تھا، پھر اُس نے ڈاکٹر سانگلو کو غیرت دلائی، لیکن ڈاکٹر سانگلو جو بہت زیادہ پُرسکون نظر آ رہا تھا بولا۔ "تم ہی پٹتے رہو، مجھے لڑائی بھڑائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ تمھاری حماقت تھی کہ تم کرنل فریدی کے پھانسے میں آ گئے۔"

"کہاں ہے کرنل فریدی؟" برونو حلق پھاڑ کر چیخا۔

"جس سے تم اتنی دیر سے بکواس کرتے رہے ہو، حالانکہ مَیں تمھیں منع کر رہا تھا۔" ڈاکٹر سانگلو نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

حمید کے پانچویں گھونسے پر ڈاکٹر برونو ڈھیر ہو گیا۔ مونا کرسٹی بے حد خوف زدہ تھی۔ روزا البتہ بُری طرح ہنس رہی تھی۔

دفعتاً حمید نے ڈاکٹر سانگلو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی اور جھلا کر اُس کی طرف بڑھا۔

"نہیں کیپٹن! شریف آدمی مار دھاڑ سے دُور ہی رہتے ہیں۔" ڈاکٹر سانگلو ہاتھ اُٹھا کر بولا۔

"یہاں پٹرول کی بجائے بیئر مل گئی ہے۔"

"اچھی بات ہے حمید!" فریدی نے بھی مسکرا کر کہا۔ "ا[ِس] شریف آدمی کو ہاتھ مت لگاؤ۔"

"دروازہ کھلواؤ۔ مَیں باہر جانا چاہتا ہُوں۔" ڈاکٹر سانگلو نے کہا۔

"سسرال جانا چاہتے ہو تو مَیں کوشش کروں۔" حمید اپنا اُوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"وقت نہ برباد کرو حمید! دونوں کے ہتھکڑیاں لگا دو۔" فریدی نے کہا۔

"مر گئے ہتھکڑیاں لگانے والے۔" سانگلو چلتے چلتے رُک کر انھیں گھورنے لگا۔ حمید آنکھیں نکال کر اُس کی طرف جھپٹا تھا، لیکن فریدی نے اُسے روکتے ہُوئے مسکرا کر کہا۔

"کیوں کیا باقی رہا ہے؟"

"میرے خلاف کچھ بھی نہیں ثابت کیا جا سکتا۔ تم نے جو آواز ٹیپ کی ہے۔ وہ تمھاری ہی ہوگی کیونکہ... آوازوں کے ایک کامیاب نقّال ہو، جس طرح گوہن کا بہروپ بنا سکتے ہو اسی طرح... اور پھر بھلا مَیں بے چارہ کس شمار میں ہُوں؟ رہے وہ ٹیوب، جن کا ابھی تذکرہ ہُوا تھا، چونکہ نئی وضع کے ہیں اِس لیے مَیں نے انھیں اُٹھا کر دیکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ان پر میری اُنگلیوں کے نشانات ضرور ملیں گے۔ نہیں، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کرنل... اور پھر مَیں یہ سب کچھ کرنے ہی کیوں لگا۔ آخر مجھے خواہ مخواہ کیا پڑی ہے کہ وبائیں پھیلاؤں گا۔"

"مگر ابھی کچھ دیر پہلے تم نے ایک بلیک میلر سے بہت سی باتیں کی تھیں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"یقیناً کی تھیں۔ ابھی گھنٹوں کر سکتا ہُوں لیکن عدالت میں تمھاری ہَوا بگڑ جائے گی۔"

دفعتاً فریدی نے آگے بڑھ کر اُس کے مُنہ پر اُلٹا ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر ایک بڑی میز سے جا ٹکا اور بس پھر لیبارٹری تباہ ہونے لگی۔ وہ شیشے کے مختلف آلات اُٹھا اُٹھا کر فریدی پر پھینک رہا تھا۔ حمید ایک ہی جھپٹے میں اُس تک پہنچا اور ریپٹ پڑا۔

ٹھیک اسی وقت ایک دروازے پر دستک ہُوئی اور روزا نے آگے بڑھ کر قفل کھول دیا۔ بہت سے مسلح کانسٹیبل اندر گھس آئے۔ سب سے آگے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھا۔

"شکریہ کرنل!" اُس نے کہا۔ "آپ نے واقعی بڑی چالاکی سے کام لیا تھا، ورنہ یہ بدبخت عدالت میں ہم سب کے لیے مستقل دردِ سر بن جاتا۔ یہاں کی پوری گفتگو ریکارڈ کر لی گئی ہے شروع سے آخر تک۔"

"گفتگو ریکارڈ کر لی گئی ہے؟" سانگلو حلق پھاڑ کر چیخا۔

"ہاں۔" فریدی کی گرج دار آواز لیبارٹری میں گونجی۔ "یہاں لیبارٹری میں ایک بہت زیادہ قوت والا ڈکٹافون تمھارے داخلے سے پہلے ہی رکھ دیا گیا تھا۔ شروع سے اب تک کی ساری گفتگو برابر والے کمرے میں ریکارڈ ہوتی رہی تھی۔"

ڈاکٹر سانگلو پاگلوں کے سے انداز میں گالیاں بکنے لگا۔

ڈاکٹر برونو ابھی تک فرش پر بے ہوش پڑا ہُوا تھا۔

سب کچھ ہُوا، مگر حمید کو وجہِ جُرم نہ معلوم ہو سکی۔ کسی کو بھی نہیں معلوم تھی۔ اخبارات میں اس پکڑ دھکڑ کا کہیں ذکر تک نہیں آیا تھا۔ لوگ بدستور گوہن کو دُعائیں دیتے رہے اور وبا کا زور ٹوٹتا رہا۔ شہر پہلے کی طرح پُررونق نظر آنے لگا تھا۔ اب لوگوں کے بھڑک کر بھاگنے کی خبریں نہیں سُنی جاتی تھیں۔

فریدی کو حمید نے بہت ہلایا جُلایا، لیکن اُس نے کچھ ایسے انداز میں خاموشی اختیار کر لی تھی جیسے ابھی یہ کیس نامکمل ہی ہو۔

"کیا بتاؤں؟" آخر ایک دِن فریدی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہ آدمی کے چھچھورے پن کی کہانی ہے۔ آدمی کتنا گر سکتا ہے، اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اِس کیس میں جُرم کی وجہ ایسی ہے کہ شاید ہی کسی کو اس پر یقین آئے، مگر دُنیا کی وہ بڑی طاقتیں جو اپنے اقتدار کے لیے آپس میں رسّہ کشی کر رہی ہیں۔ اس سے بھی زیادہ گر سکتی ہیں۔ اُن کے بلند بانگ نعرے جو انسانیت کا بول بالا کرنے والے کہلاتے ہیں، کتنے زہر آلود ہیں؟ اس کا اندازہ مشکل ہے۔ یہ ایسے ہی ایک مُلک کی کہانی ہے جو اپنے حریف سے نپٹنے کے لیے ایشیا کی لاش پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہا ہے، مگر کم از کم ہمارے مُلک کے عوام اس سے بے زار ہی رہے ہیں۔ لہٰذا اُن کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری سمجھا گیا کہ یہاں ایک ناقابلِ فہم قسم کی وبا پھیلا کر اس کا علاج کیا جائے۔ وبا پھیلی اور غیر مُلکی طبّی مشن آنے لگے۔ اُس مُلک کا وفد بھی آیا جس کے ایجنٹوں نے یہ وبا پھیلائی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ وہ اتنے اعلیٰ پیمانے پر ادویات نہیں تقسیم کر سکتا تھا کہ سارا شہر یک وقت مستفید ہو سکتا۔ اس لیے اُس مُلک کا طبّی وفد جلد ہی شہرت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس دوران میں اچانک ڈاکٹر گوہن نے نمک اور چائے والے نسخے کا اعلان کر کے اُن کی ساری اسکیموں پر پانی پھیر دیا۔ وہ جھلّا گئے اور انھوں نے سوچا کہ اب ڈاکٹر گوہن ہی کی گردن پھنسا دینی چاہیے۔ وہ کامیاب بھی ہو جاتے لیکن گوہن تو وہی کر رہا تھا، جو مَیں نے چاہا تھا۔ مَیں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہُوں کہ ناگر کے ایک آدمی نے کسی پُراسرار آدمی کی ملازمت کے بارے میں مجھے بتایا تھا۔ مَیں ناگر کی نگرانی کرتا رہا۔ مونا کرسٹی بھی میری نظروں میں تھی، لیکن دُشواری یہ تھی کہ وہ مردوں سے کتراتی تھی۔ لہٰذا اب ایک لڑکی کی... ضرورت پیش آئی، جو مونا سے دوستی کر سکے۔ نظرِ انتخاب ہلدا پر پڑی اور مَیں نے اُسے دن آئی لینڈ سے غائب کرا دیا۔ ہلدا کو علم تھا کہ ایسا ہو گا کیونکہ مَیں نے اُسے پہلے ہی سمجھا دیا تھا اور اس طرح غائب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ناگر میری طرف سے محتاط ہو جائے اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ جو مُجرم جتنی زیادہ احتیاط برتے گا، اتنی ہی جلدی گرفت میں بھی آ جائے گا۔ ناگر کے ساتھ بھی یہی ہُوا۔ وہ احتیاط برتنے کے سلسلے میں بے شمار غلطیاں کرتا چلا گیا۔ ویسے خود اُسے بھی فکر تھی کہ کسی طرح اس نامعلوم باس کا پردہ فاش کر دے، جو اُسے اُنگلیوں پر نچا رہا ہے۔ دوسری طرف ہلدا نے پیکسی کے کلب میں مونا سے دوستی بڑھا لی۔ مَیں نے اُسے اسی لیے منتخب کیا تھا۔ وہ بہت جلد دوستی پیدا کر لیتی ہے۔ ڈاکٹر سانگلو نے مونا کو ہدایت دی تھی کہ وہ اپنی دوست لڑکیوں سے بداخلاقی سے پیش آئے اور پھر دیکھے کہ اس کے بعد بھی کوئی لڑکی اُس کے قریب ہونے کی کوشش کرتی ہے یا نہیں،

لیکن مونا نے اُسے یہ نہیں بتایا کیونکہ وہ بیکسی جیسی پیاری لڑکی کا دل نہیں توڑ سکتی تھی۔ وہ اُس سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ اُس سے نہ ملا کرے۔ اس دوران میں وبا اچھی طرح پھیل گئی اور بیکسی یا ہلدا بھی اِس سے محفوظ نہ رہ سکی، مگر مونا نے اُسے نمک کے پانی والا نسخہ بتا دیا۔ پھر وہ نسخہ میرے توسط سے ڈاکٹر گوہن تک پہنچ گیا اور ہم دونوں نے گھنٹوں غور و خوض کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ سادہ پانی کی بجائے جانے کا اعلان کیا جائے اور وہ اتفاقات بھی عوام کی نظروں میں لائے جائیں جن کے تحت وہ نسخہ اچانک دریافت ہو گیا تھا۔ غرضیکہ پھر سانگلو نے مونا کو بھی ڈاکٹر گوہن کے پیچھے لگا دیا۔ اُدھر ناگر نے جو اُسے ڈاکٹر گوہن کے ساتھ دیکھا تو یہی سمجھا کہ ڈاکٹر گوہن ہی اُن کا پُراسرار باس ہے کیونکہ اس دوران میں ناگر پر کچھ حملے بھی ہو چکے تھے۔ اُس نے جھلاہٹ میں ڈاکٹر گوہن پر کئی فائر جھونک مارے۔ بُڈھا پھرتیلا ہے اس لیے بچ گیا۔ جب مونا اِدھر آ گئی تو ہلدا کو دوسرے میک اپ میں پیش کیا گیا۔ یہ ڈاکٹر گوہن کی سیکرٹری روزا تھی۔ میں نے تمہیں سانگلو کے پاس اسی لیے بھیجا تھا کہ اُس کے آئندہ کے ارادوں کا اندازہ کر سکوں۔ تم نے جو کچھ مجھے بتایا۔ اس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کوئی چیز ڈاکٹر گوہن کی لیبارٹری تک پہنچانا چاہتا ہے۔ یہ گرفت میں لینے کا بہترین موقع تھا۔ بس اسی دن ڈاکٹر گوہن کے میک اپ میں میں آ گیا۔ نتیجے کے طور پر تم نے ان لوگوں کی شکست دیکھ لی۔"

"مگر اُن کا ہوا کیا؟"

"بند کمرے میں ان کا مقدمہ چل رہا ہے۔ مونا سرکاری گواہ بنالی گئی ہے۔ چونکہ اِس معاملے میں کچھ بین الاقوامی قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں اس لیے منظرِ عام پر نہیں لایا جا سکتا۔ البتہ اس مُلکی غدار سانگلو پر کچھ دوسرے سنگین الزامات عائد کر کے کُھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ اُسے سزا تو بہر حال ملنی چاہیے۔"

"مگر اتنی ذرا سی بات کے لیے اتنا ہنگامہ؟"

"اوہ... یہ ذرا سی بات نہیں تھی حمید صاحب! تم خود سوچو کہ اگر درمیان میں ڈاکٹر گوہن والا نسخہ نہ نکل پڑتا تو برونو ہی کا وفد کامیاب ہوتا اپنی کوششوں میں اور ہمارے عوام میں جو اُس کے مُلک کے خلاف بُرے خیالات پائے جاتے تھے۔ کیا وہ برقرار رہتے... ارے یہ بڑی طاقتیں اسی طرح ایشیا پر سکہ جما رہی ہیں کہیں غلہ تقسیم ہو رہا ہے، کہیں کپڑے بانٹے جا رہے ہیں اور کہیں کسی وبا کا خاتمہ کرنے کے لیے مفت دوائیں بھاری مقدار میں تقسیم کی جا رہی ہیں جہاں اِن چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی وہاں بھی ضرورت پیدا کر لی جاتی ہے۔ طریقہ یہی ہوتا ہے جو ہمارے یہاں اختیار کیا گیا تھا۔ مصنوعی قحط پیدا کیے جاتے ہیں مصنوعی وبائیں پوری پوری بستیوں پر دھاوا بول دیتی ہیں اور پھر یہ فرشتے آ کر ہمارے آنسو بھی پونچھتے ہیں اور ہماری دُعائیں بھی لے جاتے ہیں... کتنا کمینہ ہے آدمی؟... ذرا سوچو تو کیا وہ کتوں کے ساتھ بھی باندھے جانے کے لائق ہے؟"

فریدی خاموش ہو کر سگار سُلگانے لگا۔

اس وبا کے متعلق دُنیا کا جو کچھ بھی خیال رہا ہو مگر قاسم بہت دُور کی کوڑی لایا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ ایک طلسمی لڑکی نے شہر بھر پر ڈنڈے برسائے۔ پہلے سب کا دماغ ٹھنڈا ہوا اور پھر گرم ہو گیا۔ بس دورے پڑنے لگے۔

قاسم پر تو پٹنے کے دوسرے ہی دن دورہ پڑا تھا۔

جب اُس کے باپ پر بھی دورہ پڑا تو اُس نے بسور کر کہا۔ "ہائے... کم بخت نے بابا جان کو بھی نہ چھوڑا۔ اُن کے بڑھاپے پر بھی رحم نہ کیا۔" پھر خود ہی لہک کر بولا۔ "ارے واہ... یہ بڑھاپے میں کیا سُوجھی تھی... اظہارِ محبت کر بیٹھے... ہی ہی ہی ہی۔"

وہ مُنہ بنا کر دیر تک ہنستا رہا تھا کسی طرح اُس کے باپ کے کان میں بھی اس کی بھنک پڑ گئی اور پھر جو اسی اختلاج کے عالم میں قاسم کی پٹائی شروع ہوئی تو ساری کوٹھی ہل کر رہ گئی اور قاسم ہفتوں بستر ہی سے ہلنے کو ترستا رہا، لیکن لڑکی کا راز اُسے آج تک نہ معلوم ہو سکا۔